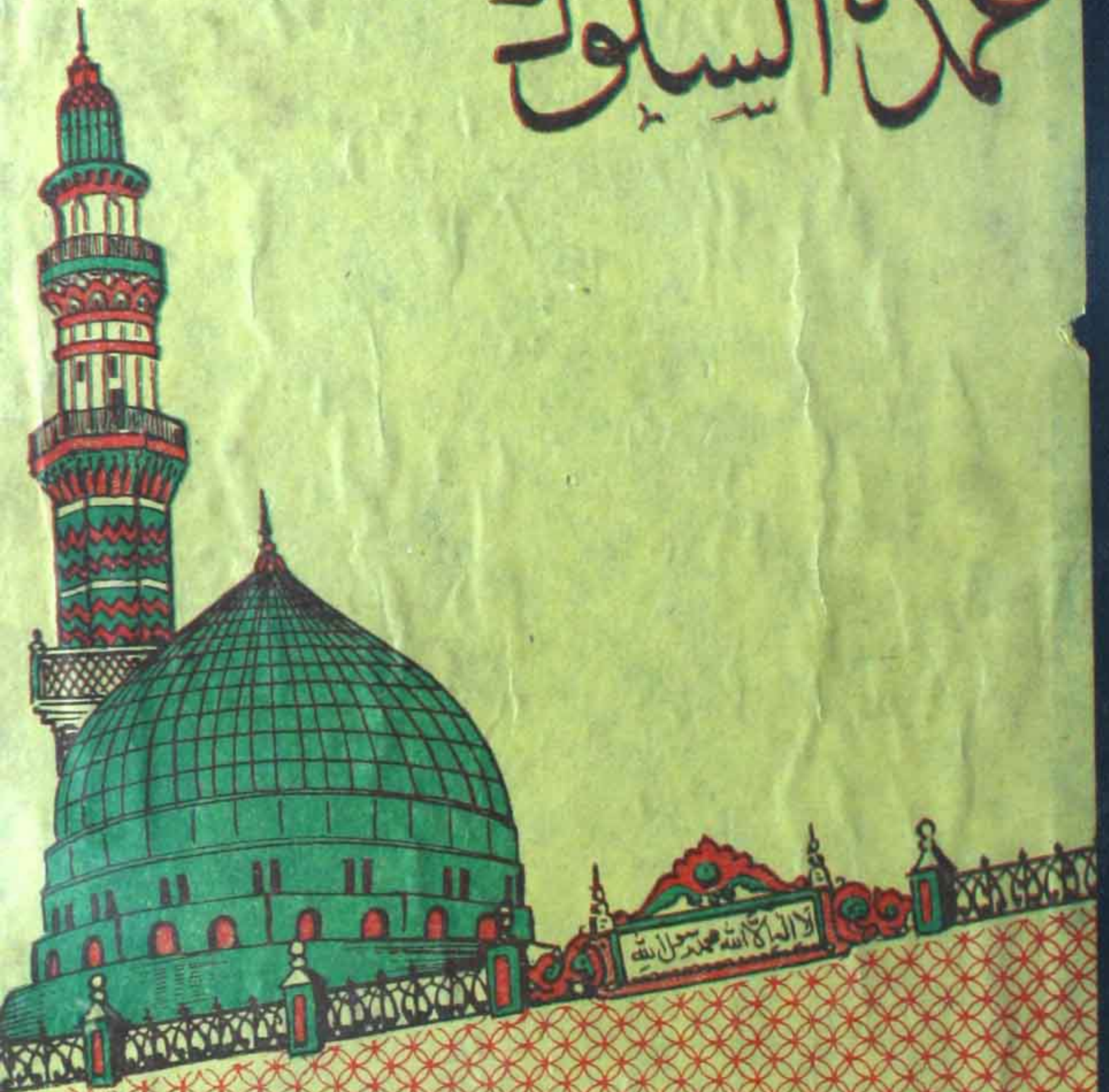


مَدَنُ السُّلُوكِ



مؤلفه

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں مجاہدات کئے ہم ان کو اپنی راہوں کی ہدایت کر دیں گے)

الحمد لله والمنة کہ حسب ارشاد و رہنمائیے مرشدی و مولائی بقیۃ السلف
حجۃ الخلف حامی سنت ماحی بدعت حضرت حاجی محمد سعید
قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی قدس اللہ سرہ ساکن احمد پور شرقیہ
محلہ کٹرہ احمد خاں صاحب اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب ریاست بھاو لپور
یہ رسالہ نافعہ مشتملہ بر عمدہ مضامین سلوک و منتخب مسائل تصوف

الموسومہ

عمدۃ السلوک

حصہ اول

فقیر حقیر ذرّہ بمقدار لاشیٰ راجی الی رحمتہ رب المشرقین و المغربین
خاکسار زوار حسین بن سید احمد حسین غفر اللہ لہ و لوالدیہ ساکن گوہلہ
ضلع کرنال، حال مقیم ۲۰/۱۲- ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی (پاکستان)
نے بغرض رفاہ عام مختلف کتب تصوف سے اخذ کر کے تالیف کیا۔

اور اب چوتھی مرتبہ بہ ترمیم و اضافہ

ادارہ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳ کراچی ۱۵۔

سے شائع کیا۔

سنہ طباعت

۱۳۹۳ھ
۱۹۷۳ء

مقام طباعت

ایجوکیشنل پریس کراچی

تعدادِ طبع

ایک ہزار

قیمت ہر دو حصہ یکجا مجلد

۱۵/-
پندرہ روپے

ناشر

محمد اعلیٰ قریشی

مقام اشاعت

ادارہ مجددیہ، ۵/۲ ایچ، ناظم آباد ۳ کراچی ۱۵

فہرست مضامین

| | | | |
|----|---|----|------------------------------|
| ۴۹ | استخارہ کا جواز اور ترکیب اور فال کی ممانعت | ۵ | انتساب |
| ۵۱ | حقیقتِ طریقت | ۶ | حمد و نعت |
| ۵۳ | حقوقِ طریقت | ۷ | دیباچہ |
| ۵۷ | آدابِ شیخ | ۹ | ترغیب و ترہیب |
| ۵۹ | اعتقادات برائے مریدین | ۱۷ | فضائلِ ذکر |
| ۶۷ | تحقیقِ خوارقِ عادات و کشف و کرامات | ۲۶ | ولایت کا ثبوت |
| ۷۷ | دل کی بیماریاں اور ان کا علاج | ۲۹ | ولایت کی تحقیق |
| ۷۷ | زیادہ کھانے کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۰ | طلبِ طریقت واجب ہے |
| ۷۸ | زیادہ بولنے کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۲ | بیعتِ طریقت کی ضرورت |
| ۷۹ | غیبت اور اس کا علاج | ۳۳ | حکایتِ مورچہ |
| ۸۰ | غصے کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۴ | ثبوتِ بیعت |
| ۸۰ | حسد کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۶ | شریعت میں بیعت کا حکم |
| ۸۱ | دنیا اور مال کی محبت کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۷ | بیعت مشروط ہونے میں حکمت |
| ۸۳ | کنجوسی کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۷ | طریقِ تلاشِ مرشدِ کامل |
| ۸۳ | نام اور تعریف چاہنے کی بُرائی اور اس کا علاج | ۳۹ | فیض حاصل ہونے کی صورتیں |
| ۸۴ | غرور اور تشخی کی بُرائی اور اس کا علاج | ۴۱ | حکمِ تکرارِ بیعت |
| ۸۴ | اتزانے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے کی بُرائی | ۴۳ | شرائطِ مرشد |
| ۸۴ | اور اس کا علاج | ۴۶ | شرائطِ ماسترشد |
| ۸۵ | نیک کام دکھلاوے کے لئے کرنے کی بُرائی | ۴۷ | اقسامِ بیعتِ صوفیائے کرام |
| ۸۵ | اور اس کا علاج | ۴۷ | پیر کا اپنے مرید کو عاق کرنا |

| | | | |
|-----|--|----|--|
| ۹۶ | نمازیں دل لگانے کا طریقہ | ۸۶ | ضروری اور بتانے کے قابل بات |
| ۹۷ | وسوسہ اور اس کا علاج | ۸۶ | ایک اور ضروری کام کی بات |
| ۹۸ | شغل ذکر رابطہ یعنی تصویرِ شیخ | ۸۷ | چند اخلاقی باتیں |
| ۱۰۱ | مراقبہ یعنی دل سے خدائے تعالیٰ کا درصیان رکھنا | ۸۹ | اخلاق درست ہونے کا مطلب |
| ۱۰۳ | توجہ و تصرف معمولہ اہل طریقت | ۹۰ | توبہ اور اس کا طریقہ |
| ۱۰۶ | { | ۹۱ | خدائے تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کا طریقہ |
| | | ۹۲ | اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ |
| ۱۱ | مخصوص دعائیں | ۹۲ | صبر اور اس کا طریقہ |
| ۱۳۱ | نتمہ فضائلِ ذکر | ۹۳ | شکر اور اس کا طریقہ |
| ۱۵۱ | شجرہ مبارکہ بلسانِ عربی بمبین | ۹۳ | محاسبہ اور اس کا طریقہ |
| ۱۵۳ | شجرہ مبارکہ اردو منظوم | ۹۴ | تفکر اور اس کا طریقہ |
| ۱۵۶ | شجرہ شریف منظوم و مختصر | ۹۴ | تواضع اور اس کی اہمیت |
| ۱۵۷ | نظم خمسنہ ظفر | ۹۴ | خدائے تعالیٰ پر کھروسہ رکھنا اور اس کا طریقہ |
| ۱۵۹ | نعت شریف | ۹۵ | خدائے تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کا طریقہ |
| ۱۵۹ | نصیحت (نظم) | ۹۵ | صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ |
| ۱۶۰ | قطعہ تاریخ (ختم شد) | ۹۶ | قرآن مجید پڑھنے میں دل لگانے کا طریقہ |

اتسنا

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس سبک مایہ نگر مفید اُخروی نتیجہ کو
 نہایت خلوص و ارادت کے ساتھ سالکِ سالکِ طریقت،
 واقفِ رموزِ حقیقت سیدنا و مرشدنا حضرت حاجی محمد سعید ^{حسنا}
 قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی قدس سرہ کے اسمِ گرامی سے
 معنون کر کے فخر و مباہاتِ اُخروی کا سرمایہ ہم پہنچاتا ہوں۔

ع شاہاں چہ عجب گرتوازندگدرا

خاکسار زوار حسین مجددی سعیدی عفی عنہ

۱۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۶۳ھ میں شائع ہوئی تھی اور حضرت پیر و مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں انہی کے ارشاد کی تعمیل میں
 لکھی گئی تھی، کتاب پریس میں طبع ہو رہی تھی کہ آپ نے بروز جمعہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۴۴ء کو بمقام
 پانی پت وصال فرمایا۔ مفصل حالات "حیات سعیدیہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حم و نعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰمَنْ قَدَّرَ خَيْرًا وَخَبَا لَا وَالشُّكْرُ لِلّٰمَنْ صَوَّرَ حُسْنًا وَجَمَّ لَا

اس تدا کی ہزار ہزار تعریف جس نے خیر و شر کو پیدا کیا۔ اور اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر جس نے حسن اور خوبصورتی پیدا کی

فَرْدٌ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِيٌّ رَبُّ اَزَلِيٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ كَمَا لَا

وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، مخلوقات کی صفوں سے بری ہے۔ پروردگار ہے، ازل سے ہے، اس نے مخلوق کو اپنے کمال سے پیدا کیا

لَا ضِدَّ وَلَا يَدَّ وَلَا حِدَّ لِمَوْلٰی اَلْاَنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقَ زَوْا لَا

اس کا کوئی مقابل نہیں کوئی مثل نہیں اس کی کوئی حد نہیں۔ وہ جیسا تھا اب بھی ویسی ہی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی

لَا مِثْلَ وَلَا صَوْرَ مِثْلًا وَنَظِيْرًا مَن قَالَ سِوٰی ذٰلِكَ قَدْ قَالَ حَقًّا لَا

اس کا کوئی مثل نہیں ہے اس اپنی مثال اور نظیر پیدا ہی نہیں کی۔ جو لوگ اس کی نظیر کے قائل ہوئے وہ ایک محال چیز کے قائل ہوئے

لَا شِبَهَ وَلَا مِثْلَ وَلَا كُفُوَ لِمَوْلٰی لَا وُلْدَ وَلَا وَاِلِدَ لَا عَمَّ وَخَا لَا

کوئی اس کے مانند نہیں اور مثل نہیں اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس کے چچا ہے نہ ماموں

لَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ وَلَا وَقْتَ زَمَانًا لَا مَانِعَ لَا حَاجِبَ لِلّٰهِ تَعَالٰی

نہ اس سے پہلے کوئی ہے اور نہ اس کے بعد اور نہ اس کے زمانے کیلئے کوئی وقت معین ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے والے نہیں ہے

اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ حَقًّا وَالْبَاطِنُ مَوْلَاهُ بِلَا قَيْلَ وَقَالَ لَا

سب سے پہلے وہی اور سب سے آخر بھی وہی ہے اور ظاہر بھی وہی ہے اور یہ حقیقت ہے باطن بھی وہی ہے بلا قیل قال سب کا مالک ہے

اٰمِنٌ بِاللّٰهِ وَلَا رَبَّ سِوَاہُ اٰمِنٌ بِرَسُوْلِیْ تَجِدُ الْقُرْبَ كَمَا لَا

خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔ رسول پر ایمان لاؤ، اللہ سے ملنے کا کامل ذریعہ یہی ہے

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ هُوَ الْوَاحِدُ حَقًّا ثُمَّ اَشْهَدُ بِالْاِحْمَدِ فَضْلًا وَجَلًّا لَا

خدا کی الوہیت کی شہادت دو، حقیقت وہی ایک ہے۔ پھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو

صَلِّ عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلٍ وَنَبِيِّ فِیْ كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ وَتَرَا لَا

تمام نبیوں سے افضل اور تمام رسولوں سے بہتر رسول پر صبح و شام دن رات درود بھیجو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حمروصلوۃ کے بعد فقیر حقیر لاشیٰ خاکسار زوار حسین بن سید احمد حسین الترمذی حنفی
نقشبندی مجددی سعیدی گوبہوی (حال مقیم ۲۰/۱۲ ایچ۔ ناظم آباد ۳/کراچی) عرض
کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ گمراہی اور بے دینی کا چاروں طرف زور ہے اور بدعات
رسومات کا غالبہ عام ہے۔ لوگ مسئلہ ولایت کے بارے میں مختلف رائے اور متفرق خیالات
رکھتے ہیں۔ ایک گروہ تو سرے ہی سے ولایت کا منکر ہے۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی
ہیں کہ مطلق منکر تو نہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ گذشتہ زمانے میں ولی تھے مگر اب اس بُرے
زمانے میں ولی نہیں رہے۔ دوسرے گروہ کے لوگ مبالغے میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ
وہ اولیاء اللہ کو غیب دان اور معصوم خیال کرتے ہوئے ان سے مرادیں طلب کرتے ہیں اور
یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں چاہتے نہیں ہوتا اسی
خیال کو اپنے دل میں لئے ہوئے اولیاء کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان سے اپنی دلی آرزوئیں
مانگتے ہیں جو صریح شرک ہے۔ نیز ایسے لوگ جب زندہ اولیائے کرام اور مقربانِ خداوندی میں
یہ صفیں نہیں پاتے تو ان سے بدظن ہو جاتے ہیں جس کے سبب یہ ان کے فیض سے محروم
رہ جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ایسے گمراہوں کے ہاتھ پر بیعت
کر لیتے ہیں جو کفر و اسلام میں فرق نہیں کر سکتے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اولیائے کرام
کے پراسرار کلمات نہ سمجھنے کے سبب سے (جو کہ ان سے حالتِ سُکر یعنی غلبہ حال میں سرزد ہوتے ہیں
اور جن کے ظاہری معنی مقصود بھی نہیں) ان کو کافر سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی ولایت سے منکر
ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انہی کلماتِ سُکر یہ کو ظاہری معنوں پر محمول کر کے
قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقائدِ حقہ سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو علومِ ظاہری ہی کو کافی و وافی سمجھتے ہوئے طریقت حاصل
کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے، بعض ایسے بے ادب ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کی شان

حمد و نعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِمَنْ قَدَّ رَخِيْرًا وَخَبَا لَا وَالشُّكْرُ لِمَنْ صَوَّرَ حَسَنًا وَجَمَالَ لَا

اس خدا کی ہزار ہا تعریف جس نے خیر و شر کو پیدا کیا۔ اور اس نے اکا لاکھ لاکھ شکر جس نے حسن اور خوبصورتی پیدا کی

فَرَدُّ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِيٌّ رَبُّ اَزَلِيُّ خَلَقَ الْخَلْقَ كَمَا لَا

وہ ایک ہی بے نیاز ہے، مخلوقات کی صفوں سے بری ہے۔ پروردگار ہے، ازل سے ہے، اس نے مخلوق کو اپنے کمال سے پیدا کیا

لَا صِدْدٌ وَلَا نِدٌّ وَلَا حِدٌّ لِمَوْلٰی

اس کا کوئی مقابل نہیں کوئی مثل نہیں اس کی کوئی حد نہیں۔ وہ جیسا تھا اب بھی ویسی ہی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی

لَا مِثْلَ وَلَا صَوْرَ مِثْلًا وَنَظِيْرًا

اس کا کوئی مثل نہیں ہے اس کی مثال اور نظیر پیدا ہی نہیں کی۔ جو لوگ اس کی نظیر کے قائل ہوئے وہ ایک محل چیز کے قائل ہوئے

لَا شِبْهَ وَلَا مِثْلَ وَلَا كُفُو لِمَوْلٰی

کوئی اس کے مانند نہیں اور مثل نہیں اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ کسی کی اولاد ہے اس کے چچا ہے نہ داموں

لَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ وَلَا وَقْتَ زَمَانًا

نہ اس سے پہلے کوئی ہے اور نہ اس کے بعد اور اس کے زمانے کیلئے کوئی وقت معین ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ حَقًّا

سب سے پہلے وہی اور سب سے آخر بھی وہی ہے اور ظاہر بھی وہی ہے اور یہ حقیقت ہے باطن بھی وہی ہے بلا قیل قال سب کا مالک ہے

اٰمِنْ بِاللهِ وَلَا رَبَّ سِوَاہٖ

خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا کوئی پروردگار کرنے والا نہیں۔ رسول پر ایمان لاؤ، اللہ سے ملنے کا کامل ذریعہ ہی ہے

اَشْهَدُ بِاللهِ هُوَ الْوَاحِدُ حَقًّا

تہ اشہد بالاحمد افضل و جلالا

خدا کی الوہیت کی شہادت دو، حقیقت وہی ایک ہے۔ پھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو

صَلِّ عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلٍ وَنَبِيِّ

تمام نبیوں سے افضل اور تمام رسولوں سے بہتر رسول پر صبح و شام دن رات درود بھیجو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حمد و سلاوۃ کے بعد فقیر حقیر لاشیٰ خاکسار زوار حسین بن سید احمد حسین الترمذی حنفی
نقشبندی مجددی سعیدی گوہلوی (حال مقیم ۲۰/۱۲ ایچ۔ ناظم آباد ۳/کراچی) عرض
کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ گمراہی اور بے دینی کا چاروں طرف زور ہے اور بدعات
رسومات کا غلبہ عام ہے۔ لوگ مسئلہ ولایت کے بارے میں مختلف رائے اور متفرق خیالات
رکھتے ہیں۔ ایک گروہ تو سرے ہی سے ولایت کا منکر ہے۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی
ہیں کہ مطلق منکر تو نہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ گذشتہ زمانے میں ولی تھے مگر اب اس بُرے
زمانے میں ولی نہیں رہے۔ دوسرے گروہ کے لوگ مبالغے میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ
وہ اولیاء اللہ کو غیب دان اور معصوم خیال کرتے ہوئے ان سے مراد میں طلب کرتے ہیں اور
یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں چاہتے نہیں ہوتا اسی
خیال کو اپنے دل میں لئے ہوئے اولیاء کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان سے اپنی دلی آرزوئیں
مانگتے ہیں جو صریح شرک ہے۔ نیز ایسے لوگ جب زندہ اولیائے کرام اور مقربانِ خداوندی میں
یہ صفتیں نہیں پاتے تو ان سے بدظن ہو جاتے ہیں جس کے سبب یہ ان کے فیض سے محروم
رہ جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ایسے گمراہوں کے ہاتھ پر بیعت
کر لیتے ہیں جو کفر و اسلام میں فرق نہیں کر سکتے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اولیائے کرام
کے پراسرار کلمات نہ سمجھنے کے سبب سے (جو کہ ان سے حالتِ سُکر یعنی غلبہ حال میں سرزد ہوتے ہیں
اور جن کے ظاہری معنی مقصود بھی نہیں) ان کو کافر سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی ولایت سے منکر
ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انہی کلماتِ سُکر یہ کو ظاہری معنوں پر محمول کر کے
قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقائدِ حقہ سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو علومِ ظاہری ہی کو کافی و وافی سمجھتے ہوئے طریقت حاصل
کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے، بعض ایسے بے ادب ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کی شان

نہ سمجھتے ہوئے اور ان کے حقوق پر نظر نہ رکھتے ہوئے ان کی شان میں سو یادنی اور گستاخی کرتے ہیں اور بعض اس قدر تعظیم و تکریم کی جانب مشغول ہو جاتے ہیں کہ گویا ان کو پوجنے ہی لگتے ہیں اور ان سے سنتیں مانگتے اور ان کی قبروں کا بیت اللہ کی طرح طواف کرتے ہیں۔ الغرض دونوں طرف افراط و تفریط کا بازار گرم ہے اور غلو و محبت اور شریت مخالفت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔

القصد جب اس فقیر نے یہ امور دیکھے تو ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے کہ جس کے پڑھنے سے لوگوں پر ولایت کی اصل حقیقت ظاہر ہو جائے تاکہ ایسے لوگ افراط و تفریط سے باز آجائیں۔ اگرچہ اس فن میں علمائے سلف و خلف نے مفصل و مبسوط کتابیں لکھی ہیں اور مختصر اور عام رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں لیکن یا تو وہ اتنی بڑی بڑی کتابیں ہیں کہ عام لوگ ان کے خریدنے اور پڑھنے اور دقت فن کے باعث سمجھنے سے بھی قاصر ہیں، یا وہ اتنی مختصر ہیں کہ اکثر و بیشتر ضروری مسائل سے بھی خالی ہیں، نیز تصوف کے ایسے مسائل جن کی سالک کو دن رات ضرورت پڑتی ہے اور اس راستے کی گہرائیوں کی وجہ سے ہر وقت بھٹکنے کا خطرہ لگا رہتا ہے اور دوسری ضروری چیزوں مثلاً ادعیہ موقوتہ ماثورہ وغیرہ سے بھی اکثر کتب تصوف عاری ہوتی ہیں اس لئے حسب ارشاد و رہنمائیے مرشدی و مولائی بقیۃ السلف حجۃ الخلف حاجی سنت حاجی بدعت حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی احمد پوری مدظلہم العالی لازالت شمس برکاتہ بازغہ علی قلوب المسترشدین اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے وہ امور و مسائل جو عوام سے تعلق رکھتے ہیں حصہ اول میں درج کئے جاتے ہیں اور خواص سے تعلق رکھنے والے مسائل انشاء اللہ العزیز حصہ دوم میں پیش کئے جائیں گے۔

حضرت مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب پانی پتی و مستری محمد رمضان صاحب پانی پتی و

دیگر معاونین و مشیرین کا تہ دل سے شکر یہ ادا کرتے ہوئے اب اصل مضمون شروع کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ منظور و مقبول فرمائے، آمین۔ وما توفیقی الا باللہ

لہ افسوس کہ ہر دو موصوف انتقال فرمائے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ترغیب و ترہیب

اے عزیز بانیز! ہوشیار ہو، اور اپنی چند روزہ زندگی کو غنیمت جان، خداوند تعالیٰ کی طرف دھیان لگا، تو کس چیز پر دھوکا کھا گیا ہے اور کس امید پر بھروسہ کر بیٹھا ہے، جب عمر کے لئے کوئی خاص مہلت مقرر نہیں ہے تجھے کیا خبر ہے کہ کس وقت تو دنیا سے کوچ کر جائیگا آج کے دن ہمیشہ کی نیکی کوشش کے ساتھ حاصل کر اور جب وہ وقت آجائے جس کی قرآن مجید میں خبر دی ہے یعنی "اِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ" (پس آج وہ خبر جب ان کی موت آجاتی ہے تو (وقت مقرر ہے) نہ ایک ساعت آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے) اور ابھی تیرے سب کام ادھورے ہی ہوتے ہیں کہ تجھ کو اس دنیا سے اٹھایا جاتے ہیں، اس وقت تو کیا بہانہ کرے گا اور اپنے چھٹکارے کے لئے کونسی دلیل پیش کرے گا۔ ماں باپ، بیوی بچے، بھائی بہن، دوست احباب، مال و مرتبہ، شان و شوکت سب کے سب نیکی کے راستے کی رکاوٹیں ہیں جنہوں نے تجھے اصل مقصود سے دور ہٹا دیا ہے۔ آخر کار سب کو اسی جگہ چھوڑ کر مٹی کے نیچے جانا ہے۔

نقل ہے کہ شہنشاہ سکندر اعظم نے اپنے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھوں کو کفن سے باہر رکھنا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا اس لئے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا سے خالی ہاتھ جانا ہوں اور کسی چیز کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتا۔ اشعار

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| بے زری کا نہ کر گلہ غافل | رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا |
| کتنے منعم جہان میں گزرے | وقت رحلت کے کس کئے زر تھا |
| صاحب جاہ و شوکت اقبال | دیکھ ازا نجلہ اک سکندر تھا |
| تھی یہ سب کائنات زیر نیکیں | ساتھ مور و بلخ ساٹ کر تھا |
| لعل و یاقوت ہم زر و گوہر | چاہے جس قدر بیستر تھا |
| آخر کار جب جہاں سے چلا | ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا |

پس عبرت کی آنکھ سے دیکھ، ہمارے وہ ساتھی جو دنیا کے مال و دولت سے خوش تھے

اور جنہوں نے دنیاوی کاموں کے پورا کرنے میں ایسی ایسی تدبیریں کی ہیں کہ عقل دنگ اور فکر حیران رہ جاتی ہے وہ کہاں گئے، ان کے وجود سے کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ ان کے حالات سے کوئی واقف نہیں تو گل کو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں تو اس کے پروسیوں کی رو میں آواز دیتی ہے کہ اے عزیز! تو ہم سے تھوڑی دیر بعد آیا اور ہم تجھ سے پہلے یہاں پہنچ گئے۔ ہمارا حال دیکھ کر تو نے کیوں عبرت حاصل نہ کی اور ہم سے جو غفلت اور سستی وغیرہ ہوئی تھی تو نے اس سے گریز کیوں نہ کیا، اپنی تمام لیاقت کو بیکار چھوڑ دیا اور اپنی تمام پونجی کو سستی میں برباد کر دیا، افسوس صد افسوس! ہم بیہوشوں اور بے عقلوں سے بُری عادتوں کے سوا اور کوئی نیک کام ادا ہی نہیں ہوتا اور حد درجہ کی غفلت کے سبب سے ہم کبھی ہوشیار اور واقف نہیں ہوتے اور اس دنیا کی مٹ جانے والی لذتوں اور نفسانی خواہشوں ہی سے دل کو خوش کرتے اور لگن رہتے ہیں۔ ہم نے دین کی پونجی کے ڈھیر میں لالچ اور خواہش کی آگ دبا رکھی ہے، کس قدر افسوس اور شرمندگی ہے کہ ہماری تمام عمر نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ کر خدائے تعالیٰ کے حکموں کے برخلاف بریاد ہو گئی اور کوئی ایسا کام ہم سے نہ ہو سکا جو آخرت کے عذاب سے چھٹکارے کا سبب ہوتا، اب جو بڑھاپے کی کمزوری نے ہم پر ڈیرا ڈال دیا اور وہ جوانی کی طاقت اور امنگ جاتی رہی تو سوائے افسوس اور شرمندگی کے ہم سے اور کیا ہو سکتا ہے۔ پس سب سے زیادہ عقلمند آدمی وہی ہے جو اپنے تمام اوقات خدائے تعالیٰ کی یاد میں محفوظ رکھ کر نیکیوں کے خزانے جمع کرے اور اس چند روزہ زندگی کو لالچ اور خواہش کے برخلاف خدا کے راستے میں قربان کر دے، کیونکہ نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا ہی ایک ایسا بُرا کام ہے جو ہمیشہ کی نیک بختی کیلئے رکاوٹ ہے اور جو انسان کو خدائے تعالیٰ کے راستے سے دُور لے جاتا ہے اور اس کے حکم کے برخلاف لاکھوں خواہشوں کو ہمارے اندر پیدا کرتا ہے اور اپنی حرص و ہوا، شہوت، تکبر، بخل، حسد، غصہ، غیبت، خود بینی وغیرہ کو ہم پر مقرر کرتا ہے۔ پس نفس دراصل آدمی کا دوست نہ دشمن ہے یعنی ظاہر میں دوست ہے لیکن دراصل دشمن ہے۔ جو آدمی

اس کا تابع اور فرمانبردار ہوتا ہے وہ ہزاروں خرابیوں میں پھنس جاتا ہے چھوٹے اور بڑے گناہوں میں لگ جاتا ہے اور آخرت کی نیکی حاصل کرنے سے بالکل خالی رہ جاتا ہے، اگرچہ آج انسان کو نفس کی برائیاں اور مکاریاں معلوم نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے اس کے مطابق کرتا ہے لیکن کل (مرنے کے بعد) بدلے کے دن ایسے کاموں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور جو کچھ آج کر رہا ہے سب کا سب اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا پس جب تک نفس اتارہ کی خود رانی اور میں پن زندہ ہے اور اس کا حکم قائم ہے اسلام کے کارخانے میں خرابی پر خرابی ہو رہی ہے البتہ جب نفس اتارہ کی حالت نفس مطمئنہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہ ریاضت و مجاہدہ سے قابو میں آ جاتا ہے فرمانبردار اور اطاعت

شعار ہو جاتا ہے اس وقت انسان کے لئے امن ہی امن ہے اور وہی مقام اعلیٰ علیین ہی

قوله تعالى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

الْمَأْوَىٰ (پتہ سوڈانازعا) لیکن جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو

خواہشات سے روک رکھا پس بیشک بہشت ہی اس کے رہنے کی جگہ ہے) یہی وجہ ہے کہ حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو کافروں کے ساتھ جہاد کرنے پر زبردگی

اور برتری دی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى

الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (اب ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد (اصلاح نفس) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) تاکہ

یہ خدائے تعالیٰ کے احکام کے سوا کوئی کام نہ کرے بندگی کے راستے سے منھ نہ موڑے اور انکا

وسرکشی کو چھوڑ کر مکار دشمن (نفس اتارہ) سے بیزار ہو کر خدائے تعالیٰ کی غلامی اور فرمانبرداری

میں لوٹ آئے اور رات دن خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کوشش کرے۔

پس اس مطلب کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے

اس کے ظاہر کو طرح طرح کی خوبصورتیوں سے سجایا اور چمکایا گیا ہے، دیکھنے میں بیٹھی اور

تروتازہ نظر آتی ہے لیکن اصل میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا

کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے۔ اس کا باطن بالکل

خراب اور بہت بُرا ہے اور اسقدر گندہ ہوتے ہوئے اس کا معاملہ دنیا والوں کے ساتھ

اس سے بھی زیادہ بُرا ہے جو بیان ہو سکے، اس کا چاہنے والا جادو کا مارا ہے، جو اس میں پھنسا اس نے دھوکا کھایا اور وہ دیوانہ ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھانا اس کے ہاتھ آیا اور جس نے اس کی مٹھا اس اور ترو نازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اُسے نصیب ہوئی۔ سرور کائنات حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا صَرَّتَانِ إِنْ رَضِيَتْ أَحَدًا هُمَا سَخِطَتِ الْآخِرَى (یعنی دنیا اور آخرت آپس میں سوکن ہیں اگر ایک راضی ہوگئی تو دوسری ناراض) پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوگئی اور وہ آخرت سے بے نصیب ہو گیا حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔ آمین

اے عزیز! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا وہی ہے جو تجھے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہٹائے رکھے مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

چیت دتیا از خدا غافل بُدن نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

پس زن و مال، جاہ و ریاست، لہو و لعب اور یہودہ کار و بار میں مشغول ہونا سب خدائے تعالیٰ سے غافل کرنے والے ہیں اس لئے سب دنیا میں داخل ہیں اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں سب دنیا ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ علموں سے بھلائی اور نیکی مقصود نہ ہو تو ایسے علوم کا حاصل کرنا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا اگر ان کا حاصل کرنا فائدہ دیتا تو فلاسفہ خدا کے عذاب سے چھٹکارا پانے والے ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عَلَامَةٌ إِعْرَاضِهِ تَعَالَى عَنِ الْعَبْدِ اسْتِعَالَهُ بِمَا لَا يَعْغِيهِ (یعنی بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا خدائے تعالیٰ کے منہ پھیر لینے کی نشانی ہے)۔"

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ علم نجوم وقت کے پہچاننے کے لئے درکار ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نجوم کے بغیر وقت پہچانے نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نجوم وقت پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت لوگ علم نجوم نہیں جانتے مگر نماز کے وقتوں کو نجوم کے جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں۔ اور علم منطق و حساب وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی جن کا مختصر طور پر حاصل کرنا شرع شریف کے علموں میں ضروری ہے ہی وجہ بیان کرتے ہیں

غرضکہ بہت سے جیلوں کے بعد ان علموں میں مشغول ہونے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے مگر اس شرط پر کہ شرع کے حکموں کو پہچاننے اور علم کلام کی دلیلوں کو مضبوط بنانے کے سوا ان کے حاصل کرنے سے اور کوئی غرض نہ ہو۔

انصاف کرنا چاہئے کہ جب ایک جائز کام جس کے اختیار کرنے سے دوسرے واجب فوت ہو جائیں اباحت سے نکل جاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ جن علوم میں مشغول ہونے سے شرع شریف کے علوم میں مشغول ہونا ترک ہو جائے کیوں کر جائز ہوں گے بہر حال غرض یہ ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور ضرورت کے مطابق اکتافیت کی جائے اور ان میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ عبادت کے ادا کرنے کی طاقت حاصل ہو مثلاً کھانے سے مقصود عبادت ادا کرنے کی طاقت اور پوشاک سے ستر عورت اور گرمی سردی کا دور کرنا ہے، باقی ضروری مباحات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے کیونکہ عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّمَّا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** **وَأَمَّا الْكُلِّ أَمْرٍ مَّا كَوَىٰ** الحدیث (بیشک عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے) اپنا عمل عزیمت پر اختیار کرنا چاہئے اور رخصت سے جہان تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہئے اور عزیمت یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق کو کافی سمجھے۔ اگر یہ دولت حاصل نہ ہو تو مباحات اور رخصت کے دائرے سے پاؤں باہر نہ نکالنا چاہئے اور حرام اور شبہ والی چیزوں کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے اپنی نہایت مہربانی سے مباح چیزوں کے ساتھ پورے طور پر لذت حاصل کرنا جائز فرمایا ہے اور اس قسم کی نعمتوں کو بہت زیادہ کر دیا، ان نعمتوں اور لذتوں سے ہٹ کر کونسا عیش اس کے برابر ہے کہ بندہ کا مالک اس کے کام سے راضی ہو جائے جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی دوزخ سے بھی بُری ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی وہ درانقاب الٹ دیں تو ابھی بہا آئے

یہ انسان اپنے مالک کے حکم کا تابع غلام ہے اس کو اس طرح خود مختار نہیں بنایا کہ جو چلے کرے اس سے کچھ سوال ہی نہ ہوگا۔ غور کرنا چاہئے اور خوب عقل سے کام لینا چاہئے

تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی اور نقصان حاصل نہ ہو۔ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہی اور جوان مرد وہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے اور فرصت کو بہتر جانے ممکن ہے کہ اس کو بڑھاپے تک پہنچنے نہ دیں، اگر پہنچنے بھی دیں تو اطمینان حاصل نہ ہو اور اگر حاصل بھی ہو تو کمزوری اور سستی کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ اس وقت اطمینان کے سامان موجود ہیں، فرصت کا زمانہ اور طاقت کا وقت ہے کسی بہانے سے آج کا کام کل پر نہیں ڈالنا چاہئے اور دین کے کام میں تسلیف (تاخیر) نہیں کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَلَاكَ الْمَسْوِفُونَ (مساوف افعال کے والے یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے) ہاں اگر کہیں دنیا کے کاموں کو کل پر ڈالیں اور آج آخرت کے عملوں میں لگ جائیں تو بہت ہی اچھا ہے جیسا کہ اس کا خلاف بہت ہی بُرا ہے۔ جوانی کے وقت جبکہ دین کے دشمنوں یعنی نفس و شیطان کا غلبہ ہے تھوڑا عمل بھی اس قدر مقبول ہے کہ ان کا غلبہ نہ ہونے (بڑھاپے وغیرہ) کے وقت کسی گنا زیادہ عمل اتنا مقبول نہیں، فوج میں دشمنوں کے غلبہ کے وقت کام کرنے والے سپاہیوں کی تھوڑی سی محنت اس قدر پسند اور مقبول ہوتی ہے کہ دشمنوں کی شرارت سے امن کے وقت بہت سی محنت ویسی نہیں ہوتی چنانچہ انسان کے پیدا کرنے سے (جو تمام موجودات کا مجموعہ اور چوڑھے) سرف کھیل کود اور کھانا سونا مفسود نہیں بلکہ اس سے مقصود عبادت کے طریقوں کا ادا کرنا اور عجز و انکساری، احتیاج و التجا اور خداوند تعالیٰ کی جناب میں گریہ و زاری کرنا ہے تو لہ تعالیٰ

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (سورۃ ۵۱ آیت ۵۱) (یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا) پس وہ عبادتیں جو آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع شریف نے ہمیں بتائی ہیں اور ان کے ادا کرنے سے بندوں کے فائدے اور منافع مقصود ہیں اور خداوند تعالیٰ کی جناب ان کی احتیاج سے پاک ہے۔ دل و جان کے ساتھ احسان مانتے ہوئے ادا کرنی چاہئیں۔ حق تعالیٰ نے بالکل بے پروا ہوتے ہوئے بندوں کو اوامر و نواہی کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور بڑی احسان مندی سے احکام بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے۔

لہ المسوف من يقول سوف افعال یعنی سوف وہ ہے جو سوف افعال (اب کرنا ہوں) کہا کرتا ہے۔

اے عزیز یا تمیز! اگر دنیا داروں میں سے کوئی شخص جو ظاہری شان و شوکت اور مرتبہ رکھتا ہے، اپنے سے نیچے کام کرنے والے ملازم کو کسی خدمت سے سرفراز فرمائے۔ حالانکہ اس خدمت میں حکم دینے والے کا بھی نفع ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ماتحت اس حکم کو کتنا پیارا جانتا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ خدمت اس کو ایک بڑے مرتبہ والے شخص نے تفویض فرمائی ہے بڑی احسان مندی کے ساتھ بجالاتا ہے تو پھر کیا بلا پڑی کہ خدا تعالیٰ کی بزرگی اس شخص کی بزرگی سے کم نظر آتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنے میں کوشش نہیں کی جاتی بترم کرنی چاہئے اور خوابِ خرگوش سے اپنے آپ کو ہشیار کرنا چاہئے۔

نقل ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس بادشاہ کا ایک وزیر آیا اور کہا کہ میرے لئے آپ دعا فرمائیں کہ میں ہمیشہ بادشاہ کی خدمت کرتا اور اس کا بھلا چاہتا رہوں اور اس کی خفگی اور سزا سے ڈرتا رہوں۔ ذوالنون مصریؒ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ اگر میں خدائے تعالیٰ سے اتنا ڈرتا جتنا کہ وزیر اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے تو صدیقیوں میں سے ہوتا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گر نبودے امیدِ راحت و رنج پائے درویش بر فلکِ بودے
گر وزیر از خدا بترسیدے ہنچناں کز نلک، نلک بودے

خدا کے حکموں پر نہ چلنا دو باتوں سے خالی نہیں، یا شرعی خبروں کو جھوٹا جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا، یا خدائے تعالیٰ کی بزرگی اور شانِ دنیا داروں کی شان کی نسبت اس کو بہت ادنیٰ نظر آتی ہے۔ اس بات کی برائی اچھی طرح معلوم کرنی چاہئے۔ اے دوست اگر ایسا شخص بھی جس کا جھوٹ کئی دفعہ تجربہ میں آچکا ہو کہدے کہ دشمن غلبہ پا کر فلاں قوم پر چھاپہ باریں گے تو اس قوم کے عقلمند اپنی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اس مصیبت کے دور کرنے کی فکر کریں گے حالانکہ انھیں معلوم ہے کہ وہ خبر دینے والا شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہا ہے لیکن کہتے ہیں کہ خطرے کے خیال کے وقت عقلمندوں کے نزدیک احتیاطِ ضروری ہے پس جب ہمیشہ سچ بولنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کے ساتھ آخرت کے عذاب کی خبر دی ہے تو لوگوں پر کیوں اثر نہیں ہوتا۔

کیونکہ اگر اثر ہوتا تو اس کے دور کرنے کی فکر کرتے حالانکہ اس کے دور کرنے کا علاج بھی سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ پس یہ کیا ایمان ہے کہ سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو اس جھوٹے کی خبر کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ظاہری اسلام عذاب سے چھٹکارا نہیں دلانا، یقین حاصل کرنا چاہئے اور یہاں یقین تو دور رہا گمان بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقلمند خطرے کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: **وَإِنَّ اللَّهَ بِصِغِيرَاتِكُمْ غَاطٌّ** (یعنی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو) اس کے باوجود بُرے بُرے فعل واقع ہوتے ہیں اگر ہمیں معلوم ہو کہ کوئی ادنیٰ شخص ہمارے عملوں سے خبردار ہے تو ہرگز برا فعل اس کی نظر کے سامنے نہ کریں۔ پس ان کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا حق تعالیٰ کی خبر کا یقین نہیں کرتے یا حق تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ تو خود ہی سوچنا چاہئے کہ اس قسم کے فعل ایمان سے ہیں یا کفر سے۔ پس اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **جِدِّدُوا إِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (اپنے ایمان کو تازہ کرو) اور خدائے تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے دل سے توبہ کر کے جن کاموں سے منع فرمایا ہے اور جن کو حرام فرمایا ہے ان سے بچنا چاہئے۔ پانچوں وقت نماز کو جماعت سے ادا کرنا چاہئے اور اگر تہجد کی نماز کے لئے رات کا جاگنا حاصل ہو جائے تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج و دیگر شعائر اسلام کے بجالانے میں سستی نہ کرنی چاہئے، حلال کی روزی حاصل کرنا، طمع کے پیچھے نہ پڑنا، اور قدرِ کفایت پر بس کرنا چاہئے کیونکہ

کار دنیا کسے تمام نہ کرد

ہرچہ گیرید مختصر گیرید

تاکہ اس دنیا کو چھوڑتے وقت افسوس نہ ہو۔

اب ذکر کے فضائل اور اس کے مناسب امور بیان کئے جاتے ہیں۔

فضائل ذکر اللہ جل جلالہ

اے عزیز! خوب جان لے کہ جس شخص نے غفلت پر وہ اپنے دل سے اٹھا دیا اور دل کے شیشے کو ذکر کی جلا سے صاف و شفاف کر لیا اس کا سینہ خدائے تعالیٰ کے بھیدروں کا خزانہ ہو گیا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا مطلع بن گیا۔ ہر ایک چیز کے صاف کرنے کیلئے ایک صیقل (ریتی) ہوا کرتا ہے اور دل کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر اور موت کی یاد ہے۔ اگر تو خدائے تعالیٰ کی دوستی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس دولت کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے تو سب تعلقوں کو اپنے سر سے پھینک کر اس کی یاد میں مستغرق ہو جا کیونکہ خدائے تعالیٰ کی دوستی کا یہی نشان ہے کہ اسی کو یاد کیا جائے، اسی لئے کہا گیا ہے ”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرًا“ (یعنی جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس کا بہت ہی ذکر کرتا ہے) خدائے تعالیٰ کی دوستی کی حقیقت اس کی یاد میں لگے رہنا ہے۔

ایک دن حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں کہا، اے خداوند! مجھے کیونکر معلوم ہو کہ کون تیرا دوست ہے اور کون دشمن؟ حکم ہوا کہ میرا ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور مجھ سے غافل میرا دشمن۔ پس طالب حق کا فرض ہے کہ اپنے دل کو جو حضرت کبریاء جل جلالہ کے نوروں اور بھیدروں کے ظاہر ہونے کا مقام ہے اللہ پاک کے ذکر کے ساتھ مچلی کرے اور اسے دنیا کی محبت اور اس کی کثافت سے پاک و صاف کرے تاکہ دوستی کے مرتبے پر فائز ہو سکے۔ خدا کے بھیدروں کے مظہر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ذکر الہی کلہاڑے کی طرح ہے جو خطروں کے تمام کانٹوں کو دل کے جنگل سے تراش دیتا ہے اور دل میں غیر کا نام و نشان تک نہیں چھوڑتا۔ جب دل خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے پاک ہو جائے اور باسوا کی پکڑ سے چھٹکارا جائے اور ذکر کرنے والے کا مطلوب و معشوق غیر نہ رہے تو ظاہر و باطن میں اس کا مطلوب رونق افروز ہوتا ہے۔ پس ایک لمحہ بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہئے اور اپنے رات دن کے تمام وقتوں کو ذکر الہی میں لگا دینا چاہئے۔

کیونکہ اس کے راستے کی بنیاد بہت ذکر کرنے پر ہی موقوف ہے اور آخرت کی بھلائی بجز خدا کی یاد رہی پر ہی منحصر ہے قولہ تعالیٰ **وَادْكُرُوا لِلّٰهِ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** (آیت س ۶۲) یعنی خدائے تعالیٰ کا بہت ہی ذکر کیا کرو تاکہ تمہیں بھلائی نصیب ہو پس آدمی کے لئے اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی یاد ہو، تاکہ اس کی برکت (ذکر کی کثرت) سے غیر اللہ کا خیال ہی جانا رہے اور اپنے مظہر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اَنَا جَلِيْسٌ مِّنْ ذِكْرِيْ** (حدیث قدسی) (میں اس شخص کا ساتھی ہوں جو مجھے یاد کرے) یہیں سے ہمنشین ظاہر ہوتی ہے اور اعلیٰ درجے اور بڑے بڑے رتبے حاصل ہوتے ہیں لیکن طبیعت کے جال کے گرفتاروں کو اس دولت کی کیا خبر اور غفلت کی نیند کے نشہ میں ڈوبے ہوؤں کو اس بیان سے کیا اثر ہے

عندليب مست داند قدر گل چغدر از گوشه ویرانه پرس

(یعنی پھول کی قدر مست بیل ہی خوب جانتی ہے۔ ویرانہ جنگل کے کونہ کی بابت اگر کچھ دریافت کرنا ہو) تو اُو سے پوچھو) خدا کی محبت کے فدائی جب دم بھر بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں تو ایسے بے آرام و بے چین ہوتے ہیں جیسے خشکی پر مچھلی، بلکہ اس دم کو مردہ دم اور بھاری گناہ جاتے ہیں۔

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست میان دیدہ اگر نیم دوست کمتر نیست

(یعنی دوست کی جدائی اگرچہ تھوڑی دیر کی ہو وہ تھوڑی نہیں جیسا کہ اگر آنکھ میں آدھا بال بھی ہو تو کم نہیں ہے)۔

اس کا سبب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی یاد ایسی چیز ہے کہ ہر دم ایک تازہ درد اور بے اندازہ شوق بڑھاتی ہے اور ذکر کے باطن کو صاف و مصفیٰ کرتی ہے۔ اندر دنی سیاہی اور نفس کی سختی کو دور کرتی ہے اور یا سوئی اللہ کے خیالات کو دل سے دور کرتی ہے اور اس پاک ذات کو اپنے دل میں حاضر رکھنے کی خبر دیتی ہے اور فنا اور مستی کا مزہ چکھاتی ہے یعنی تجھ کو تجھ سے غائب کر کے خدا کی طرف بلاتی ہے اور تجھ کو تجھ سے چھڑا کر معشوق حقیقی کا راستہ دکھاتی ہے اور یہ مطلب سارے سالکوں کا مقصود اور تمام طالبوں کا مطلوب ہے۔

اے عزیز! جو سانس غیر اللہ کے بغیر محبت و شوق کی رو سے خدا کی یاد میں آتا ہے وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے بلکہ اس سانس پر دنیا اور اس کی چیزوں کو قربان کر دیا جائے

تو عین مناسب اور بالکل درست ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی سے سنا کہ خدائے تعالیٰ نے سلیمان کو اتنی بڑی سلطنت و دولت کا مالک بنا دیا ہے کہ کسی شخص کو نصیب نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "اے نادان! خدا گواہ ہے کہ ایک خدا کو ماننے والے مومن کا صدق اور اخلاص کے ساتھ ایک مرتبہ کلمہ تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ) کہنے کا ثواب سلیمان کی بادشاہت سے بہتر ہے" اس لئے کہ یہ بادشاہت فانی ہے اور اس کی تسبیح کا ثواب باقی۔ اور باقی اگرچہ اندازاً تھوڑا ہو، فانی سے جو اندازاً بہت ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بدہی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

(جس شخص نے تجھ کو پہچان لیا وہ اپنی جان و اولاد و بیوی اور گھر کا کیا کرے تو اپنا دیوانہ بنا کر اس کو دونوں جہان عطا فرماتا ہے، تیرا دیوانہ دونوں جہان کا کیا کرے۔)

نقل ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایک شخص کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا، انھوں نے تمام دنیا میں اس کو بہت تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا آخر خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات کی "خدا یا! جس شخص کی جان قبض کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے وہ مجھے تمام دنیا میں نہیں ملتا" ارشاد ہوا کہ وہ شخص ہماری یاد میں لگا ہوا ہے پس جب تک وہ اس میں لگا ہوا ہے تو اس کو نہیں پاسکتا ہاں جب ہمارے ذکر سے وہ غافل ہو جائے (تب تیرے قبضے میں آئے گا) لیکن اس سعادت کا تلج ہر ایک سر پر نہیں رکھتے اور یہ شہبازوں کی خوراک ہر ایک کم ہمت کے منہ میں نوالہ بنا کر نہیں دیتے قولہ تعالیٰ ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور داد ہے وہ جس کو پسند کرتا ہے اس کو عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے)۔ اشعار

ہر کسے راسوئے گنج ار رہ بُدے
ہر گدائے اندریں رہ شہ بُدے
چشم کو تا گنج بیند در جہاں
گوش کو تا بشنود او صافِ آں

یعنی اگر ہر ایک شخص کا راستہ خزانے کی طرف ہوتا تو ہر ایک بھیک مانگنے والا اس راستے میں شہنشاہ بن جاتا۔
وہ آنکھ کہاں ہے جو اس خزانے کو دیکھے اور وہ کان کہاں ہیں جو اس کے اوصاف کو سُنیں۔

پس خدائے تعالیٰ جس کو نہایت مہربانی اور بندہ پروری سے اپنی محبت کا ایک
ٹھونٹ چکھاتا ہے اور اپنی پہچان کا لباس پہناتا ہے اس کو اپنی یاد میں مستغرق کر دیتا ہے
اور نیکی کی ہمت کو اس کا ساتھی بنا دیتا ہے اس لئے کہ ہمیشہ کی نیکی اور اصلی بھلائی خدائے
تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے اور لاکھوں برکتیں، خوبیاں اور نیکیاں ذکر سے ہی اپنا
مبارک چہرہ دکھاتی ہیں مثلاً اول جب بندہ خدا کا ذکر شروع کرتا ہے تو اس کا دل خدا کے
حضور میں حاضر ہوتا ہے اور پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دل کی
آنکھ سے دیکھتا ہے۔ دوم خدائے تعالیٰ ذکر کی برکت سے ذکر کرنے والے کو
گناہوں سے دور رکھتا ہے۔ سوم جب بندہ بہت ذکر کرتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ
کی دوستی کی عظمت و بزرگی اس کے دل میں مضبوط ہو جاتی ہے چھارم جو شخص
خدائے تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔ پنجم جو شخص
خدائے تعالیٰ کے ذکر میں اس فنا ہونے والی دنیا سے چل بسے تو خدائے تعالیٰ کا ذکر
قبر میں بھی اس کو تسلی دیتا اور اس کا غم دور کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ
خدائے تعالیٰ نے فرمایا "میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے کہ اگر جبرئیل اور
میکائیل کو بھی عطا کرتا تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کرتا وہ یہ ہے قولہ تعالیٰ فَاذْكُرُونِي
اَذْكُرْكُمْ (آیت ۱۵۲ س ۲) (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)

پس اس سے زیادہ نیک سختی کیا ہوگی کہ حق تعالیٰ اس بندے پر اپنی یاد سے
مہربانی کرے اور برخلاف اس کے اس سے بڑھ کر بد سختی کیا ہوگی کہ انسان بڑے زہول
اور اونچے درجوں پر پہنچنے کی قابلیت کے ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو ان نعمتوں سے
بے نصیب رکھے۔ دیکھو! آدمی کے خیال میں ہزاروں بلکہ لاکھوں بیہودہ خیالات
گزرتے ہیں اگر ان کی جگہ ذکر الہی کو اختیار کرے اور بیٹھتے اٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے
پیتے، بولتے چالتے، تنہائی اور مجلس وغیرہ میں خدائے تعالیٰ کی یاد میں ہی مشغول رہے۔

تو اس کے لئے کچھ مشکل نہیں لیکن اس میں پوری پوری کوشش اور ہمت کی ضرورت ہے اور اس کی ترکیب یہی ہے (جیسا کہ ہم آگے چل کر مفصل بیان کریں گے) کہ ہر کام کے کرتے وقت خدائے تعالیٰ کی مرضی یا نامرضی کو معلوم کرے یعنی یہ معلوم کرے کہ شرع شریف نے اس کام کے کرنے کا حکم یا اجازت دی ہے اور خدائے تعالیٰ اس سے خوش ہوگا، یا اجازت نہیں دی اور وہ ناخوش ہوگا۔ پس ناپسندیدہ کاموں کو چھوڑ کر پسندیدہ کاموں کو خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے اور اپنی نیت کو اس کے لئے خالص کر دے کیونکہ عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے:

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ“ (مسلم عن ابی ہریرہ)

(بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے) اور ہر کام کے شروع اور خاتمے پر ان دعاؤں کو پڑھے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور جن کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں درج کریں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل بہشت پر اس سے زیادہ کوئی حسرت نہ ہوگی کہ دنیا میں خدائے تعالیٰ کی یاد کے بغیر ایک لمحظہ بھی ان پر کیوں گذرا تھا۔ پس جو شخص اپنے دل کو ایک طرف لگا کر اور اِدھر اِدھر بھٹکنے کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی یاد میں (جو اولیاء کی پونجی اور پرہیزگاروں کا لباس ہے) ہمیشہ لگا رہے اور کسی وقت بھی خدائے تعالیٰ کے ذکر کے بغیر آرام نہ لے اور اس کے سوا اس کے دل کو چین نہ آئے۔ وہ ایسی دولت کو پاتا ہے جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ اور حقیقت میں وہ یہی ذکر ہے جو دل کے کام کو لذت اور ذوق بخشتا ہے، یہی ذکر ہے جو مفلسوں کی پونجی ہے اور عاشقوں کے جھونپڑوں کا چراغ ہے، یہی ذکر ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور طالبوں کو مطلوب تک پہنچاتا ہے، یہی ذکر ہے جو سالکوں کو ان کی ہستی سے الگ کرتا اور حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرانا ہے۔

اے عزیز! حضرت رب العزت کی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل اور خدائے تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں کا اس بات پر

اتفاق ہے کہ طالبِ مولیٰ کو شروع میں ذکر کے سوا اور کسی کام میں لگنا حرام ہے۔ قولہ تعالیٰ

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (آیت ۷۲ سے) (یعنی جو شخص اس

دنیا میں اندھا ہے وہ عالمِ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت دور جا پڑا ہوگا)

اب، دل کے کان سے سن اور ہوش رکھ کہ خَيْرَ الَّذِ كِرِ الْخَفِيُّ (سب سے بہتر ذکر

”ذکرِ خفی“ ہے) یعنی دل سے خدائے تعالیٰ کو یاد کرنا (بغیر آواز کے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ وہ ذکرِ خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں (ذکرِ جہر سے) ستر درجے بڑھا ہوا ہے۔ جب

قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کرنا کا تبین

اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں؟

وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو، تو

ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، وہ ذکرِ خفی ہے

(مسند ابویعلیٰ بروایت عائشہ) پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد خدائے تعالیٰ کے خزانوں

میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظر سے اس کو چھپا کر رکھے اور

خدائے تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے اس جیسا کوئی نیک بخت نہیں ہے۔ اگر تجھ

میں کچھ ہمت ہے تو اس راستے میں بہادرانہ آ، اور خدائے تعالیٰ کے ذکر کی چابی سے غفلت کا

قفل کھول، زندگی بہت تھوڑی ہے اور سفر بہت لمبا ہے، موت کی گھڑی سر پر گھڑی ہے

اور ایک سخت ڈراؤنی جگہ میں جانا ہے وہاں نہ کوئی دوست ہوگا جو دوستی کا حق ادا کر سکے،

نہ کوئی مددگار ہوگا جو کسی قسم کی مدد کر سکے، صرف فضلِ الہی کے ساتھ نیک اعمال کام آئیں گے۔

اگر آج کے دن تجھے خدائے تعالیٰ کے ذکر کی عادت ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہان کی

دولت اور نیک بختی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ جب ذکرِ الہی کی برکت سے انسان کا دل ماسویٰ

کے میل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس کی صفائی حد درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور وہ خدائے

تعالیٰ کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور خدائے پاک کی درگاہ کا مقبول بن جاتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ السامی خدائے تعالیٰ کی یاد میں

ایسے محو رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک ہر روز آپ کی خدمت میں جاتا رہا

لیکن وہ ہر روز اس سے پوچھتے کہ تمہارا کیا نام ہے؟ ایک دن اس نے کہا اے حضرت شیخ! میں بیس برس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور ہر روز جس وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ دراصل ایک نام (اللہ کا) میرے دل پر غالب آ گیا ہے اور باقی تمام ناموں کو اس نے بھلا دیا ہے۔ جس وقت تیرا نام لینا چاہتا ہوں اس نام کی شرم سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔ پس اے عزیز! جو شخص خدا کا طالب ہے وہ ہر وقت اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے۔ اور اللہ والوں کی جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے ذکر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اب اصل مدعا ظاہر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ویسے تو ہر قسم کی عبادت اور ہر کام شریعت کے مطابق اور سنت کے موافق کرنا ذکر ہی ہے لیکن ہماری مراد یہاں مخصوص ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا ورد رکھنا اور ان میں سب ذکروں سے بہتر اور بڑھ کر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ثواب ترازو کے ایک پلٹے میں رکھا جائے اور دوسرے پلٹے میں ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے ان سب کو رکھا جائے تو کلمہ طیبہ والے پلٹے کا وزن بہت بھاری پایا جائے گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں اگر تمام جہان میں بانٹ دی جائیں تو ہمیشہ سب کو کفایت کریں اور تروتازہ رکھیں اور انسان جان لے کہ کفر اور کدورت کے دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا عمل نہیں ہے اس لئے ہمیشہ کی نیک بختی اور دولت کا راز یہی کلمہ طیبہ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

کیا ہی اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے اسی سے حاصل ہے اور جو بھید ہے اسی سے حل ہو جاتا ہے اور طالب کا مطلب بھی اسی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر تجھ میں ہوش اور سننے کے کان ہیں تو اس ذکر کی فضیلت حدیث شریف سے سن۔ حدیث عن ابی سعید بن الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال قال موسی یارب علمنی شیئاً اذ کرمک بہ وادعوک بہ قال قل لا الہ الا اللہ قال یارب کل عبادک یقولون ہذا قال قل لا الہ الا اللہ قال اما اريد شیئاً تخصنی بہ قال یا موسی لو ان السموات السبع والارضین السبع فی کفۃ ولا الہ الا اللہ فی کفۃ ما لنت بہذ لا الہ الا اللہ۔ رواہ النسائی وابن جبان والحاکم کلہم من طریق دراج عن ابی الہیثم عند قال الحاکم صحیحہ الاسناد کذا فی الترغیب) (یعنی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں؟ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار یہ تو ساری دنیا ہی کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی چیز مانگتا ہوں جو میرے لئے مخصوص ہو ارشاد ہوا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا)

اخلاص پیدا کرنے کے لئے جس قدر اس کلمہ کی کثرت مفید ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں، اس کلمہ کا نام ہی جلاہ القلوب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جَدِّدُوا اَیْمَانَكُمْ قَبْلِ یَا رَسُولِ اللّٰهِ وَکَیْفَ جَدِّدُوا اَیْمَانَنَا قَالَ اَکْثَرُوا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (رواہ الطبرانی واحمد) (یعنی: ایمان کی تجدید تازہ) کرتے رہا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھا کرو۔

اسی وجہ سے حضرات صوفیائے کرام اس کلمہ شریف کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

اے عزیز! یہی کلمہ مطیبہ ہے کہ سو برس کے کافر کو ایک بار کے پڑھنے سے
دوخ کی آگ سے بچا دیتا ہے اور بہشت کا حق دار بنا دیتا ہے، یہی کلمہ ہے جو
درد مندوں کے زخم کا مرہم ہے اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے، یہی کلمہ ہے جو
عاشقوں کا وظیفہ اور مشتاقوں کی جان کا غمخوار ہے، یہی کلمہ ہے جو اس راستے کے
چلنے والوں کو اپنے آپ سے دور اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک کرتا ہے، یہی کلمہ ہے
جو انسان کے دل کو لاکھ ذریعہ پاک و صاف کرتا ہے اور سالک کو غیروں کی پکڑ سے
چھڑا کر اپنے سے بھی بے خبر کر دیتا ہے چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں نے الفاظ اور معانی دونوں
کے ساتھ فرمایا ہے اور لکھ دیا ہے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے تمام ذکروں سے کلمہ طیبہ کا
ذکر بہت بہتر ہے۔ اشعار

عاشقاں جان و دل نثار کنند بر سر لآلہ الا اللہ

افضل و بہترین ذکر خدا کلمہ لآلہ الا اللہ

(یعنی: جو لوگ خدائے تعالیٰ کے سچے عاشق ہیں وہ اپنی جان و دل کو لآلہ الا اللہ پر قربان کر دیتے
ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا افضل اور سب سے بہتر ذکر کلمہ لآلہ الا اللہ ہے۔)

اور جاننا چاہئے کہ اس کلمہ مطیبہ کا مغز اسم ذات لفظ اللہ ہے اور اس کو اسم
ذات اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے باقی نام صفاتی ہیں۔ پس اسم ذات
کو اسمائے صفات پر وہی فضیلت ہے جو ذات کو صفات پر ہوتی ہے۔ ذکر کا طریقہ ہم
آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ افضل اور زیادہ
مناسب یہی ہے کہ کسی کامل مرد ولی اللہ سے اس ذکر کی اجازت حاصل کرے تاکہ بہت
جلد اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔

اب اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ ولایت کیا چیز ہے؟ شریعت سے اس کا
کیا ثبوت اور کیا حکم ہے؟ کامل مرد ولی اللہ سے ہماری کیا مراد ہے اور اس کی کیا پہچان
ہے وغیرہ۔ اس باب کو چند فصلوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل اول: ولایت کا ثبوت

اے عزیز! (اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو دونوں جہان کی نیک بختی نصیب فرمائے) جاننا چاہئے کہ انسان میں کچھ ظاہری خوبیاں ہیں اور وہ قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع اہل سنت و جماعت کے موافق صحیح عقیدے اور نیک عمل ہیں، یعنی فرض، واجب، سنتوں اور مستحبات کا بجالانا، اور حرام، مکروہ، شبہ والی باتوں اور بدعتوں سے بچنا ہے۔ اسی طرح انسان میں اندرونی خوبیاں بھی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک اجنبی آدمی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ کا ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا، اور طاقت ہوتے ہوئے حج کرنا اسی کا نام اسلام ہے۔ اس اجنبی آدمی نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا۔ اس پر ہم (صحابہ) نے تعجب کیا کہ یہ شخص سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی۔ پھر ایمان کے متعلق پوچھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم قیامت پر یقین رکھنے اور اس امر پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے کہ تمام خیر و شر خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں۔ اس سائل نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر سوال کیا کہ یہ تو فرمائیے احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ احسان اس کا نام ہے کہ خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو یہ خیال کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے (الحديث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیدوں اور عملوں سے الگ ایک خوبی ہے جس کا

نام احسان ہے اور اسی کو ولایت کے نام سے پکارتے ہیں۔ صوفیائے کرام پر جب اللہ تعالیٰ

کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کو صوفیہ فنائے قلب کہتے ہیں اس وقت اس کا دل اصلی

محبوب کے دیدار اور مشاہدہ میں ڈوبا ہوتا ہے اور وہ اس کے غیر کی طرف خیال نہیں کرتا

اگرچہ وہ اس حالت میں خدائے تعالیٰ کو نہیں دیکھتا، کیونکہ اس کا دیدار دنیا میں عادتاً

محال ہے لیکن صوفی پر اس وقت ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے گویا کہ وہ خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اس کیفیت کے حاصل ہونے کیلئے صوفی اول اپنے آپ کو تکلف سے اس حالت پر رکھتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیال کر کہ خدائے تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

دلیل دوم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست اور نیک ہو جائے تو تمام بدن نیک اور ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے، اور اس جملہ کو تاکید کے لئے تین مرتبہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلاشبہ دل کی اصلاح سارے جسم کی اصلاح کا سبب ہے، جب دل خدائے تعالیٰ کی یاد میں فنا ہو جاتا ہے تو تمام بدن شریعت کا فرمانبردار ہو جاتا ہے اور نفس سہرکشی سے ہٹ جاتا ہے۔ دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

دلیل سوم اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے افضل اور بہتر کوئی نہیں حالانکہ ان کے عمل اور علم میں اور لوگ بھی شریک ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہ احد کی برابر بھی خدائے تعالیٰ کے راستے میں سونارے تو اس کا یہ صدقہ صحابہ کرام کے نصف صلح جو کے برابر بھی نہ ہوگا جو انھوں نے خدائے تعالیٰ کی راہ میں دیئے۔ صحابہ کرام کو یہ بزرگی کسی اور وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر وسیلے کے فیض حاصل کیا تھا اور ان کے دل نبوت کے چراغ سے نور حاصل کرتے تھے اور انھوں نے اسلام کی خدمت اس وقت کی جبکہ اس کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اولیائے کرام کو اگر یہ نعمت نصیب ہوتی تو صرف اپنے پیروں کی صحبت میں بیٹھنے سے اور

لے یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ قلب کی اصلاح ایمان اور نیک عملوں کا نام ہے نہ کوئی اور چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قلب کی اصلاح صرف ایمان ہی کو کہا جائے تو جانا چاہئے کہ ایمان بغیر اصلاح قلب بھی ہوتا ہے اور اگر ایمان اور عملوں کے مجموعے کو قلب کی اصلاح کہا جائے تو ایسی صورت میں اس کو بدن کی اصلاح کا سبب ٹھہرانا صحیح نہ ہوگا کیونکہ عمل تو جوارج (بدن کے اعضا) سے صادر ہوتے ہیں نہ کہ قلب سے۔

ان کی خدمت کرنے سے۔ پس اس صحبت اور اس صحبت میں بہت فرق ہے۔ چنانچہ اب بات واضح ہو گئی کہ ظاہری خوبیوں کے علاوہ اندرونی خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے بہت فرق ہے۔ حلِ بیتِ قدسی بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہونا چاہتا ہے تو میں اس سے گز بھر نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ایک گز نزدیک ہونا چاہتا ہے تو میں اس سے ایک باع (ساڑھے تین گز) نزدیک ہو جاتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ بندہ ہمیشہ نفل عبادتوں سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہے تاکہ کہ میں خود بھی اس کو اپنا دوست کر لیتا ہوں اور جب اس کو اپنا دوست کر لیا تو سمجھ لو کہ میں اس کی آنکھ، کان، غرض کہ ہر طرح کی طاقت بن جاتا ہوں۔

دلیل چہارم | علمائے دین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے جس کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا اور شرع شریف کے خلاف بات پر جمع ہونا عقل اور عادت کے نزدیک محال ہے اور ان میں سے ہر شخص پر مہیزگاری اور علم کے سبب سے اس قسم کا ہی کہ اس کی نیت پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جاتا، انھوں نے ہمیں زبانی اور لکھ کر اس بات کی خبر دی ہے کہ ہم کو ان بزرگوں کی صحبت سے جن کی صحبت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے (ظاہری عملوں اور عقیدوں کے علاوہ) ایک خاص اندرونی کیفیت حاصل ہوئی ہے جو اس صحبت سے پہلے حاصل نہ تھی، اگرچہ ہمارے دلوں میں فقہ اور عقائد اس سے پہلے بھی جلوہ گر تھے اور اس حالت سے خدائے تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی محبت اور نیک عملوں اور اچھی باتوں کی توفیق اور سچے عقیدوں میں مضبوطی حاصل ہو گئی ہے اور یہ حالت ایک خوبی ہے جو دوسری خوبیوں کے حاصل ہونے کی جڑ ہے۔

دلیل پنجم | خرقِ عادت، یعنی اولیائے کرام سے عادت کے خلاف باتوں کا ظاہر ہونا ہے۔ اگرچہ یہ دلیل کمزور ہے مگر جب پر مہیزگاری کے حصول کے ساتھ یہ چیز جادو سے الگ پہچانی جاتی ہے تو کمال کے لئے دلیل بن جاتی ہے۔ اس کا بیان انشاء اللہ العزیز تفصیل کے ساتھ آگے آئے گا۔

فصل دوم: ولایت کی تحقیق میں

اے عزیز! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے، اب جانتا چاہئے کہ ولایت اُس قرب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (آیت ۵) (یعنی ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ (گردن کی رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ اور فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (آیت ۵) (جہاں کہیں تم ہو گے خدائے تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے) یہ قُرب عام تھا۔ اس کے علاوہ ایک قُرب خاص ہے جو خاص خاص آدمیوں اور فرشتوں کے ساتھ ہے اسی کو ولایت کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (آیت ۱۹ س ۲۰) (سجدہ کرو اور خدا کی نزدیکی ڈھونڈو)۔ اور یہ حدیث قدسی ہے: «لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ» (یعنی میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میری نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست کر لیتا ہوں) اور اس دوسرے قُرب یعنی ولایت کے شروع کے مرتبے تو صرف ایمان سے حاصل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (آیت ۳۶) (اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے)۔ لیکن بھروسے کے قابل وہ ولایت ہے جس کو ولایتِ خاص کہا گیا ہے اور اسی کا نام مرتبہ محبوبیت ہے جو حدیث قدسی مذکورہ یعنی لَا يَزَالُ عَبْدِي الْيَوْمِ الْآخِرِ میں آیا ہے اور اس کے مقام اور مرتبے بے شمار ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ بے عیب اور بے مثال ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ فِي الذَّاتِ وَلَا فِي الصِّفَاتِ وَلَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْأَعْتَابِ (یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل نہ کوئی چیز ذات میں ہے نہ صفات میں اور نہ اعتبارات میں سے ہے) پس یہ دونوں قُرب جو کہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایک نسبت ہیں یعنی قُربِ زبانی اور قُربِ مکانی بھی بے چون اور بے مثل ہیں اور یہ قُربِ عقل اور احساس سے حاصل نہیں ہوتا اگر ہو سکتا ہے تو علمِ موہوب (عطائے الہی) ہی سے حاصل ہو سکتا ہے کہ جو علمِ حضوری کے مناسب ہے اور یہ دونوں قُرب ہمارے لئے قطعی دلیل سے ثابت ہیں کہ ان پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ وہ عقل اور احساس سے نہ پائے جاسکیں، جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا دیکھنا بے جہت اور بے کیف قطعی دلیلوں سے ثابت ہے نہ کہ عقل سے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

فصل سوم: اس بیان میں کہ طلبِ طریقت واجب ہے

طریقت کی تلاش اور اندرونی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا
دلیل اول واجب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ (آیت ۳۱ س ۳) (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) یعنی ظاہر اور باطن میں عقیدوں اور اخلاق میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ خدائے تعالیٰ کی خفگی کا سبب ہو۔ تقویٰ کو کامل طریقے سے اختیار کرنا چاہئے۔ آیت مذکورہ میں امر کا صیغہ ہے اور امر واجب ہونے کی دلیل ہے لہذا ہر مسلمان پر تقویٰ لازم ہو گیا اور تقویٰ کمال ولایت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حسد، کینہ، غیبت، ریا، غرور، تکبر وغیرہ نفس کی برائیاں ہیں کہ جن کا حرام ہونا قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع سے ثابت ہے۔ پس جب تک یہ نفس کی برائیاں دور نہ ہو جائیں پورا پورا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا اور نفس کا فنا ہونا اور گناہوں سے بچنا جسم کی اصلاح ہی حاصل ہوتا ہے اور جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر منحصر ہے اور اسی کا نام ولایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (مسلم عن ابی ہریرہ) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

دلیل دوم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَ أَتَقَاكُمْ (آیت ۱۳ س ۴۹) (یعنی) تحقیق تم میں سب سے زیادہ تقویٰ کرنے والا خدائے تعالیٰ کے نزدیک

زیادہ بزرگ ہے۔ نیز فرمایا ہے: فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (آیت ۶۴ س ۶۴) (یعنی)

پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے جہاں تک تم سے ہو سکے) نیز صحیح حدیث میں آیا ہے: إِنَّ أَعْلَمَكُمْ وَأَتْقَاكُمْ بِاللَّهِ أَنَا (تخفق میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا اور تم سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں)۔ پس ان چیزوں سے پرہیز کرنا جن سے خدائے تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے

تقویٰ کہلاتا ہے، جتنا زیادہ پرہیز کرے گا اتنا ہی متقی ہوگا، اتنا ہی نفس کی برائیاں فنا ہوں گی اور قلب کی صفائی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (آیت ۱۱۲ سن ۲) (یعنی: اے

دلیل سوم

رب میرے میرا علم زیادہ فرما)۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم یعنی علم ظاہر و باطن کی زیادتی طلب کرنے کی تعلیم کی جا رہی ہے تو دوسروں کو تو بدرجہ اولیٰ لازم ہوا کہ ظاہری اور باطنی قرب کے مرتبوں کی طلب کرتے رہیں، اور کاملوں کے لیے قرب کے مراتب پر قناعت کرنا حرام ہے۔

اب ہم اصل مطلب بیان کرتے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے اسلئے اس کی طلب کا راستہ بھی لا محدود ہے پس کامل شخص اپنے وصول الی اللہ کے اعتبار سے کامل ہے ورنہ خدائے تعالیٰ کی طلب کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے جتنا کوئی آگے بڑھتا جائیگا اتنی ہی اس کی وسعت بڑھتی جائیگی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ سعدی نے فرمایا ہے نہ حسرت غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنه مستسقی و دریا، پمچاں باقی

(یعنی: نہ اس کا حسرت کوئی صدر رکھتا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی انتہا ہے، پیاس کی بیماری والا پیاسا ہی مر جاتا ہے اور دریا بھی بدستور باقی رہتا ہے)۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ اس پر کھلی دلیل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: هَلْ آتَبَعَكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا (آیت ۶۶ سن ۱۸) (موسیٰ علیہ السلام نے کہا) کیا (اجازت ہے کہ) میں تیری پیروی کروں اس بات کے واسطے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو علم دیا ہے تو وہ مجھ کو بھی سکھا دے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (آیت ۴۳ سن ۱۶) اگر تم نہیں جانتے تو ذکر کرنے والے

دلیل چہارم

لوگوں سے پوچھ لیا کرو) اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طریقہ حاصل کرو۔

فصل چہارم: بیعتِ طریقت کی ضرورت

اے عزیز یا تمیز! جب تو نے جان لیا کہ طریقت کی تلاش اور باطنی کمالوں کا حاصل کرنا واجب ہے تو اب جاننا چاہئے کہ اس کے حاصل کرنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور درود شریف کا کثرت سے پڑھنا اور خدائے تعالیٰ کے ناموں میں کسی نام کے ذکر پر ہمیشہ قائم رہنا اور کثرت کرنا وغیرہ جیسا کہ فضائل ذکر میں گزر چکا ہے۔ لیکن چونکہ یہ راستہ (خدائے تعالیٰ تک پہنچنے کا) نہایت نازک اور خطرناک ہے۔ اور نفس و شیطان جو انسان کے کھلم کھلا دشمن ہیں اور ہر وقت انسان کو سیدھے راستے سے گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ** (آیت ۵۳ س ۱۲) (یعنی: بیشک نفس انسان کو برائی کی طرف لے جانے والا ہے مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، بلاشبہ میرا رب بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔ اور **إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ** (آیت ۱۲ س ۱۲) (یعنی: تحقیق شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے)۔ اس لئے مرشد کی بیعت کے بغیر چارہ نہیں اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ نزدیک کا راستہ یہی ہے اور خدائے تعالیٰ کا قانون بھی اسی طرح پر جاری ہے کہ جس طرح انسان ظاہر کی خوبیوں اور سہروں کو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل کر حاصل کرتا ہے اور استاد کی شاگردی حاصل کئے بغیر کوئی فن آسانی اور صحیح طریقے کے ساتھ نہیں سیکھ سکتا، بر خلاف اور حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور سیکھنے کے طور پر بہت کم حاصل کرتے ہیں، چنانچہ پانی میں تیرنا حیوانات کا پیدائشی کمال ہے اور انسان کو بغیر سیکھے حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح انسان باطنی کمالوں کو بھی طریقت کے پیر کی بیعت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا (اللہ! اللہ!)۔ اور جو شخص ظاہری بیعت کے بغیر صاحب کمال ہوتا ہے اس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر

اس کی بیعت کا تعلق زندہ پیر سے نہیں ہوتا پھر بھی باطنی تعلق سے وہ بچا ہوا نہیں ہوتا۔

بیعت کے تعلق کو خدائے تعالیٰ کے راستوں میں سب سے زیادہ
حکایتِ مورچہ

قرب ہونے کے لئے بزرگوں نے ایک چیونٹی کی حکایت نقل کی ہے کہ ایک چیونٹی کے دل میں یہ خواہش ہوتی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں، مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت دور تھا۔ اُس چیونٹی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ نہ تو میرے پر ہیں اور نہ طاقت و سرمایہ ہے، ایسی عظمت والی جگہ میں جو خدائے تعالیٰ کی خاص تجلیات اور انعامات کے وارد ہونے کی جگہ ہے میں کس طرح پہنچ سکوں گی۔ اسی خیال میں تھی کہ اچانک ایک جگہ جہاں کوئی غلہ گا ہا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول دانے چگنے میں مشغول ہو گیا۔ جب چگنے سے فارغ ہوا تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چگنا ہے جلدی چگ لو، کیونکہ خانہ کعبہ جہاں ہمیں پہنچ کر اپنے بچوں کی خبر لینی ہے بہت دور ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اڑیں گے تو کہیں جا کر پہنچیں گے، چیونٹی بھی وہیں تھی اُس نے موقع کو غنیمت جانا کہ اگر ان کا ساتھ حاصل ہوگا تو میرا مطلب حل ہو جائے گا پُر ان کے رہے اور بچہ میرا، چنانچہ وہ جلدی سے جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گئی اور کبوتر اُسے اپنے ساتھ اڑالے گیا، جب کبوتر خانہ کعبہ میں پہنچے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کر لو، چیونٹی سمجھ گئی کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کی اُس نے فوراً بچہ چھوڑ دیا، یکایک وہ دیکھتی ہے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ الحمد للہ علی النعمہ واحسانہ۔

پس جس طرح اس چیونٹی نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور اپنا مقصود حاصل کر لیا اسی طرح اگر خدائے تعالیٰ کا طالب اس راستہ کی منزل طے کئے ہوئے شہباز (مُرشد) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے تو جہاں وہ پہنچے گا اس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا لیکن اگر کمزوری سے پکڑا یا دامن چھوڑ دیا تو نیچے گر کر دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچے گا۔ یہی مضمون فارسی کے ایک شعر میں کیا اچھا بیان ہوا ہے۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسد

(یعنی: ایک مسکین چھوٹی کے دل میں خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے، اس نے کمبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی)۔ حضرت مولانا روم نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے۔

چوں تو کردی ذاتِ مُرشد را قبول
ہم خدا آذر ذاتش ہم رسول
نفس نتوان کشت الا ذاتِ پیر
دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

(یعنی: جب تو نے پیر کی ذات کو (پیر کو) قبول کر لیا تو اس سے خدائے تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول بھی۔ اس نے فرمایا: نفس کو پیر کی ذات کے سوائے کوئی نہیں مار سکتا، تو اس نفس کے مارنے والے (پیر) کا دامن مضبوط پکڑ۔

اصحابِ کہف کے کتے کا قصہ بھی جو قرآن مجید میں ہے اس پر دلیل ہے۔

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

(یعنی: اصحابِ کہف کے کتے نے چند دن نیکیوں کی پیروی کی اور آدمی ہو گیا)

اولیائے کرام کی صحبت کا اثر سب کے نزدیک مانا گیا ہے۔ مولانا رومی نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبتتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی: خدائے تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت میں ذرا سی دیر بیٹھنا سو سال کی بے ریا خالص عبادت سے بہتر ہے)

جب بیعت کے فائدوں اور ضرورت کو جان لیا تو شرع شریف سے
ثبوتِ بیعت | اس کا ثبوت تلاش کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قدیم میں فرماتا

ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ**
فَمَنْ تَكَتْ فَإِنَّمَا يَتُكِّتُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنْ يَدِهِ

أَجْرًا عَظِيمًا (آیت سن ۴۸) (یعنی: بیشک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے

ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو اپنے اقرار کو توڑتا ہے

اس کے توڑنے کا وبال خود اسی کی ذات پر پڑے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ

اس کو جلد ہی بڑا بھاری ثواب اور بدلہ عنایت کرے گا)

مشہور اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ

بیعت کرتے تھے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور کبھی اسلام کے ارکان پر قائم رہنے یعنی نماز

روزہ، حج، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر، کبھی کفار کے ساتھ لڑائی میں ثابت قدم رہنے اور

جم کر لڑنے پر، جیسا کہ بیعت رضوان اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑنے اور بدعت سے بچنے پر، اور عبادتوں پر زیادہ دھیان دینے پر، چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے مردے کی لاش پر نہ رونے اور بنی نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی، اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند غریب مہاجرین سے اس پر بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔ پس ان میں سے بعض لوگوں کا یہ حال تھا کہ ان کا کوڑا گر جاتا تھا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھا لیتے تھے اور کسی سے کوڑا اٹھانے کا سوال بھی نہ کرتے تھے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جو کوئی کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادت کے طریق پر اہتمام کے ساتھ ثابت ہوا نہ کہ عادت کے طور پر تو یہ فعل سنت ہے اور اوپر ذکر کی ہوئی باتوں پر بیعت لینا عبادت کے طریق پر نہایت اہتمام کے ساتھ تھا تو بیعت کے سنت ہونے میں اب کچھ شک و شبہ نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی زمین پر خلیفۃ اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنا قرآن اور حکمت اتارا تھا اس کے عالم اور مصلح تھے۔ پس جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی بنا پر کیا وہ آپ کے خلقاء کے لئے سنت ہو گیا اور جو کام کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکمت کی تعلیم کے لئے اور نفس کے تزکیہ کے واسطے کیا وہ علمائے راسخین (جو علم ظاہر اور باطن سے آراستہ ہوں) کے لئے سنت ہوا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیعت تو صرف خلافت اور سلطنت پر منحصر ہے اور جو صوفیوں کی عادت اہل تصوف سے آپس میں بیعت لینے کی ہے اس کی شرع شریف میں کوئی حقیقت نہیں، تو جاننا چاہئے کہ یہ خیال بُرا اور غلط ہے اور دلیل اس کی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے ارکان پر قائم رہنے کے لئے بیعت لیتے تھے اور کبھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے پر، اور یہ حدیث شریف اس پر گواہی دے رہی ہے کہ حضرت جریرؓ پر ان کی بیعت کے وقت شرط کی اور فرمایا کہ ہر مسلمان کے واسطے خیر خواہی لازم ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی قوم سے بیعت لی اور شرط کی کہ خدائے توالی کے کاموں کو پورا کرنے میں کسی بُرا کہنے والے کے بُرا کہنے سے نہ ڈریں اور جہاں رہیں حق بات ہی بولیں۔ پس ان میں سے بعض لوگ حاکموں اور بادشاہوں پر کسی خوف کے بغیر کھل کر رد و انکار کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں اور ان کے سوا بہت سی باتوں پر بیعت ثابت ہے اور یہ سب کام نفس کی صفائی اور نیک کام کے حکم اور بُرے کام سے منع کرنے کی قسم سے ہیں چنانچہ اب واضح ہو گیا کہ بیعت صرف خلافت کے منوانے ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ عملوں کی اصلاح اور نفس کی صفائی کے لئے بھی ثابت ہے۔

یہاں پر بعض لوگ شبہ پیش کرتے ہیں کہ اگرچہ کئی طرح کی بیعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئیں لیکن صحابہ کرام کے وقت میں اتباع اور جہاد کی بیعت کے سوا کوئی اور بیعت نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ بیعت توبہ کی کچھ اصلیت نہ تھی ورنہ خلفاء کے زمانے میں بھی جاری رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک فعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اور کے نقل کی کیا ضرورت رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صوفیائے کرام کے سلسلوں میں یہ بیعت بھی ثابت ہے۔ یہ ہستیاں اس نسبت کے حاصل کرنے میں کیسے خلاف ہو سکتی ہیں، حدیث الثمرۃ مع من احب و لہ ما اکتسب رواہ الترمذی (یعنی آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرے اور اس کے واسطے وہی کچھ ہے جو کچھ وہ کسب کرے)۔

شرعیات میں بیعت کا حکم ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بیعت طریقت ہماری روشن شریعت میں سنت ہے واجب نہیں، اس واسطے

کہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی سے بیعت کے چھوڑنے والے پر گنہگار ہونے کا حکم نہیں لگایا اور ائمہ دین نے بیعت چھوڑنے والے پر انکار نہ کیا اور یہ انکار نہ کرنا گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ وہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے

کیونکہ سنت کی حقیقت یہی ہے کہ مسنون فعل واجب ہونے کی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔

بیعت کے مشروع ہونے میں حکمت اور بیعت مشروع ہونے میں یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح پر جاری ہے

کہ خدائے تعالیٰ کے بھید جو دلوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں وہ ظاہری اقوال و افعال سے ظاہر ہوں اور قول و فعل دل کے بھیدوں کے قائم مقام ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قیامت کی تصدیق ایک پوشیدہ امر ہے تو ایمان زبان کے اقرار کے ساتھ دل کی تصدیق کا قائم مقام ہو گیا اور اسی اقرار زبان پر ایمان کے احکام جاری ہوئے، جیسا کہ مومن کی جان و مال کی حفاظت اور اس کی امداد کا واجب ہونا، یا بیچنے اور خریدنے والے کی رضامندی قیمت اور چیز کے دینے میں ایک پوشیدہ امر ہے تو ایجاب و قبول کو اسی چھپی ہوئی مرضی کا قائم مقام کر دیا اور اسی ایجاب و قبول پر خریدنے اور بیچنے کے احکام جاری ہوئے یعنی قیمت فروخت میں قبضہ کرنا اور سبہ اور وراثت وغیرہ پس اسی طرح توبہ کرنا اور گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا اور پرہیزگاری کی رسی کو مضبوط پکڑنا ایک پوشیدہ امر ہے تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا اور اسی پر عہد کو پورا کرنے کا واجب ہونا اور عہد کو توڑنا حرام ہونا وغیرہ احکام جاری ہوئے۔

طریق تلاشِ مشدِ کامل | پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے متعدد طریقے ہیں لیکن سب سے زیادہ

قریب اور آسان طریقہ تو سل شیخ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** (آیت سومہ) (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو) اس لئے اب یہ ضروری ہوا کہ پیر کی تلاش کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کی جائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بھی ابھی بیعت نہ کرے بلکہ خوب اچھی طرح سوچ بچار کر کے اول اس میں شرع شریف کی پابندی پر نظر کرے اور جس کو شرع شریف کا پابند نہ دیکھے ہرگز اس کی بیعت نہ کرے، اگرچہ

اس سے خرقِ عادات ظاہر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا (آیت ۲۳ س ۶) (ان میں سے گنہگار اور کافر کی اطاعت مت کر) اور گنہگار کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان دینے والی ہے کیونکہ کافر کا کفر تو ظاہر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (آیت ۱۸ س ۱۸)

(یعنی: اس شخص کی فرمانبرداری مت کر کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا کام شرع شریف کے انداز سے باہر ہے)۔ بات یہ ہے کہ علم باطنی ایک پوشیدہ امر ہے اور پوشیدہ امر میں سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے۔ جہاں کہیں بڑے نفع کی امید ہوتی ہے وہیں بڑے بھاری نقصان کا بھی ڈر ہے۔ جہاں خزانہ ہوتا ہے وہیں ڈاکو اور چور کا بھی کھٹکا ہے اور نفس اس خزانہ کا ڈاکو اور شیطان اس کا چور ہے اور بہت سے شیطان جیسی عادتوں والے انسان پیری اور مرشدی کا دعویٰ کرتے ہیں اور جاہلوں اور کم علم لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روتے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

(یعنی: خبردار! بہت سے شیطان انسانوں کی صورت میں ہیں، پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے)۔ اور حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

نگہدار دآں مرد در کیسہ در کہ دانند ہمہ خلق را کیسہ بر

(یعنی: وہی شخص اپنی نیکی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے)

پس جس شخص کے حالات صحیح ہوں اور اس میں ولایت کے اوصاف موجود ہوں (ایسا نہ ہو کہ خود ان اوصاف سے عاری ہو) اور اپنے باپ دادا کے کمالات کا دعویٰ نہ ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر پیرزادوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں) پس اس ولایت کا دعویٰ کرنے والے میں دلیل تلاش کرے اور شرع شریف کی پابندی کرنے والے شخص سے خرقِ عادات کا

۱۔ خرقِ عادات اور کشف و کرامات کا مفصل بیان ص ۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ظاہر ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن سب سے بہتر اور قوی دلیل وہی ہے جو کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اس کی صحبت میں اس کے دیکھنے سے خدائے تعالیٰ یاد آتا ہے اور دل خدائے تعالیٰ کے غیر سے بیزار ہو جاتا ہے لیکن عام لوگوں کو صحبت کے اثر کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے، اس لئے چاہئے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا اور عمل کرنے والا عالم سمجھے اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (آیت ۳۱ س ۱۶) (یعنی: بیشک اگر تم نہیں جانتے تو ذکر کرنے والوں سے پوچھ لیا کرو)۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (جہالت یعنی عاجزی کی شفا علم سے سوال کرنا ہے) پس اگر کوئی انصاف کرنے والا عالم اور عمل کرنے والا شخص اس کی صحبت کے اثر پر گواہی دے تو بان لینا چاہئے اور اگر انہی خوبیوں والے چند شخص اس تاثیر کی گواہی دیں تو بہت زیادہ اچھا ہے۔ پس ایسے پرہیزگار شخص کی صحبت اختیار کرے اور طریقت کی بیعت حاصل کرے کیونکہ اس کی صحبت میں نقصان نہیں ہے اگرچہ فائدہ یقینی نہ بھی ہو۔ پس اگر اس جگہ مقصود حاصل ہو جائے تو مراد یہی ہے ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

فیض حاصل ہونے کی صورتیں ہیں اور
فیض حاصل ہونے کی صورتیں
طرح طرح کی کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً کسی کو

نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بخود اور بیہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بخودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ اللہ پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوتے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں

رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو پارا۔ پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد

میں سے آتی ہے اس آواز کو صوتِ حسن و ہمیں کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَحَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (آیت س ۲۰) (یعنی:

اور رحمن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو سوائے کھس کھسی (آہستہ) آواز کے کچھ نہ سنے گا)

اور کہتے ہیں کہ یہی آواز تھی کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے

اور اپنے تمام بدن سے سُنی تھی اور ان پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیائے کرام

بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز

سے خدائے تعالیٰ کو پایا ہے اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی

ہے اور کبھی گھنٹے جیسی بھی آواز آنے لگتی ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ

اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کس نہ دانست کہ منزل گہ آں یار کجا ^{ست}
 این قدر ہست کہ بانگِ حرم سے می آید

(یعنی: کوئی نہیں جانتا کہ اس دوست کی منزل کہاں ہے۔ ہاں مگر اتنا ہے کہ قافلے کے ایک

گھنٹے کی آواز آتی رہتی ہے)۔ اور کبھی کبھی دوسری طرح کی آواز آتی ہے۔ مثلاً کبھی بھڑکی کبھی

چڑیا کی، کبھی ایسی جیسے شام کو بسیرے کے وقت جانور اڑتے پھرنے کی اور کبھی ڈھول

گھنٹے اور ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز، کبھی طنبور، سارنگی، ستار، نقارہ اور دوسرے

باجوں کی سی۔ غرض اسی طرح نئی نئی آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے

کہ ایسی آواز ڈھول اور نوبت خانہ کی آواز پر غالب آجائے اور جب اس کا غلبہ کمال

کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سلطان الاذکار کی آواز ہے کہ کبھی بجلی کی کڑک کی سی آواز ظاہر ہوتی ہے

اور تمام بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے، کسی کو جذبہ اور دیگر واردات حاصل ہوتی ہیں

کسی کے لطیفوں میں بجلی، ستارہ، چاند سورج یا دوسری قسم اور رنگ کے انوار ظاہر

ہوتے ہیں۔ لیکن سالک کو چاہئے کہ ان انوار کی طرف توجہ نہ کرے اس لئے کہ بڑا مقصد

خدائے تعالیٰ کی ذاتِ بے جہت و بے کیف کا نور حاصل کرنا ہے، کسی کو باطنی سیر

شروع ہو جاتی ہے اور ظاہری حسیں بیکار ہو جاتی ہیں، اور کسی کے لطیفوں میں گرمی

لے ان انوار کی تشریح حصہ دوم میں لطائفِ عشرہ کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔

محسوس ہوتی ہے۔ کسی کو شرع شریف کی پیروی اور اچھی عادتیں حاصل کرنے کا شوق اور شرع کے خلاف باتوں سے نفرت اور بُری عادتوں سے بیزاری ہو جاتی ہے، کوئی اپنے اندر پیر کی محبت کا مزا اور توجہ کی کشش پاتا ہے اور کسی کو ظاہراً کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ بھی اثر سے خالی نہیں رہتا، توجہ اپنا اثر ضرور کرتی ہے اگرچہ معلوم نہ ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اکثر پر عجیب عجیب حالات اور کیفیات کا نہ ہونا اور ان کا کامل ہونا اور شرع شریف پر پوری طرح عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا پایا جانا صحبت کے فائدہ مند ہونے پر دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص ایک مدت تک پیر کی خدمت میں اچھے اعتقاد کے ساتھ رہا اور اس کی صحبت میں کوئی فائدہ نہ ہوا تو واجب ہے کہ

حکم تکرار بیعت

اس کی بیعت کو ترک کرے اور دوسرا پیر تلاش کرے ورنہ اس کا مقصود اور معبود شیخ ہوگا نہ کہ خدا اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزان علیؒ را مینتی پیر طریقہ نقشبندیہ فرماتے ہیں: رباعی

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت
وز تونہ رمید صحبت آب و گلت
زہار ز صحبتش گریزاں می باش
ورنہ نکند روح عزیزاں بجلت

یعنی: جب تو کسی کی صحبت میں بیٹھا اور تیرے دل کو خدائے تعالیٰ کی یاد میں جمعیت حاصل نہ ہوئی اور آب و گل کے اثرات تجھ سے زائل نہ ہوئے تو تجھے چاہئے کہ اس کی صحبت سے بھاگے ورنہ عزیزان کی روح تجھے نہیں چھوڑے گی یعنی میں اپنے فرض سے بری الذمہ ہوں گا۔ لیکن اس پیر سونیک گمان رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بزرگ تو کامل و مکمل ہو لیکن تیرے لئے اس کی صحبت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ اسی طرح اگر پیر کامل ہو اور اس فنا ہونے والی دنیا سے کوچ کر جائے اور مرید بھی درجہ کمال کو نہ پہنچا ہو تو چاہئے کہ وہ شخص بھی دوسرا پیر تلاش کرے کیونکہ مقصود خدائے تعالیٰ ہے نہ کہ پیر۔

حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فنا ہونے والی دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت کی اور اس بیعت سے

مقصود صرف دنیاوی کام ہی نہ تھے بلکہ باطنی خوبیوں کا حاصل کرنا بھی تھا۔

شبہ: اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کا فیض ان کے مرنے کے بعد بھی رہتا ہے اس لئے دوسرے شیخ کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد ضرور ہوتا ہے لیکن اس قدر اور اس طرح پر نہیں ہے کہ ناقص کو کمال کے درجے پر پہنچا سکے (مگر بہت ہی کم یعنی جس کو خدائے تعالیٰ چاہے)۔ اور ایسے شخص کو جس کا زندہ پیر سے بظاہر کوئی بیعت کا تعلق نہیں اور ایسی کہتے ہیں جیسے حضرت اویسی قرنی رضی اللہ عنہ مگر درحقیقت وہ بھی باطن میں اس تعلق سے آزاد نہیں اگرچہ بظاہر معلوم و مفہوم نہ ہو۔

بات یہ ہے کہ فیض دینے والے اور لینے والے میں ایک نسبت شرط ہے جو زندگی سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اور وفات ہوتے ہی چلی جاتی ہے لیکن فنا اور بقا کے بعد جو مناسبت اندرونی طور پر حاصل ہو جاتی ہے اس کے ذریعہ اہل قبور سے فیض حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس قدر نہیں جتنا کہ زندگی میں یعنی کہ وہ ناقص کو کمال بنا سکے الا اشارہ مختلف انبیاء علیہم السلام کو بھی دنیاوی زندگی دے کر اس فنا ہونے والی دنیا میں بھیجے گا یہی مقصد ہے ورنہ ایک نبی بعد مات بھی تمام رہتی دنیا تک کافی ہوتا۔

اوپر لکھی ہوئی باتوں سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اگر پہلے پیر کے عقائد اور اعمال میں خلافت شریعت باتیں داخل ہو گئیں یا اس کی صحبت سے کوئی اثر حاصل نہیں ہوا یا اس کی ملاقات ناممکن ہو گئی ہو خواہ مرنے سے یا فاصلہ اور دوری کی وجہ سے وغیرہ (واضح رہے کہ خط و کتابت بھی ذریعہ ملاقات ہے) تو دوسرے پیر سے بیعت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضروری ہے اور بغیر عذر کے تو دوسرے پیر سے بیعت کرنا کھیل کے مشابہ ہے اور جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کو کھودیتا ہے اور پیروں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے۔ یعنی اس کو ہر جانی اور ہر دم خیالی سمجھ کر اس پر توجہ نہیں فرماتے اور وہ ناشکری کی وجہ سے فیضان سے بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

شرائطِ مرشد

اگرچہ اوپر کے بیان میں پیر کی تلاش کا ایک بہت آسان طریقہ بتا دیا ہے لیکن پیر کی چند شرطوں کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح طور پر کامل پیر کی تلاش ہو سکے۔

شرطِ اول

شرطِ اول قرآن مجید اور حدیث شریف کا علم ہے اور اس سے میری یہ مراد نہیں کہ نہایت درجہ کا ہونا ضروری ہے بلکہ قرآن شریف کے علم میں تفسیر مدارک یا جلالین یا اور اسی قسم کی کسی تفسیر کو کسی عالم سے پڑھ لیا ہو اور اس کے معنوں اور ترجمے اور مشکل الفاظ کے معانی اور شانِ نزول، اعراب، قصص، دو مختلف چیزوں میں میل (مطابقت) پیدا کرنا، نسخ و منسوخ کا پہچاننا، قرآن مجید سے ثابت ہونے والے مسائل کا پہچاننا حاصل ہو جائے، اور حدیث شریف کے علم میں کتاب مشکوٰۃ المصابیح یا مشارق وغیرہ کو پڑھ اور سمجھ چکا ہو۔ اس کے معانی اور عجیب شرحوں یعنی مشکل الفاظ کا ترجمہ اور مشکل اعراب اور تاویل معضل کی بنا پر تہذیب کے فقہاء کی رائے معلوم کر چکا ہو اور بیعت لینے کے لئے قرآن مجید کے علم میں اختلافِ قرارت کا یاد رکھنا اور علمِ حدیث میں سندوں کے حال کی تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح علمِ اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث اور جزئیاتِ فقہ اور فتاویٰ کا یاد رکھنا لازمی نہیں ہے۔ اور پیر کے لئے عالم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو شرع کے کاموں کا حکم کرنا اور خلافِ شرع باتوں سے روکنا، دل کو اطمینان اور تسلی کی طرف لیجانا، بری عادتوں سے روکنا، اچھی عادتوں کے حاصل کرنے کے لئے حکم کرنا اور پھر مرید کا ان سب باتوں پر عمل کرنا ہی پس جو شخص ان باتوں سے واقف اور عالم نہیں ہوگا اس سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ شریعت اور طریقت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں ان کو جانا چاہئے کہ شریعت ایک درخت ہے اور طریقت اس کو پانی دینا اور پرورش کرنا ہے اور معرفت اس

پھل ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کُلُّ طَرِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيَاةُ فَمَهْوِيَةٌ
الرِّئَاسَةِ (یعنی وہ طریقت جس کو شریعت رد کر دے پس وہ زندقہ ہے)

اور حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصوف تین چیزوں کا نام ہے (۱)

یہ کہ اس کی معرفت کا نور اس کے پرہیزگاری کے نور کو نہ بچھا دے۔ (۲) یہ کہ اندرونی علم کے ساتھ اس طرح بات نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ظاہر اس کو ناقص کر دے (۳) یہ کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں ان کی توہین کر کے بزرگی حاصل نہ کرے اور اس کے مانند بزرگوں کے بہت اقوال بیان کئے گئے ہیں جس کا جی چاہے بڑی بڑی کتابوں میں دیکھ لے۔ (شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کی تعریف ہم انشاء اللہ العزیز آگے اصطلاحات صوفیہ کے بیان میں اچھی طرح واضح کریں گے) اسی لئے سب بزرگوں نے کہا ہے کہ سوائے اس شخص کے جس نے استاد سے سبق پڑھا ہو اور حدیث کی روایت کی ہو اور کوئی شخص وعظ نہ کرے۔

لیکن چونکہ اس گئے گزرے زمانے میں ان باتوں کا پایا جانا بہت کم ہے اس لئے ایسا آدمی جس نے پرہیزگار علماء کی بہت مدت تک صحبت حاصل کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو، حلال و حرام کی تمیز حاصل کی ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کلام سن کر ڈر جاتا ہو، اور اپنے قول و فعل اور حالات کو قرآن مجید اور سنت کے موافق کر لیتا ہو تو امید ہے کہ مذکورہ بالا علم نہ ہونے کی صورت میں اس قدر معلومات بھی اس کے لئے کافی ہو سکتی ہیں (فقط اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے)۔

شرط دوم | دوسری شرط عدالت اور تقویٰ ہے یعنی واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر آڑ نہ جاتا ہو۔ اور پیر کے لئے تقویٰ اس لئے شرط ہو کہ بیعت دل کی صفائی کے لئے شرط ٹھہری اور انسان کی فطرت اپنے ہم جنسوں کی پیروی کرنا ہے، اور دل کی صفائی میں صرف قول بغیر عمل کے کافی نہیں ہے۔ لقولہ تعالیٰ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ** (آیت س ۱) یعنی: اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے) پس جو پیر خود اچھے عمل نہیں کرتا اور زبانی باتیں ہی بناتا ہے تو وہ بیعت کی حکمت کو ضائع کرنے والا ہے۔

شرط سوم | تیسری شرط یہ ہے کہ دنیا سے نفرت کرنے والا اور آخرت کی طرف لو لگانے والا ہو۔ تاکیدی عبادتوں اور ایسے ذکر اور وظیفوں پر جو کہ صحیح حدیثوں سے

ثابت ہیں پوری پابندی کے ساتھ عمل کرتا ہو، دل کا تعلق ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہو اور اس کو یادداشت کی پوری پوری مشق ہو (یادداشت کی حقیقت انشا اللہ آگے بیان ہوگی)۔

شرط چہارم | چوتھی شرط یہ ہے کہ شرع کی باتوں کا حکم کرتا ہو اور شرع کے خلاف کاموں سے روکتا ہو، اپنی رائے پر مضبوط اور پکا ہو، ہرجائی اور ہردم خیالی نہ ہو، یعنی وہ اپنی ایک رائے اور ایک ارشاد رکھتا ہو، مروّت اور عقل سلیم والا ہو تاکہ اُس پر اور اس کے بتائے ہوئے اور روئے کاموں پر بھروسہ کیا جائے۔

شرط پنجم | پانچویں شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا ایسے کامل پیروں کی صحبت میں رہا ہو جن کا سلسلہ تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور دل کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو، اور یہ اس واسطے شرط ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح سے جاری ہے کہ جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے تب تک مراد نہیں ملتی۔ اور جس طرح انسان کو ظاہری علم عالموں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اسی طرح باطنی علم کے لئے بھی بزرگوں کی صحبت ضروری ہے اور اسی قیاس پر لوہار اور بڑھئی وغیرہ کے پیشے ہیں۔

کرامات اور عادت کے خلاف باتوں کا ظاہر ہونا اس لئے شرط نہیں کہ ان کا دار و مدار مجاہدوں اور ریاضتوں پر ہے اور یہ بات شرع شریف کے خلاف چلنے والوں اور کفار مثلاً جوگیوں وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے کمال کی شرط نہیں ہے اور پیشہ کا چھوڑ دینا اس لئے شرط نہیں ہے کہ شرع شریف کے خلاف ہے اور وہ جو بعض کمال والے لوگ کسی حالت کے غلبہ کی وجہ سے حلال روزی کمانے کی طرف خیال نہیں کرتے، ان کے فعل کو نہ کمانے پر دلیل نہ پکڑنا چاہئے۔ بزرگوں نے تو یہی لکھا ہے کہ تھوڑے پر صبر کرنا اور شبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا یعنی مکروہ اور شبہ کے مال اور پیشہ سے بچنا ضروری ہے اور پوری طرح سے دنیا کو چھوڑ کر الگ تھلگ پہاڑوں یا جنگلوں میں رہنا اور اپنے اوپر

اسے اس سے مراد ہے ارادہ اور بے اختیار دل سے اللہ اللہ کرنا ہے۔

سخت عبادتوں کو ضروری سمجھنا جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھنا، تمام رات جاگنا اور بیوی سے بالکل الگ رہنا، لذیذ کھانا نہ کھانا وغیرہ جس کو ہمارے وقت کے عام جاہل لوگ کمال کی شرط جانتے ہیں۔ اس لئے شرط نہیں کہ یہ باتیں دین میں زیادتی اور نفس پر سختی کرنے میں داخل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں کو سخت نہ پکڑو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو سخت پکڑے گا، اور فرمایا کہ لَا رَهْبَ آئِنَةَ فِي الْإِسْلَامِ (یعنی اسلام میں رہبانیت (ترک دنیا جائز نہیں) اور فرمایا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (یعنی تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے)۔

شرائط مسترشد | اب جانتا چاہئے کہ مرید کے لئے بھی بیعت تقویٰ کے شرائط ہیں اور وہ یہ کہ بیعت ہونے والا عاقل، بالغ اور شوق والا،

اس لئے کہ نابالغ اور دیوانہ خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقویٰ اور عبادتوں میں مجاہد کرنے کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا حاضر ہوا تاکہ آپ سے بیعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی لیکن بیعت نہ لی۔ بعض بزرگوں نے لڑکوں کو بیعت کرنا جائز رکھا ہے وہ برکت اور نیک فالی کے لئے ہے، اور دلیل اس کی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات یا آٹھ برس کے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی طرف توجہ کرتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی۔

اقسام بیعت صوفیہ | بیعت جس کا صوفیوں میں رواج ہے وہ کئی طرح پر ہے: (۱) گناہوں سے توبہ کے لئے بیعت (۲) بیعت

تبرک، یعنی بقصد برکت بزرگوں کے سلسلہ میں داخل ہونا جیسا کہ ظاہری علم کے لئے حدیث شریف کے اسناد کے سلسلہ میں داخل ہونا ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے (۳) عزیمت پر پابندی کے لئے بیعت یعنی خدائے تعالیٰ کے احکام کو سچے دل سے پورا کرنے اور منع کئے ہوئے کاموں سے بچنے کے لئے پکا ارادہ کرنا اور دل کا تعلق اللہ جل شانہ سے

پیدا کرنا ہے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔ پہلے اور دوسرے طریقے میں بیعت کا یہ مطلب ہے کہ کبیرہ گناہوں کو چھوڑ دے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور عبادتوں پر مضبوطی سے عمل کرے یعنی واجہوں اور تباکیدی سنتوں کو بجالائے اور ان ذکر کی ہوئی باتوں میں خرابی پیدا کرنے یعنی کبیرہ گناہوں کے کرنے اور صغیرہ پر اصرار کرنے اور عبادتوں کے بجالانے پر تیار نہ رہنے سے یہ بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔ اور تیسرے طریقے میں بیعت کے پورا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان باتوں یعنی گناہوں کو چھوڑ دے اور مجاہدہ و ریاضت پر قائم رہے یہاں تک کہ دل اطمینان کے نور سے روشن ہو جائے اور بغیر کسی ارادے کے اس کی عادت اور دوسری طبیعت بن جائے۔ اس حالت میں کبھی اس کو اس بارے میں اجازت دی جاتی ہے کہ جس کو شرع و شریف نے مباح کیا ہے، مثلاً لذتیں وغیرہ اور بعض ان کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت دی جاتی ہے جن میں لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے دین کے علموں کا سبق دینا اور قنوی نویسی وغیرہ۔ اور دل کی نورانیت حاصل ہونے سے پہلے کسی قسم کی خرابی عمل یا اعتقاد میں کرنے کا نام اس بیعت کو توڑنا ہے۔

سوال: کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کر دے اور مرید کا پیر کا اپنے مرید کو عاق کرنا

یا نہیں؟ جواب: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا يَا بَا يَعْرَسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعُكٌ بِالْمَدِينَةِ فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقَلَّتْ بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى تَوْلِيهِ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَامًا الْمَدِينَةَ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي جَنَّتْهَا وَتَنْصَعُ طَيْبَهَا (متفق عليه) یعنی: حضرت عبد اللہ بن جابر سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (پاس رہنے کی) بیعت کی۔ اس کے بعد اعرابی کو مدینہ طیبہ میں شدت کا بخار ہوا (اور وہاں سے نکلنا چاہا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے، آپ نے پھر انکار فرمایا۔ پس اعرابی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

اجازت کے بغیر) چلا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک مرنیہ بھیٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کر دیتا ہے۔

دوسری روایت کعب بن مالک کی ہے کہ غزوہ تبوک کے سبب آپ ان سے منقبض ہو گئے مگر ان کا اعتقاد درست رہا۔ پس پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعتِ اہلس نہ کرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے، اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہو جائے لیکن مرید کا اعتقاد باقی وقائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے ویسے بھی مدارِ بیعت کا ارادت پر ہے اور یہ صفت مرید کی ہے نہ کہ شیخ کی، پس اس کے باقی رہتے اور جاتے رہنے کا دار و مدار ارادت کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے (واللہ اعلم)۔

لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ شیخ کی مرضی یا ناراضی اس راستے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر مرید شریعت کے مطابق عمل کرے اور شیخ سے محبت اور اس کے طریقہ پر دل سے کاربند رہے تو شیخ کی ناراضگی مضر نہیں ورنہ حصول مقصد کے لئے شیخ کی مرضی کو بہت دخل ہے۔ اور باپ کا بیٹے کو عاق کر دینے کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ فافہم)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں "پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول کر لینے میں جاننا چاہئے اور اپنی بد بختی کو پیر کے رد کر دینے میں (نعوذ باللہ من ذلک) خدائے تعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے میں رکھا گیا ہے، جب تک مرید اپنے پیر کی مرضی میں گم نہ ہو جائے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا۔ مرید کی آفت پیر کے آزار میں ہے۔ ہر قصور کا جو محبتِ شیخ کے بعد ظاہر ہو تدارک ہو سکتا ہے لیکن پیر کے آزار کو کوئی چیز پورا نہیں کر سکتی۔ پیر کا آزار مرید کیلئے بد نصیبی کی جڑ ہے (عیاذ باللہ من ذلک) اسلامی اعتقادات میں خلل اور شرعی احکام میں کمی اس کا نتیجہ ہیں۔ اگر پیر کے آزار کے بعد بھی احوال و کشف و خوارق اس سے سرزد ہوں تو یہ استدراج ہے کہ اس کا نتیجہ خرابی اور سراسر نقصان ہے۔ حضرت شاہ بیگ فرماتے ہیں ۷

بھیکا اوہ نر کوڑ میں جو گور کو جانیں اور ہر روٹھیں گور میل دیں گور روٹھیں نہیں ٹھوڑ

(یعنی: اے بھیک! وہ لوگ بہت ہی بد نصیب ہیں جو پیر کی قدر نہیں کرتے حالانکہ اگر خدائے تعالیٰ ناراض ہو جائے تو پیر کی دعا سے خدائے تعالیٰ کو خوش کرنا ممکن ہے لیکن اگر پیر ہی رد ٹھ جائے تو کوئی خوش کرنے والا نہیں)۔

استخارہ کا جواز و ترکیب اور فال کی ممانعت

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ پاک سے صلاح لے لے۔ اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بد بختی اور کم نصیبی کی بات ہے، کہیں منگنی کرے یا بیاہ یا سفر کرے یا کوئی کام (مثل کسی سے بیعت کرنا وغیرہ) کرے، تو بے استخارہ کئے نہ کرے، انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔ استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔

پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ چاہی جوئی سورتیں پڑھے۔ اس کے بعد خوب دل لگا کر یہ دعا پڑھے۔ دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ
فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَاَقْدِرُ وَاَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَ
يَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ
مَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاَصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاَصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ

ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ ۛ اور جب ہذا الامر پر پہنچے (جس پر لکیر بنی ہوئی ہے) تو اس کے پڑھنے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے با وضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اسی کو کرنا چاہئے۔ (مسئلہ) اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دلی کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح

سات دن تک کرے انشاء اللہ اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائیگی (مسئلہ) اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن جاؤں کہ نہ جاؤں اور اسی طرح بیعت کیلئے یہ استخارہ نہ کرنے کہ کروں یا نہ کروں

بلکہ یوں کرے کہ فلاں بزرگ سے بیعت کروں یا نہ کروں۔ اور اسی پر دوسرے فرائض و سنن وغیرہ احکام شرعی کو قیاس کر لیجئے۔ (مسئلہ) فال: یہاں یہ اور معلوم کر لینا چاہئے کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبر دیتے ہیں، یا چور وغیرہ معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہیں اور کسی کا نام بتا دیتے ہیں۔ ان نتائج کا خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں۔ یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آئے بتا کر جو خواب نظر آئے اس پر پورا وثوق کر لیتے ہیں اور اس کا نام استخارہ رکھتے ہیں اور یہ سب دعویٰ ہے خبر غیب کا، لیکن شرع شریف نے ان ذریعوں اور وسیلوں کا علم خبری کے لئے مفید ہونا معتبر قرار نہیں دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (آیت ۳۱) (یعنی: اور اس چیز کے نزدیک بھی مت جا جس کا تجھ کو علم نہیں ہے)۔ بخلاف طب کے کہ خود سنت میں اس کا اعتبار وارد ہے گو درجہ ظن میں ہی۔ حدیث شریف میں بھی ایسی فال کی ممانعت وارد ہے: عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَى عَرَا فَاَسْأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً (مشکوٰۃ باب الکہانتہ) (یعنی: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس سے (غیب کی) کسی بات کا سوال کرے اور اس کو سچا جانے اس کی چالیس رات (دن) کی نماز قبول نہ کی جائے گی)۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اور حدیث میں جو فال اور استخارہ وارد ہے حقیقت اس فال کی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی اچھا کلمہ کان میں اتھاقا پڑ گیا اور اس سے نیک شکون لے کر رحمت خداوندی کے امیدوار ہو گئے نہ یہ کہ قصداً ایسے دلائل کا تتبع کیا جائے اور اس کا یقین کیا جائے وہ قصد خواہ خیر ہو یا شر۔ اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کام کے مصلحت کے خلاف یا موافق ہونے میں تردد ہو تو دعائے خاص پڑھ کر خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور دل میں جو بات پختگی کے ساتھ آجائے اس میں خیر سمجھیں۔ پس اس میں رفع تردد ہے۔ کسی واقعہ کا ظاہر ہونا نہیں ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

حقیقتِ طریقت

بعض ناواقف لوگ طریقت کی حقیقت اور بیعت کی غرض و غایت کے سمجھنے میں بہت دھوکا کھاتے ہیں اور بہت سی غیر ضروری اور غیر متعلق باتوں کو اس میں شامل کر لیتے ہیں اس لئے اس بیان میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ سلوک کا خلاصہ اور بیعت کی غرض و غایت کیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ: — (۱) نہ اس میں کشف و کرامات ضروری ہیں — (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے — (۳) نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی کا وعدہ ہے کہ مثلاً تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں، یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتادی جایا کرے — (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی اصلاح خود بخود ہو جائے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔ خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو ارادہ بھی نہ کرنا پڑے، یا علم دین و قرآن میں ذہن و حافظہ بڑھ جائے — (۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا کم از کم عبادت کے وقت لذت سے سرشار اور مست رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں، خوب رونا آئے۔ ایسی محویت ہو جائے کہ اپنے پرانے کی خبر ہی نہ رہے — (۶) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنا دینا ضروری ہے — (۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔

بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعض ظاہر سے متعلق ہیں جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح و طلاق و ادائے حقوق زوجین و قسم و کفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام و کلام و طعام و منام و قعود و قیام و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

اور بعضے باطن سے متعلق ہیں جیسے خدائے تعالیٰ سے محبت رکھنا، خدائے تعالیٰ سے ڈرنا، خدائے تعالیٰ کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، خدائے تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں، اور ظاہری احکام کی طرح ان باطنی احکام پر عمل کرنا بھی فرض واجب ہے۔ نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے جیسے خدائے تعالیٰ کی محبت کم ہونے سے نماز میں سُستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا نخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی، یا غرور یا غصہ کے غلبہ سے کسی پر ظلم ہو گیا، یا حقوق تلف ہو گئے و مثل ذلک۔ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط بھی کی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔

پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ بہت کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ ان ضرورتوں کی وجہ سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج اور تدبیر بھی بتاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان کے علاج کے طریقوں میں آسانی اور تدبیروں میں طاقت پیدا ہونے کیلئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر بھی ایک عبادت ہے۔

پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری جو کہ شرع کے ظاہر اور باطن حکموں کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب ہے جو کہ ذکر کی کثرت ہے۔ نمبر ایک یعنی حکموں کی پابندی سے خدائے تعالیٰ کی رضا اور قرب اور نمبر دو یعنی ذکر کی کثرت سے رضا اور قرب میں زیادتی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریقے اور مقصود کا جس کا مفصل بیان سابقہ ورقوں میں گذر چکا ہے۔

حقوقِ طریقت

یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں خواہ وہ کسی سے بیعت بھی نہ ہوں

تمام برادرانِ اسلام کو عموماً اور اصحابِ سلاسلِ اربعہ کو خصوصاً لازمی ہے کہ حدیث

اور فقہ کی اچھی طرح معلومات حاصل کریں اور اردو جاننے والے اصحابِ معتبر علماء کے اردو میں

لکھے ہوئے مسائل کی کتابیں پڑھیں اور جو ان پڑھ ہیں وہ پڑھے ہوئے لوگوں سے سُنیں اور

ان سے فرائض، واجبات، محرمات، مکروہات اور مشتبہات کی واقفیت حاصل کریں اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادتوں اور آپ کی عبادتوں کے طریقے معلوم

کریں اور جہاں تک ہو سکے سنت کی پیروی کریں، خاص کر فرضوں اور واجبوں پر اچھی طرح

سے پابند رہیں، مکروہ اور شبہ والے کاموں سے بچنے میں سنت کی پابندی کا خاص خیال

رکھیں۔ بدن، کپڑے اور جائے نماز کی پاکی اور نماز کی شرطوں کا اچھی طرح خیال رکھیں

لیکن ظاہری پاکیزگیوں کو وسوسہ اور وہم کے درجے تک نہ پہنچائیں اس لئے کہ وسوسہ اور

وہم کا پیدا کرنا بہت بُرا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کریں، البتہ

اگر کوئی شرعی عذر ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جائے تو شرمندگی

کے ساتھ استغفار کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ تخریمہ (تکبیر اولیٰ) نہ جاتی رہی، نمازیوں

میں جو سب سے زیادہ بہتر ہو اس کو امام بنائیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: **اَلْاِمَامُ**

ضَامِنٌ (یعنی مقتدیوں کی نماز امام کی ضمانت میں ہے) اس لئے جس قدر امام کامل ہوگا اس قدر

نماز بھی کامل ہوگی۔ جمعہ کی نماز کبھی نہ چھوڑیں۔ نماز کی سنتوں اور آداب کی اچھی

طرح نگرانی کریں اور پورے پورے اطمینان کے ساتھ پڑھیں۔ قرآن شریف نہایت

صحیح اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھیں اور گا کر نہ پڑھیں۔ نمازوں کو مستحب وقتوں

میں ادا کریں۔ سنتِ راتبہ جو بارہ رکعت ہیں اور نمازِ تہجد جو سنت ہے ان کو کبھی

نہ چھوڑیں اور نہایت احتیاط کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے ادا کریں۔ تراویح

ختم قرآن اور رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کی پابندی کریں۔ **بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ** کا

خیال رکھیں اور ذکر و اذکار کے وقتوں میں کوئی اور کام نہ کریں۔ اگر شرعی نصاب کے مالک ہوں تو زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ یہ بھی فرض ہے لیکن اس معاملہ میں سنت یہی ہے کہ اپنے پاس ضرورت سے زیادہ مال نہ رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کو فتح خیبر کے بعد سال بھر کی ضرورت کے مطابق جو عنایت فرمائے اور اپنے پاس ایک درم بھی نہ رکھا اور گنجائش کی صورت میں عید الفطر کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضرور کریں اور حج کی استطاعت ہو تو حج ادا کریں، حلال روزی کمائیں، خرید و فروخت کے وقت فقہ کے مسئلوں کا خیال رکھیں اور شبہ والی چیزوں سے پرہیز کریں۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں پوری پوری کوشش سے کام لیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اگر کوئی کمی یا قصور واقع ہو جائے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں اور ولیوں کی سفارش اور وسیلے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ برخلاف لوگوں کے حقوق کے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ بندے خود معاف نہ کریں، اور آخرت میں یہ مشکل ہوگا اسلئے اگر کمی ہو جائے تو زندگی میں ہی معاف کرا لیا جائے۔ نکاح کرنا بیویوں کی سنت ہے لیکن اگر اس کے حقوق پورے طور پر ادا نہ کر سکیں تو نکاح نہ کریں، اگر نکاح کر لیں تو بہتر ہے اس لئے کہ نکاح نہ کرنے سے اکثر بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہے۔ اس کے متعلق صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے زیادہ تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کریں۔ اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کریں، ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتاتے رہیں۔ پڑھے ہوؤں کے لئے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں تھوڑا سا وقت مقرر کر کے کوئی اردو کی مسئلوں کی کتاب (جو کسی مستند عالم کی ہو) شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں اور جب وہ ختم ہو جائے تو پھر شروع کر دیں اور جب تک ان کو مسئلے خوب پختہ یاد نہ ہو جائیں سناتے رہیں، اور ان پڑھے ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سُنیں اس کو یاد کر کے گھر والوں کو ضرور سُناد دیا کریں اور مندرجہ ذیل کاموں کو چھوڑ دیں :- ڈاڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا، جبکہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو، ڈاڑھی چڑھانا، سر میں چاند کھلوانا، کھڈی رکھنا، یا سر کے بال آگے آگے سے منڈانا یا اونچے نیچے (غیر مہوار) بال کٹوانا (جس کو

انگریزی حجامت کہتے ہیں) نخنے سے نیچے پانچامہ پہننا یا لنگی (تہمد) یا کرتہ، چغہ وغیرہ
 نخنے سے نیچے لٹکانا یا شملہ (صافہ کی لانگ) آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا، یا کرتے کی آستین
 پینچے سے آگے لمبی کرنا یا لال یا زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا، یا ریشمی
 یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا، یا کافروں کا مخصوص لباس
 پہننا، یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا، یا عورتوں
 کے لئے مردانہ وضع کا کھڑا جوتا، مردانہ لباس یا بجنے والا زیور پہننا یا ایسا باریک یا چھوٹا
 کپڑا پہننا جس میں بدن کھلا رہے، کسی عورت یا نابالغ لڑکے کو بڑی نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں
 اور لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا یا تنہائی میں مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت
 کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا کسی سخت مجبوری کے بغیر سونے آجانا خواہ وہ پیر یا
 رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں بھی سر، کلائی، پنڈلی اور گلا
 کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے، منہ کے سامنے بھی کھونگٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ
 پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی بُرا ہے، اسی طرح نامحرم مرد اور عورت کا باہم
 ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہئے۔ نختہ یا عقیقہ یا شادی
 میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کو جمع کر لینے میں
 مضائقہ نہیں، یا کوئی کام دکھاوے اور فخر کے لئے کرنا جیسا کہ آجکل رسم و رواج کا کھانا
 کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی میں نیوٹا بھی آگیا اس کو چھوڑنا ضروری ہے، اسی طرح
 فضول خرچ کرنا یا کپڑے میں بہت اسراف کرنا کیونکہ یہ بھی فخر اور دکھاوے میں داخل ہے،
 مردہ پر چلا کر رونا، ترکہ کو ورثہ میں تقسیم کرنے سے پہلے ان کی رضامندی کے بغیر خیرات کر دینا
 خصوصاً نابالغوں کا حصہ خیرات میں دینا حرام ہے۔ ترکہ میں لڑکیوں کا حصہ نہ دینا اور
 بیاہ شادی اور موت کے وقت کی دوسری بدعتوں کا کرنا، حکومت اور ریاست والوں کا
 غریب پر ظلم کرنا، جھوٹی نالیش کرنا، رسن یا رشوت کی آمدنی کھانا، تصویر اور فوٹو بنانا بنوانا،
 یا رکھنا، یا شوق کے لئے گتے پالنا یا پتنگ اڑانا، آتش بازی، کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ
 کرنا، یا بچوں کو ان کاموں کے لئے پیسے یا اجازت دینا، گانا سننا باجے سے یا بغیر باجے کے

اسی میں گراموفون وغیرہ بھی داخل ہیں۔ ایسے عرسوں میں جانا جہاں گانا بجانا اور دوسری قسم کی بدعتیں ہوتی ہیں۔ ٹونے ٹوٹکے یا سینٹلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسب سے کوئی بات پوچھنا، کسی کے پیٹھ پیچھے برائی کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، تجارت میں دغا کرنا، بغیر مجبوری کے ناجائز نوکری کرنا، جائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا خاوند کے سامنے زبان چلانا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا (واضح رہے کہ بعض معمولی باتیں مثلاً فقیر کو مٹھی بھر دانے دینا وغیرہ میں اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اس لئے کہ ایسی باتوں سے عام طور پر روکا نہیں جاتا) یا بلا اجازت کہیں جانا، حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر کچھ طے کر کے لینا یا مولویوں کو وعظ یا مسئلہ بتانے پر اجرت لینا، بحث و مباحثہ میں پڑنا یا فقیروں جیسی وضع بنانا، پیری مریدی کی خواہش کرنا یا تعویذ گندوں کا مشغلہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ فرضوں کے ادا کرنے اور مکروہ اور شبہ والی چیزوں سے بچنے کے بعد صوفی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذکر کے وقتوں میں ذکر کرے اور بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت والے کسی چیز کی حسرت نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے کہ جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہوگا۔ پیری صحبت کو اپنے اوپر لازم کرے صحابہ کہتے تھے اجلس بنا ساعة لنؤمن (یعنی آپ ہمارے ساتھ کچھ دیر بیٹھیں تاکہ ہم (مل کر) ایمان تازہ کریں)۔ مولانا روم فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبتے باولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی سو سال کی بے ریا عبادت سے اولیا اللہ کی ایک گھڑی کی صحبت اچھی ہے) اور حضرت خواجہ احرار فرماتے ہیں

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن نماز صحبت مارا قضا نخواہد بود

(یعنی دراصل نماز کی قضا تو ہو سکتی ہے لیکن صحبت کی نماز کی قضا نہیں ہو سکتی)۔ اگر پیری جگہ کا فاصلہ زیادہ ہو اور آنا جانا بہت ہی کم ہو سکتا ہو تو خط و کتابت کو ضروری سمجھے، یہ اس صحبت کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ علماء اور صلحاء کے پاس بیٹھنے اور بات چیت کرنے کی سعادت حاصل کرے بشرطیکہ وہ علما بھی ایسے ہوں کہ جو دنیا پرستی سے دور رہتے ہوں

اور اگر صلحا کی صحبت نصیب نہ ہو تو تنہا بیٹھے رہنا یا سو جانا بہتر ہے۔

خَلْوَةُ الْاِنْسَانِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيسِ السُّوْءِ عِنْدَهُ
وَجَلِيسُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيسِ الْمَرْءِ وَوَحْدَهُ

(یعنی انسان کا اکیلا رہنا اچھا ہے برے ساتھی کی صحبت سے، اور اچھا ساتھی اکیلے بیٹھنے سے اچھا ہے)۔

لہذا فاسق اور جاہل لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ نیر دنیا کے کاموں میں بہت حصہ لینے والے اور ایسے صوفی کی صحبت سے جو ابھی بتدی ہے پر مہتر کرنا چاہئے اس لئے کہ ایسی صحبتیں ان کیلئے بہت مضر ہیں، کیونکہ تھوڑے ہی پانی کو نجاست پلید کرتی ہے۔ مثنوی

دُورِ شَوَارِ اِخْتِلَاطِ يَارِ بَدِ يَارِ بَدِ تَرَبُّودِ اَزْمَا رِبِدِ
يَارِ بَدِ تَنْهَاهَا، مِمِّسِ بَرِ جَانِ زَنْدِ يَارِ بَدِ بَرِ جَانِ وَ بَرِ اِيْمَانِ زَنْدِ

(یعنی برے ساتھی کے میل جول اور صحبت سے دور رہو، اس لئے کہ بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بدتر ہے کیونکہ بُرا سانپ صرف جان ہی کو نقصان دیتا ہے اور بُرا ساتھی جان و ایمان دونوں کو غارت کرتا ہے)۔

نیز اپنے پیر بھائیوں بلکہ جملہ مسلمانوں سے محبت اور میل جول رکھے۔

آدابِ شیخ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اَدَّبَنِي رَبِّي فَاحْسَنَ تَأْدِيبِي

(یعنی میرے رب نے مجھ کو سکھایا پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک

کے لئے آداب کی رعایت لازمی ہے کوئی بے ادب منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا چنانچہ

اللّٰهُ تَعَالٰی ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(آیت س ۴۹) (یعنی: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو، اور ان سے اس طرح بے تکلفی کے

ساتھ زور سے کلام مت کرو جس طرح ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں

اور تم کو خبر بھی نہ ہو)۔ لہذا بفقوائے مذکورہ بالا ذیل میں چند آداب لکھے جاتے ہیں جن کی

پابندی مریدین کے لئے از حد ضروری ہے۔

مرید کو چاہئے کہ پیر کا خوب ادب رکھے۔ اس کی صحبت و خدمت کو اپنے اوپر

واجب کر لے اور اس کی محبت میں مخمور ہو جائے، اپنی خواہش کو اس کی خوشی کے تابع بنا دے اور ذکر کی جو تعلیم و تلقین پیر اس کو کرے اس کا پابند رہے اور اس کی نسبت یوں اعتقاد رکھے کہ جو فائدہ مجھ کو اپنے پیر سے پہنچ سکتا ہے وہ اس زمانے کے کسی اور بزرگ سے نہیں پہنچ سکتا، پیر کو یوں سمجھنا کہ اس کو ہر وقت ہمارا سب حال معلوم ہے سخت گناہ ہے، اور جو فیض اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر کے ذریعے سمجھے اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور بزرگ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے ہی پیر سے جانے اور جان لے کہ وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس کی استعداد کے موافق پیر کے خاص فیض سے ظاہر ہوا ہے جس کو اس نے محبت کے غلبہ کے باعث دوسرا خیال کیا ہے اور اس سے فیض جانا ہے یہ بڑا بھاری دھوکا ہے، اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس لغزش سے بچائے۔ آمین

شیخ کی خدمت میں ہر وقت با وضو ہے، کم کھانے، کم سونے اور کم کلام کرنے کی عادت ڈالے، پیر اگر دینی امور میں کچھ حکم کرے تو اس کو بجالائے، پیر کی اگر مالی خدمت کرے تو اس کا اظہار نہ کرے، اور اس بات کی طمع یا مطالبہ نہ کرے کہ پیر مجھ کو کچھ دے اور اپنا احسان شیخ پر نہ جتائے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے میری چیز کو قبول کیا اور رد نہیں کیا۔ پیر کے سامنے لوگوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو، پیر اگر کسی کی تعظیم کو اٹھے تو مرید کو بھی چاہئے کہ پیر کی پیروی کرے اور پیر سے جب گفتگو کرے تو نرمی اختیار کرے بلند آواز سے نہ بولے اور پیر کے روبرو قہقہہ نہ لگائے، اس کی مجلس میں نہایت ادب کے ساتھ بیٹھے اور اپنی حیثیت سے اونچی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کرے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، اپنے تئیں حقیر ظاہر کرے اور پیر کے متعلق بد اعتقادی کو اپنے سینے میں نہ آنے دے، اگر کوئی آئے بھی تو استغفار کرے۔ پیر کے قربت داروں اور عزیزوں سے صلہ رحمی رکھے اور جو کچھ واقعہ سامنے آئے پیر سے بیان کرے، پیر کے فرمان کو رد نہ کرے البتہ اگر ممکن ہو تو عذر کرے۔ پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اور پیر کی ہر ایک چیز کا ادب و احترام کرے، جو کچھ شیخ کرے اس پر محبت نہ کرے، حتی الامکان تاویل سے کام لے اور پیر جو حکم کرے اس کو دلیل سمجھے، اگر پیر اس جہان سے رحلت کر گیا ہو تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے، پیر کے روبرو یہودہ باتیں نہ کرے، نہ کسی کے عیب کو

بیان کرے اور پیر کے رو برو کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کرے جس سے وہ ناراض ہو جائے، اور جب پیر ناراض ہو جائے تو برائے مانے اور اس کی رضا جوئی کرے، اس کی باتوں کو کان لگا کر سنتا رہے اور اس کے کاموں اور باتوں پر اعتراض نہ کرے اور بحث اور جھگڑے پر نہ آجائے، اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے، پیر کی خدمت میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو، اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سایہ یا کپڑے پر پڑتا ہو، اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے، ہر چھوٹے بڑے کاموں میں پیری کی پیروی کرے غرضیکہ الطَّرِيقُ كُلُّهُ اَدَبٌ اَللّٰهُ اَكْرَمُ كُوشش کے باوجود کمی رہ جائے تو معاف ہے۔

اعتقادات برائے مریدین

اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شیخ کے متعلق اور بعض دیگر امور میں صحیح اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے پورے طور پر فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ اکثر دفعہ نہ صرف فیض سے خالی رہ جاتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں، اس لئے ذیل میں چند ضروری مسائل اس مطلب کے لئے لکھے جاتے ہیں تاکہ عام لوگ بھی ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مسئلہ بعض صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے پیر کو دوسرے بزرگوں

سے بہتر سمجھے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط اور بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (آیت ۱۲) (یعنی ہر علم والے کے اوپر زیادہ علم والا ہے) بات یہ ہے

کہ بزرگی دینے کی دو قسمیں ہیں ایک تو اختیاری، اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا

کہ اپنے پیر کو اپنے لئے دوسرے بزرگوں سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا خیال کرے اگر بزرگی دینے

سے یہی مراد ہے تو بیشک ایسا خیال بالکل درست ہے، اور دوسرے بے اختیاری جو کہ

بیہوشی کی حالت میں یا پیر سے زیادہ محبت ہونے کے سبب سے ہوتی ہے اس لئے کہ جب

مرید کی نظروں میں پیر ہی پیارا ہے تو محبت کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی نظروں میں محبوب سے زیادہ اور کسی چیز کی قدر نہیں ہوتی اس لئے دوسروں کی بزرگیاں اس کی نظروں میں معمولی دکھائی دیتی ہیں، اس صورت میں مرید معذور ہے کیونکہ وہ ہوش سے باہر ہے، ان دو باتوں کے سوا اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: مرید کو اپنے پیر کے کسی کام پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر وہ ایسا کرے گا تو پیر کی برکتیں اور فیض اس پر بند ہو جائیں گے اس کی دلیل حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہی کہا اور اسی کا اقرار لیا کہ جو کچھ میں کروں اس پر ہرگز اعتراض نہ کرنا جیسا کہ انھوں نے کہا: قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا اِلٰی قَوْمٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَكَ مِنْذِكْرًا اَرَا بَیْنَكَ

(یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم صبر نہیں کر سکو گے اور اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کو کہ تم نہیں جانتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ انشاء اللہ مجھ کو صابر ہی پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ میں کروں اس پر بالکل اعتراض نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کی اصلیت سے آپ کو واقف نہ کر دوں۔

پس موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام ان سے جدا ہو گئے اور کہا کہ هٰذَا فِرَاقٌ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (یعنی یہ میری تمہاری علیحدگی ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر ظاہر شریعت کے اعتبار سے اعتراض کیا تھا اور ان کو حضرت خضر علیہ السلام کی حکمت معلوم نہ تھی۔ لیکن ان کے اعتراض ہی کرنے پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے۔

(فائدہ) یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اگر پیر سے اس کی زندگی میں کوئی بات

خلاف شرع واقع ہو جائے (اور یہ پیر سزگاری اور استقامت والا ہو) تب بھی اس پر اعتراض

نہ کرے بلکہ تاویل کر لے اور اگر ممکن ہو تو کسی مجبوری پر محمول کرے یا سکر (بے خودی) کی حالت پر

یا مجاز پر یا اپنے واقف نہ ہونے پر محمول کرے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جس کی عادت اور

طریقہ ہی فسق و فجور ہو تو بیشک ایسا شخص ہرگز ہرگز ولی نہیں اور نہ ایسے شخص کے کاموں

اور باتوں کی کوئی وجہ نکالنی اور تاویل کرنی ضروری ہے۔

مسئلہ: جس طرح بزرگوں کی شان گھٹانا اور ان کے آداب بجا نہ لانا اور ان میں نقص نکالنا حرام ہے، اسی طرح ان کی شان حد سے زیادہ بڑھانا بھی گناہ ہے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو بڑھا کر خدائے تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا تو اس سے خدائے تعالیٰ کی شان میں کمی لازم آتی ہے۔ اسی طرح رافضیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بڑھا کر یہاں تک کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) خدائے تعالیٰ ہی ان میں حلول کر گیا ہے اور ان میں بعض یہاں تک بھی قائل ہیں کہ ان کے پاس وحی آتی تھی اور بعضوں نے ان کو دوسرے صحابہ کرام سے بڑھا دیا۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جن سے خدائے تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کمی آتی ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ علم غیب کئی نہیں جانتے، اگرچہ بعض باتوں کا حال عادت کے

خلاف کشف اور الہام سے معلوم ہو جاتا ہے اور اولیائے کرام کو کئی غیب کا جاننے والا کہنا سراسر کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ**

الْغَيْبِ (آیت ۱۰۱) (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے

خزانے ہیں (کہ جس کو چاہوں دیدوں) اور نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھ کو غیب کا علم ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: **وَلَا يَحِيطُونَ**

بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (آیت ۲۵۲) (یعنی نبی اور فرشتے خدائے تعالیٰ کے علم کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکتے مگر

جس چیز کا خدائے تعالیٰ چاہتا ہے ان کو علم دیدیتا ہے)۔ علاوہ اس کے اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو کہ

خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب کئی نہ ہونے کیلئے صاف دلیلیں ہیں۔

مسئلہ: غیر اللہ کی عبادت اور ان سے مدد طلب کرنا جائز نہیں: **إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ**

إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ کہا کریں کہ "اے خدا!

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں" عبادت ہو یا کوئی اور چیز ہو جب

اس پر لفظ **إِيَّاكَ** (یعنی خاص کر) کا آتا ہے تو اس سے پابندی ثابت ہو جاتی ہے اور خصوصیت

آجاتی ہے۔ پس اولیائے کرام کے نام سے منت ماننا، نذر مقرر کرنا جائز ٹھہرا۔ اور اگر کسی نے

ایسی نذر کی نیت کر لی ہے تو ہرگز ہرگز پورا نہ کرے جہاں تک ہو سکے اس گناہ سے بچنا ضروری ہے

ہاں نذر واسطے اللہ کے کرنا چاہئے اور وہ غریبوں کو کھلا دینا چاہئے اور اس کا ثواب جن بزرگوں کو چاہے پہنچا دے۔ اور یہاں میری مراد صدقہ دینے اور ثواب پہنچانے سے روکنے کی نہیں ہے کہ وہ بجائے خود جائز اور اچھا ہے بشرطیکہ غریبوں کو کھلایا جائے اور نیت خالص ہو۔ اور قبروں کے گرد پھرنا (طواف کرنا) بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ طواف بیت اللہ کے مشابہ ہے اور طواف کعبہ بھی نماز ہی کا حکم رکھتا ہے اور نماز خدائے تعالیٰ سے مخصوص ہے اس لئے قبروں کے گرد اگر پھرنا جائز ٹھہرا، اور اسی پر زندہ بزرگوں کو یا قبروں کو سجدہ کرنا یا ماتھا لگانا جائز ٹھہرا (فافہم) ۲

مسئلہ: مردہ یا زندہ اور یا انبیاء سے دعا (یعنی مراد) مانگنا جائز نہیں ہے،

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (دعا عبادت ہی ہے) اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذٰلِخِرِيْنًا (آیت سن ۲۰) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً وہ لوگ جو کہ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں جلدی ہی ذلیل

خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عِبَادًا اَمْثَلُكُمْ (آیت سن ۱۹۲) یعنی خدائے تعالیٰ کے سوا لوگوں سے جو تم مانگتے ہو وہ بھی تمہارے ہی جیسے

بندے ہیں۔ ان کو اس کی کیا مجال ہے کہ وہ کسی کی ضرورت پوری کر سکیں) اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو

ان کافروں سے تعلق رکھتی ہے جو کہ بتوں کو پوجتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ (یعنی اللہ کے سوا) عام ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ذِكْرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنَ

الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصّٰلِحِيْنَ لِكَفّٰرَةٍ وَذِكْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَذِكْرُ الْقَبْرِ تَقَرُّ بِكُمْ مِنَ

الْجَنَّةِ (یعنی نبیوں کا ذکر عبادت ہے اور نیک لوگوں (اولیاء) کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کا ذکر کرنا صدقہ

اور قبر کا ذکر کرنا تم کو جنت کے قریب کر دیتا ہے)۔ اور صاحب مسند الفردوس نے اس کو سند ضعیف کے

ساتھ روایت کیا ہے عَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ (یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر

عبادت ہے) اور اس حدیث کو صاحب مسند الفردوس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت کیا ہے۔

مراد ان احادیث سے یہ ہے کہ ان کے بڑے مرتبے والا ہونے کا ذکر کیا جائے تاکہ لوگ ان کو اپنے دل میں جگہ دیں جو خدائے تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے، اور لوگ ان کی اچھی عادتوں، حالات اور طرزِ طریقہ کی پیروی کریں اور ان کے طریقہ کی مخالفت سے بچیں، مگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ (مخصوص شرعی موقعوں یعنی نماز، تہجد، اذان و اقامت وغیرہ میں) کرنا عبادت ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** (آہ) (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ کلمہ اذان اور تہجد میں شامل کر دیا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ بزرگی اور کسی کو حاصل نہیں ہے پس اگر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** کے ساتھ **عَلِيٌّ وَوَلِيُّ اللَّهِ يَا أَبُوبَكْرٍ وَوَلِيُّ اللَّهِ** ملا کر پڑھیں تو یہ فعل واجب التعمیر ہے۔

بعض لوگ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیدائے اللہ" یا "یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیدائے اللہ" کا ورد کرتے ہیں۔ بعض علماء تاویلات کر کے اس کو جائز کہتے ہیں لیکن چونکہ اس میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے خصوصاً عوام کے حق میں مضرت زیادہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے، یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا البتہ جائز ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ یا الہی! خواجہ شمس الدین پانی پتی کے طفیل میری فلاں ضرورت پوری فرما تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: ولی خواہ کتنا ہی بڑھ جائے مگر کسی ادنیٰ نبی کے رتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ مسئلہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ پس اس اتفاق کے خلاف ولایت کو نبوت سے افضل جانتا شرعی طور پر ناجائز ٹھہرا۔ اور یہ بات کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کشف اور دلیل سے باطل ہے۔ فافہم

مسئلہ: کوئی ولی نہ تو نبی ہی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ شرع کے حکموں سے بچ سکتا ہے برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرع کے حکموں کے ادا کرنے کے لئے عقل والا اور بالغ ہونا شرط ہے اور مجذوب میں عقل کا نام و نشان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس تکلیف (پابندی) سے الگ ہو گیا۔ اور یہ شرع

کی پابندی تو ایسی ہے جو کہ نبیوں تک سے بھی دور نہیں ہوتی بلکہ سالک جس قدر شرع کی پابندیوں کو برداشت کرے گا اسی قدر خدائے تعالیٰ کی نزدیکی میں ترقی کرتا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز بھی واجب تھی اور شرعی پابندیاں بھی آپ پر واجب تھیں۔

مسئلہ: معصوم (بے گناہ) ہونا نبیوں ہی کی خصوصیت ہے اور اولیاء کو معصوم سمجھنا کفر ہے اور اصطلاح میں معصوم ہونے کی یہ تعریف ہے کہ اس سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ جان بوجھ کر یا بھولے سے ممکن نہ ہو۔

مسئلہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے تمام ولیوں سے افضل ہیں، انھیں کی شان

میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آئینہ)** (یعنی تم ایک بہترین امت ہو

کہ جو لوگوں میں منتخب کر لئے گئے ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ**

الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ (یعنی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ،

اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ بہتر ہے)۔ اور اس پر اجماع ہے کہ **الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عِدَّةٌ** (یعنی تمام

صحابہ عادل ہیں)۔ عبداللہ بن مبارک جو کہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں: **الْغُبَارُ الَّذِي دَخَلَ**

أَنْفَ قُرَيْشٍ مَعَاوِيَةَ خَيْرٌ مِنْ أَوْسِينَ الْقُرْنِيِّ وَعُمَرَ الْمُرَوَّانِي (یعنی امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک

میں جو گرد و غبار پہنچا وہ اوس قرنی اور عمر بن عبدالعزیز جیسے جلیل القدر اولیاء اللہ سے (جو صحابی نہ تھے) کہیں افضل ہے)۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کی قبروں کو اونچا بنانا اور ان پر گنبد بنانا، خلاف شرع طریقہ پر عرس کرنا،

چراغاں وغیرہ کرنا (مثل دیوالی وغیرہ کے) یہ سب بدعت ہے، اور بعض ان میں ایسی باتیں

بھی ہیں جو کہ حرام ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو مکروہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری

قبر کو مسجد اور عید نہ بنانا (عید سال بھر میں لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے کا دن ہے) جس سے

عرس مروجہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور مسجد سجدہ کرنے کی جگہ ہے جس سے

قبروں کو ماتھا لگانا منع ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس غرض سے بھیجا کہ

بلند قبروں کو برابر کر دیں اور جہاں تصویریں دیکھیں ان کو مٹا دیں۔

مسئلہ: سنت تو یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کے وقت یہ دعا پڑھے **وَالسَّلَامُ**

عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا نَشَاءُ اللَّهُ بِكُمْ لِلْأَحْقُونَ
نَسَأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ (مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور)۔

مسئلہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرامؓ و اولیائے عظام وغیرہ کی
قبروں کی زیارت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پوری پوری طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے، اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور اتباع پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت
سے پہلے نفل نماز، روزہ، صدقہ یا کوئی اور نیک کام کیا ہو اس کا ثواب ان کی ارواح کو
بخش دے اور نہایت ہی عاجزی و انکساری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان
کے پیروکاروں کے لئے دعا کرے اور اگر صاحب نسبت ہو یعنی کسی بزرگ سے دل کا تعلق
رکھتا ہو تو تمام طرف سے علیحدہ ہو کر فیض حاصل کرنے کی غرض سے مراقبہ میں بیٹھے قبروں پر
قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

مسئلہ: بعض صوفیہ کا یہ مقولہ کہ شیخ کا باطن ہر جگہ ہے، اس کے معنی سمجھنے میں عام
لوگ غلطی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے، سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقعہ ہے
اگرچہ خرق عادت اور کرامت کے طور پر کبھی ایسا بھی واقع ہوا ہے لیکن یہ بات ہمیشہ
نہیں ہوتی اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آئے تو سچ مچ پیر ہی ہو، بعض وقت
کوئی فرشتہ وغیرہ اس کی شکل میں نظر آجاتا ہے بلکہ اس جملہ کے یہ معنی ہیں کہ باطن، اصطلاح
میں اسم الہی کو کہتے ہیں جس کا کسی مخلوق میں ظہور ہو (ظہور کے معنی مسئلہ ظاہر و منظر میں بیان
ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ)۔ پس شیخ کامل میں اسم ہادی کا فیض جاری ہوتا ہے سو باطن شیخ سے
مراد اسم ہادی ہوا، چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے مکان اور زمان سے
پاک ہے اور اس کا نور و فیض عام اور محیط ہے۔ اس اعتبار سے کہہ دیا جاتا ہے کہ باطن شیخ
ہر جگہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی صفت ہادی کا فیض کسی زیائے یا جگہ کے
ساتھ خاص نہیں اور چونکہ اس فیض کے حاصل کرنے کی قابلیت شیخ کی صحبت و تعلیم سے
نصیب ہوتی اس لئے باطن کو شیخ کی طرف باری تعلق مضاف کر دیتے ہیں (اس قسم کے اور
مرائل تصوف کی بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مسئلہ: یہی از اشتغال بہ انوار:- مراقبات و معاملات میں اگر کچھ انوار وغیرہ نظر آئیں تو اپنے اعتقاد اور عمل کو درست رکھنا چاہئے۔ اعتقاد کی درستی تو یہ ہے کہ اس کو حادث اور مخلوق سمجھے خالق اور قدیم نہ جانے کیونکہ حق تعالیٰ کی رُویت دنیا میں نہیں ہو سکتی اور عمل کی درستی یہ ہے کہ ان انوار میں دل نہ لگائے بلکہ اس کی نفی کر کے مطلوب حقیقی (خدائے تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ اگرچہ وہ انوار ملکوتی ہیں لیکن پھر بھی مخلوق ہیں تو اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسا مال و زر میں مشغول ہونا، اور اس راستہ کی رکاوٹ ہونے میں دونوں برابر ہیں بلکہ ملکوت کے یہ نورانی پردے ناسوت کے ظلماتی پردوں (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ ناسوتی موجودات کو آدمی رکاوٹ سمجھتا اور سیکار جانتا ہے اور ان میں زیادہ لذت بھی نہیں ہوتی اس لئے دل ان میں زیادہ نہیں پھنستا اور انسان ان کے دور کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ملکوتی انوار کو بہت بڑی چیز سمجھتا اور اپنے مجاہدہ کا پھل اور لذت جانتا ہے، اس لئے اگر دل اس میں اُکچھ گیا تو عمر بھر بھی اس قید سے نکلنے کی امید نہیں اور ساتھ ہی اگر ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات و صفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت سے لوگ برباد ہو گئے اس لئے اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے کیونکہ اعتقاد اور عمل کی حفاظت کا اہتمام واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یا اجازت معلوم دیکھا اور شرع شریف کے خلاف کسی کام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یا اجازت معلوم ہوئی تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اول تو وہ خواب ہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین یعنی شیطانِ رجم کسی طرح درمیان میں آکر خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کر گیا ہو اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو پس ہر مسئلہ میں ظاہر شریعت مطابق اہل سنت و جماعت کا اعتبار کیا جائے۔

مسئلہ: کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں دین کی بدعت سے کم نہیں۔

تحقیق خوارقِ عادات و کشف و کرامات

اب ہم خوارقِ عادات اور کشف و کرامات کے متعلق ضروری باتیں بیان کرتے ہیں جو ایک مقدمہ، چند مسائل اور ضروری فوائد پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: جاننا چاہئے کہ عادت کے خلاف باتوں کا کسی شخص سے واقع ہونا خوارقِ عادات کہلاتا ہے، اس کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایک کشف بھی ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کشفِ کوئی: وہ یہ کہ موجودات کے حالات جو اس کی نظر سے غائب ہیں، خواہ زمانہ ماضی کے ہوں یا مستقبل کے اس پر ظاہر ہو جائیں جیسا کہ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا اور اس لشکر کا امیر ساریہ نام کے ایک شخص کو بنایا چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ عین خطبہ ہی میں آپ نے آواز دی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ نے یہ آواز اس وقت دی تھی جبکہ کفار پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اتنی منزلوں کی دوری کے باوجود سب نظر آ گیا اسی لئے ساریہ کو خبردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو وہاں تک پہنچا دیا۔

(۲) کشفِ الہی: یعنی اپنے اور دیگر سالکوں کے احوال سے سلوک کے راستہ میں خبردار ہو جائے اور ہر ایک کے متعلق خدائے تعالیٰ کی نزدیک کی مرتبہ کا پتہ لگ جائے اور وہ تمام علوم جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں اسی قسم سے ہیں بشرطیکہ عالم مثال میں کشف کی آنکھ سے دیکھے۔ خوارق کی ایک قسم الہام بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں کوئی علم القا کر دے اور ہاتھ (یعنی فرشتے) کا کلام بھی اسی شمار میں ہے۔ اکثر دفعہ نفس اور شیطان کی طرف سے بھی ایک قسم کا القا ہوتا ہے اس کو وسوسہ کہتے ہیں، الہام اور وسوسہ میں یہ فرق ہے کہ الہام سے صوفیہ کے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اور وسوسہ سے

اطمینان حاصل نہیں ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسْتَفْتِ نَفْسَكَ
وَلَا اَفْتَاكَ الْمَفْتُوْنَ (یعنی اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھ لیا کر اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھ کو فتویٰ دیں) یعنی
اگرچہ علماء ظاہر حال پر فتویٰ دیں لیکن صوفی کو چاہئے کہ اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھے۔

بات یہ ہے کہ صوفی کا دل حرام سے طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اگرچہ باعتبار ظاہر کے علماء
اس کو جائز اور مباح کہتے ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اتَّقُوا
قِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِبُؤْرِ اللَّهِ تَعَالَى (ترمذی) (یعنی مومن کی فراست اور عقلمندی سے
ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے جو کہ اس کے دل میں ہے دیکھتا ہے)۔ اس کے علاوہ ایک قسم
تاثیر بھی ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ مرید کے دل میں اثر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ
کی جانب جذب کرے۔ (۲) عالم کون و فنا کی تاثیر ہے کہ حق تعالیٰ کے تمام امور اس کے ارادے
اور مرضی کے موافق ظہور میں آئیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جس وقت حضرت مریم علیہا السلام
کے پاس گئے اور ان کے پاس غیب سے رزق پایا، یہ بھی اسی قسم سے ہے۔

مسئلہ اول: اب یہ جاننا چاہئے کہ جو خرق عادت کسی نبی سے زیانہ نبوت میں ظاہر ہو

وہ معجزہ کہلاتا ہے اور اگر بعثت سے پہلے ظاہر ہو تو اسے ارباص کہتے ہیں، اور جو کسی نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری تابعداری کرنے والے سے ظاہر ہو اور قانون عادت سے
خارج ہو وہ کرامت ہے۔ پس اگر وہ چیز عادت کے خلاف نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اور جو
خرق عادت عام مسلمانوں سے ظاہر ہو اسے معونت کہتے ہیں اور جس شخص سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے
اگر وہ اپنے تئیں کسی نبی کا پیرو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جو گیوں ساحروں وغیرہ سے
بعض ایسی باتیں واقع ہوتی ہیں اور اگر وہ شخص نبی کی تابعداری کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اصل
میں وہ تابع نہیں ہے خواہ اصول میں اختلاف کرتا ہو جس طرح اہل بدعت یا فرع میں جیسے
فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر واقع ہو تو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ یہ سب استدراج

ہے جس کا نقصان یہ ہے کہ یہ شخص خرق عادت کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور
اس دھوکے میں حق تلاش کرنے اور حق کی پیروی کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کتنا بڑا
نقصان ہے۔ پس کرامت اس وقت کہلاتی ہے جبکہ وہ کسی سنت کی پیروی کرنے والے

اور پرنسپل گارمونی آدمی سے ظاہر ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی عجیب بات واقع ہوئی ہوگی اس کو غوث اور قطب قرار دیتے ہیں خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال اور اخلاق ہوں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو اور اس سے پرہیز کرو۔

مسئلہ دوم: اور جانتا چاہئے کہ کرامت کے لئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے ارادے کا اس سے تعلق ہونا لازمی ہے اور کبھی علم ہوتا ہے اور ارادہ نہیں ہوتا اور کبھی علم اور ارادہ دونوں ہوتے ہیں۔ اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ہوتیں۔ (۱) جہاں علم بھی ہو اور ارادہ بھی جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان مبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا۔ (۲) جہاں علم ہو اور ارادہ نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوؤں کا آجانا۔ (۳) جہاں نہ علم ہو نہ ارادہ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہانول کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چندہ چند ہو جانا، چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم و ارادہ کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک قسم عقلی شبہ کے طور پر ہے جو واقعے کے خلاف ہے یعنی ارادہ ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بغیر علم کے ارادہ ممکن نہیں۔ اور تصرف و ہمت و توجہ پہلی قسم کو کہتے ہیں دوسری اور تیسری قسم کو نہیں کہتے البتہ برکت و کرامت ہے۔

مسئلہ سوم: اور جانتا چاہئے کہ ایک اور لحاظ سے کرامت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حسی، (۲) معنوی۔ عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال سمجھتے ہیں جیسے کسی کے دل کے حال سے واقف ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا وغیرہ اور خواص (کاملوں) کے نزدیک بڑا کمال معنوی کرامت ہے یعنی شریعت پر قائم رہنا اچھے اخلاق کی عادت ہونا، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ہونا، حسد و کینہ اور دوسری بُری عادتوں سے دل کا پاک ہو جانا، کوئی سانس غفلت میں نہ گذارنا وغیرہ۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا شبہ نہیں پہلی قسم کے برخلاف کہ اس میں شبہ موجود ہے اسی لئے کامل بزرگ کرامت کے ظاہر ہوتے وقت

بہت ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو، یا خدا نخواستہ اس سے نفس میں غرور نہ پیدا ہو جائے، یا اس کی وجہ سے عام لوگوں میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر ہلاکت کا سبب نہ ہو، اور اس کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے حیض والی عورت حیض کے کپڑوں کو، بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیاء کرام نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت ظاہر نہ ہوتی ہوتی تاکہ اس کا اجر اور بدلہ بھی ہمیں آخرت میں ملتا کیونکہ یہ بات مقرر ہے کہ جس قدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم: اور جانتا چاہئے کہ بعض علما نے کرامت کی طاقت کی ایک خاص حد مقرر کی ہے اور جو کام بہت ہی بڑے ہیں جیسے بغیر باپ کے اولاد ہونا یا کسی جمادات کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا وغیرہ اس کا ہونا کرامت سے نہیں مانا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے صرف اس کا ظہور ولی کے ہاتھ ہوا ہے تاکہ اس کی بزرگی اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور مقبولیت ظاہر ہو، پس جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں تو کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ برابری لازم آنے کا خوف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب کرامت والا خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے وہ اس نبی کی پیروی سے ہے مستقل نہیں جو اس شبہ کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا واقع ہونا بالکل ناممکن ہے وہ بطور کرامت واقع نہیں ہو سکتا جیسے قرآن مجید کی مثل لانا۔

مسئلہ پنجم: اور جانتا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کو چھپانا واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اجازت ہو، یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں ارادہ اور اختیار باقی نہ رہے، یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کو سچتہ کرنا مقصود ہو تو وہاں اظہار جائز ہے۔

مسئلہ ششم: اور جانتا چاہئے کہ بعض کامل ولی بندگی اور رضا کے غلبہ کے مقام میں ہوتے ہیں اس لئے وہ کسی چیز میں تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم

۱ بیرون گورلاں کرامت چہ می زنی ۲ ایمان اگر بگور بری صد کرامت ست

نہیں ہوتیں اور بعضوں کو قوتِ تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی، تسلیم و تقویٰ ہی ان کی کرامت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا پایا جانا یا ظاہر ہونا ضروری نہیں اور نہ خوارق کا کثرت سے ہونا فضیلت کا سبب ہے اور یہ بانی ہونی بات ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا کامل ولی بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا حالانکہ صحابہ کرامؓ سے خوارق بہت کم واقع ہوئے ہیں بخلاف بعض اولیاء کے کہ ان سے بہت کثرت سے ظاہر ہوئے ہیں، بات یہ ہے کہ ثواب کے زیادہ ہونے کا نام بزرگی ہے اور لذتوں اور حظوظ کا نام خوارق ہے خوارق سے کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ عبادت سے ثواب ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین نے صحابہ کرامؓ کے کرامات کو ان کے مناقب کے بیان میں ذکر نہیں کیا بلکہ ان کا باب ہی علیحدہ باندھا ہے اور خرقِ عادت تو بعض جوگیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

مسئلہ ہفتم: اور جاننا چاہئے کہ بعض اولیاء اللہؑ مرنے کے بعد بھی تصرفاتِ خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بات معنوی طور پر تو اتر کی حد کو پہنچ گئی ہے جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔
مسئلہ ہشتم: اور جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ طبعی (کیمیائی)

اسباب سے نہ پیدا ہوئی ہو خواہ وہ اسباب ظاہریوں یا پوشیدہ۔ اس مقام پر لوگوں کو دو قسم کی غلطی واقع ہو جاتی ہے (۱) بعض تو محض عجیب کاموں کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے کمال کا اعتقاد کر لیتے ہیں آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں مثلاً مسمریزم، فریبیس، حاضرآت، ہمزاد کا عمل، عملیات و نقوش، طلسمات و شعبدات، تاثیراتِ عجیبہ، ادویات، سحر، چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں اور بعض قوتِ خیالیہ کا کرشمہ ہیں۔ (۲) اور بعض جو واقعی کرامت اور قوتِ قدسیہ سے تعلق رکھتے ہیں تو عام لوگ ان کو اسبابِ طبعیہ سے سمجھ کر سب کو ایک لاکھی سے ہانکتے ہیں۔ صاحبِ بصیرت ^{محقق} طالبِ حق اگر انصاف کی نظر سے دیکھے تو اس کو قرینہ سے صاف فرق معلوم ہو جائے گا کہ اس فعل میں قوائے طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوتِ قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں ہے محض غیب سے ایسا ہی ہونے والا ہے۔

(فائدہ) مسمریزم قوتِ خیالیہ کا ایک کرشمہ ہے جو اس کے بانی مسمر (MESMER)

کے نام کے ساتھ منسوب ہے معمولی سے فرق سے اسی کو ہپنٹزم (HYPNOTISM)

بھی کہتے ہیں اس کا عامل اپنی قوت خیالیہ کی مشق سے معمول پر مصنوعی نیند طاری کر کے ایک عارضی وقت تک کے لئے اس کو بیہوش کر دیتا ہے اور اس سے مختلف سوالوں کے جواب حاصل کر کے حاضرین کو حیرت میں ڈال دیتا ہے عام لوگ بلکہ خود اس کی مشق کرنے والے خیال کرتے ہیں کہ معمول میں روحیں آتی اور جواب دیتی ہیں، اور اصل میں یہ قوت خیالیہ کا محض تصرف ہے، یہ فن آجکل کثرت سے رائج ہے، لوٹا لکھا کر چور معلوم کرنا وغیرہ بھی مسمریزم کی ایک شاخ ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کی طرف زیادہ خیال ہوتا ہے اسی کا نام نکل آتا ہے چنانچہ اگر دو عاملوں کے سامنے دو شخصوں پر چوری کا گمان ظاہر کر دیا جائے اور دونوں الگ الگ اس عمل کو کریں تو دونوں جگہ وہی مختلف مشتبہ نام نکلیں گے جس کا دل چاہے آریالے یہ قوت خیالیہ عجیب چیز ہے اس سے عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور انجان لوگ اس کو غلطی سے قوت قدسیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صوفیوں میں جو توجہ کا طریقہ ہے وہ بھی خیال کا تصرف اور کسب سے حاصل ہونے والی چیز ہے لیکن ان کی غرض چونکہ محمود ہے اس لئے ان کی توجہ بھی محمود ہے اگرچہ کوئی کمال نہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامت یہ محض وہی اور غیر ملکتسب ہیں ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی ہے۔ فریسیں کے متعلق ایک معتبر شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایک مجلس ہے جس کا مقصد ایک جماعت میں باہم اتحاد و اتفاق قائم کرنا ہے اور وہاں یہی معاہدہ لیا جاتا ہے اور اس معاہدہ کی وقعت و شوکت پیدا کرنے کے لئے پوشیدہ رکھنے کا بہت خیال رکھا گیا ہے اور اس پوشیدگی کے لئے خاص اسباب جمع کئے گئے ہیں چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس میں نہیں لیتے بلکہ جو دنیا کے اعتبار سے معزز ہو کیونکہ عموماً ایسے لوگوں کو اپنے عہد کا پاس ہوتا ہے تو وہ پوشیدگی کے عہد کو بھی پورا کریں گے اور نہ ہی اعتبار سے صانع عالم کا قائل تاکہ پوشیدگی پر جو عہد اور قسم اس سے لی جائے وہ خدائے تعالیٰ سے ڈر کر اس کو پورا کرے خدائے تعالیٰ کو نہ باننے والے دہریے اور لاندہب کو نہیں لیتے، قیس بھی کافی لیتے ہیں کیونکہ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جو کام مال خرچ کر کے حاصل کیا جاتا ہے گو وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔ جو کسی کسب کے بغیر خدائے تعالیٰ کی طرف سے بخش ہو وہ جو بغیر کسب و محنت سے حاصل ہو۔

توجہ اور مسمریزم میں فرق

اس کو ظاہر کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے اس کے بعد اس کو اس مکان میں جو اسی کام کے لئے مقرر ہے پہنچاتے ہیں مکان کی صورت بھی وحشتناک بتائی ہے کہ اونچے اونچے ستون ہیں، اس کے درجوں میں وسعت بہت کم ہے تنگ مکانات ہیں پھر رات کو داخل کرتے ہیں اور اس وقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہیں کہ اس صورت سے دل پر خوف چھا جانا قدرتی بات ہے اور بڑی ذلت کے ساتھ لے جاتے ہیں کہ پہلا لباس اتروا کرو میں کی وردی جو بالکل مردہ کی سی کفتی ہوتی ہے پہنا کر گلے میں رسی ڈال کر کشاں کشاں لاتے ہیں وہاں ایک آدمی پہلے سے چھپا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے، یہ فریبین ہونے والا شخص جس وقت اس مکان میں قدم رکھتا ہے وہ شخص دفعۃً اس کی بے خبری میں اس تلوار یا برچھی کی نوک اس کے پہلو پر رکھ دیتا ہے جس سے اس پر ایک عجیب خوف چھا جاتا ہے اور اس وقت اس سے اپنی جماعت کی ہمدردی اور ان کی جانی و مالی امداد کے عہد لے جاتے ہیں اور اس کی پوشیدگی کا عہد بھی لیا جاتا ہے اور قسم کے ساتھ بددعا میں بھی ہوتی ہیں کہ اگر میں یہاں کارا ز ظاہر کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر سے پار ہو جائے و مثل ذلک۔

اب ظاہر ہے کہ ایک تو بددعا پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر ان بددعاؤں کا ڈر پھر اتنا مال خرچ کر کے اس کو معلوم کرنا پھر ذیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کو ظاہر کرتے ہوئے شرمناک سب پوشیدگی کے تاکید سبب ہیں پھر کچھ وہاں معماری کے آلات بھی ہوتے ہیں جن کی خاص معنوں کے لئے خاص اصطلاحیں مقرر کی گئی ہیں (مثلاً بسونے کو زور سے زمین پر مارتے ہیں جو عہد کی مضبوطی کی طرف اشارہ ہے) اسی لئے اس کو فری مین (FREEMASON) (آزاد معمار) کہتے ہیں اور اسی لئے وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جن کو تعمیرات کا شوق تھا، اور یہ دعویٰ فسانہ عجائب سے کم نہیں پھر اس میں مختلف درجے ہیں جن میں زمانے اور جگہوں کے اختلاف سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے یعنی انگلستان میں کچھ ہے تو جرمن میں کچھ اور اسی طرح کسی سنہ میں کچھ ہے اور دوسرے سنہ میں کچھ اور ہے مگر حاصل اسی قدر ہے باقی نہ وہاں ارواح ہیں نہ جن اور نہ کوئی عجیب چیز ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ واہمہ کے غلبہ سے کسی دور کے واقعہ کی اطلاع خطرہ کے طور پر ہو جائے

جیسا کہ اکثر زیادہ فکر میں ایسا ہو جاتا ہے۔ اس راوی سے دریافت کیا گیا کہ تم نے قسم کے باوجود کیسے ظاہر کیا؟ جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لی گئی کہ نااہل پر ظاہر نہ کروں گا۔ نیز اس سے پوچھا گیا کہ ایک فرمیسین دوسرے سے مل کر پہچان لیتا ہے کہ یہ بھی فرمیسین ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب دیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں کچھ خاص اشارے ہیں اگر ایک شخص نے ان کو ادا کیا اور دوسرے نے جواب دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بھی فرمیسین ہے اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کے بعد ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ ایک فرمیسین کے پاس وہاں کی چھپی ہوئی کتاب ملی جس کو انھوں نے پوشیدہ مطالعہ کیا اسے کسی دہریے انگریز نے دھوکے سے فرمیسین ہو کر حلف توڑ کر لکھا ہے سو اس کے مضامین اور یہ روایت بالکل مطابق پائے گئے۔

اب اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ان باریک فسادوں سے قطع نظر کر کے جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں محض اس فساد کی بنا پر بھی کہ اس میں کافروں اور فاسق و فاجروں سے بلا ضرورت دوستی کا عہد و التزام کیا جاتا ہے پھر ہمہ ردی میں حق و ناحق کی کوئی پروا نہیں کی جاتی خواہ اس میں کسی پر ظلم ہی کیوں نہ ہو جائے اور یہ دونوں امور حرام ہیں لہذا بالیقین فرمیسین حرام اور معصیت ہے نیز اپنے مسلمان بھائیوں میں طرح طرح کے شہوں سے تہمت لگائی جاتی ہے اور تہمت سے بچنا واجب ہے۔ اس بارے میں راستہ دراز تطویل و تفصیل سے کام لیا گیا ہے تاکہ اس کی برائی خوب واضح ہو جائے اور اس قسم کی صورتوں میں یہ تقریر مفید ہو

حاضرات مسمریم کی طرح اس کا عالی بھی انگوٹھے کے ناخن پر یا کسی ڈبیا وغیرہ میں چمکدار سیاہی لگا کر اس میں اپنی شکل کا تصور دیکھنے والے کو کرتا ہے، خاکروب، سقہ اور قرآش کے خیالی آمدورفت اور خدایات انجام دینے کے بعد ارواح یا جنات کے بادشاہ کا آنا تصور کرتا اور اس سے معمول کے ذریعہ حاضرین کے سوالات کا جواب لیتا اور ان کو اپنا گرویدہ بنا کر طرح طرح سے پیسے ٹھکتا ہے

ہمزاد عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من

أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن وقرينه من الملائكة (المحدث عن مشكوة بابا رسول)

ہمزاد کا عمل کرنے والے حدیث مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہی مؤکل ہمزاد ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے دو عمل ہیں ایک جس کے ذریعہ سے فرشتہ (ملہم) مؤکل کو قابو کیا جاتا ہے اور اس کو شرع کے مطابق بیان کرتے ہیں یہ علوی کہلاتا ہے اور دوسرا سفلی ہے جس کے ذریعہ جن (اہرمن) مؤکل کو قابو کرتے ہیں اور اس ہمزاد کے ذریعے مختلف شعبہ کے (مثلاً روپے منگانا بے موسم پھل منگانا وغیرہ) دکھا کر لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں یہ سب قوتِ متخیلہ کے کرشمے ہیں اور شرعاً ان کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ان کے ذریعے سے لوگوں کو دھوکا دینا حرام مطلق ہے، خوب سمجھ لیجئے عملیات و نقوش مثلاً چور کو معلوم کرنے کا عمل، زبان بندی و تلوار بندی وغیرہ کے عملیات و نقوش اور طلسمات و شعبدات و تاثیرات عجیبہ ادویات مثلاً (کا فور کی ٹکیہ جلا کر پانی میں چھوڑ کر) پانی میں آگ لگانا، پیارے پانی سے لکھ کر سایہ میں خشک کر کے آگ سے سینک کر حروف نمودار کرنا وغیرہ اس فن کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں اور لوگ اس کو کمال سمجھتے ہیں۔ سحر یعنی جادو اور چشم بندی جو ہمداری کا تماشا کرنے والے عام طور پر اس کے اثرات دکھاتے ہیں یہ سب شرع شریف کے خلاف ہے چہ جائیکہ کمال ہوں خوب سمجھ لیجئے۔

مسئلہ نهم: جاننا چاہئے کہ جن افعال کا ظاہری قوتوں سے کرنا منع ہے ان کا باطنی قوتوں سے کرنا بھی منع ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کرنا، یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا، یا کسی کا پوشیدہ راز معلوم کرنا۔ بعض لوگ مطلق خرق عادت کو ولایت کا جزو سمجھ کر ان سب تصرفات حلال اور کرامت میں سے سمجھتے ہیں وہ غلط ہے۔

مسئلہ دهم: جاننا چاہئے کہ ولی سے اتفاقاً کوئی امر ناجائز واقع ہونا اس کی ولایت اور کرامت میں نقص نہیں ڈالتا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو اور معلوم ہونے پر توبہ کر لے اور یہی حکم اختلافی مسئلہ کی غلط شق اختیار کرنے میں ہے۔

رفاؤدہ) اگر اتفاقاً دو شخصوں کے کشف ایک ہی نکل آئیں تو ظن غالب کا درجہ ہوگا جیسا اذان کی ابتداء کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غسل کیڑوں سمیت دینے کا کشف حدیث شریف سے ثابت ہے اور

اگر دو کشف باہم مختلف ہوں تو ان میں سے وہی زیادہ اعتبار کے قابل ہے جس کی تائید شرع شریف سے بھی ہوتی ہے اور اگر اس میں شرع چُپ ہو اور دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہوں تو اخیر کا کشف زیادہ معتبر اور بہتر ہے۔ اگر کشف والے دو شخص ہوں تو اس کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو صحو و ہوش میں ہو بہ نسبت اس کے جو سُکر (مستی) کی حالت میں ہو، اور اگر دونوں ہوش اور مستی کی حالت میں برابر ہوں تو اس کا کشف زیادہ بہتر ہوگا کہ جس کا کشف کبھی بھی خلاف شرع واقع نہ ہوا ہو۔ اسی طرح زیادہ خلاف والے کے مقابلے میں کم خلاف ہونے والے کے کشف کا اعتبار ہوگا۔ پھر اس شخص کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو خدائے تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوگا یعنی زیادہ متقی ہوگا اگر ایک ہی کشف دس آدمیوں پر ظاہر ہو اور دوسرا کشف صرف ایک ہی آدمی پر ہو تو دس آدمیوں والے کشف کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر وہ ایک آدمی ان تمام آدمیوں سے زیادہ قوی ہو تو اس کا کشف اس جماعت کے کشف سے زیادہ بہتر ہوگا۔ ان تمام امور میں الہام کا بھی وہی حکم ہے جو کہ کشف کا ہے۔

(ف) جانتا چاہئے کہ سب سے بڑی اور اصلی کرامت شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت کا حاصل ہونا ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے:
 اِلِاسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكِرَامَةِ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَاَلَّا تَحْزَنُوْا وَاَلَّا يَكُوْنَنَّ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ سُوْٓءُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (آیت ۳۰ س ۴) (یعنی بیشک جن لوگوں نے دل کے اقرار کے ساتھ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) کہ تم اندیشہ اور غم نہ کرو اور تم خوشخبری سنو اس بہشت کی کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔ پس اصلی کرامت شریعت کی پابندی ہے۔

دل کی بیماریاں اور ان کا علاج

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دل کی اصلاح سے جسم کی اصلاح ہوتی ہے اس سے نیک عملوں اور عبادت کی رغبت اور اس میں خلوص حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ دل کی اصلاح کا سب سے کامیاب ذریعہ ذکر الہی ہے۔ اب یہاں دل کی چند مشہور بیماریوں کے خاص خاص علاج اور پرمیر درج ذیل کئے جاتے ہیں ان کو سمجھ کر عمل کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

زیادہ کھانے کی بُرائی اور اس کا علاج

بہت سے گناہ پیٹ کے زیادہ پالنے سے پیدا ہوتے ہیں اس میں کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے: مزیدار کھانے کے پابند نہ بنو۔ کبھی کبھی کھا لو تو مضائقہ نہیں، پابندی نہ کرو، حرام روزی سے بچو، کیونکہ جو جسم حرام غذا سے پلتا ہے جنت اس حرام ہوتی ہے مگر چین میں جو ماں باپ کھلاتے ہیں وہ گناہ ان کے ذمے ہے یہ اس سے مستثنیٰ ہے، یہ حکم بالغ ہونے کے بعد کا ہے۔ پیٹ حد سے زیادہ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمہ کی بھوک رکھ کر کھاؤ اس میں بہت سے فائدے ہیں:۔ (۱) دل صاف رہتا ہے جس سے خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان ہوتی ہے اور اس سے خدائے تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ (۲) دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے جس سے دعا اور ذکر میں لذت معلوم ہوتی ہے۔ (۳) نفس میں بڑائی اور سرکشی نہیں ہونے پاتی۔ (۴) نفس کو تھوڑی سی تکلیف پہنچتی ہے اور تکلیف کو دیکھ کر عذاب الہی یاد آتا ہے جس سے نفس گناہوں سے بچتا ہے۔

(۵) گناہوں کی رغبت کم ہو جاتی ہے۔

(۶) طبیعت ہلکی رہتی ہے نیند کم آتی ہے تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں ہوتی۔

(۷) بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحمی پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ بولنے کی بُرائی اور اس کا علاج

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انسان کا کلام تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ کلمہ خیر ہے یا کلمہ شر یا وہ نہ خیر ہے نہ شر، تو کلمہ شر کی بُرائی تو ظاہر ہے اور جو کلمہ نہ خیر ہے نہ شر، تو وہ لغو ہوا اور لغویات سے احتراز عقلاً بھی واجب ہے، رہ گیا کلمہ خیر تو یہ بھی آفات سے خالی نہیں، ریا، سمعہ، فضیحت، تخقیر، خود نمائی وغیرہ اس کے محرکات ہو سکتے ہیں۔ صرف ان مواقع میں جہاں یہ چیزیں نہ ہوں کلمہ خیر جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزہ آتا ہے اور اس سے سینکڑوں گناہوں میں پھنس جاتا ہے جھوٹ، غیبت، کوسنا اور کسی کو طعنہ دینا اپنی بُرائی جتانا، خواہ مخواہ کسی سے بحث کرنا، امیروں کی خوشامد کرنا، ایسی ہنسی کرنا جس سے کسی کا دل دکھے وغیرہ، ان آفتوں سے بچنا جب ہی ممکن ہے کہ زبان کو روکے، اور اس کے روکنے کا طریقہ یہی ہے کہ جو بات منہ سے نکالنی ہو جی میں آتی ہے نہ کہہ ڈالو بلکہ پہلے خوب سوچ سمجھ لو کہ اس بات میں کسی طرح کا گناہ ہے یا ثواب، یا یہ کہ نہ گناہ ہے نہ ثواب، اگر وہ بات ایسی ہے کہ جس میں تھوڑا یا بہت گناہ ہے تو اپنی زبان بالکل بند کر لو، اگر نفس اندر سے تقاضا کرے تو اس کو یوں سمجھاؤ کہ اس وقت تھوڑا سا جی کو بار لینا آسان ہے اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے، اور اگر وہ بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو، اور اگر نہ گناہ ہے نہ ثواب تو بھی مت کہو اور بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی کہہ کر چپ ہو جاؤ۔ ہر بات میں اسی طرح سوچا کرو، تھوڑے دنوں میں بُری بات کہنے سے خود نفرت ہو جائے گی۔ اور زبان کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو، جب تنہائی ہوگی خود ہی زبان خاموش رہے گی۔ اَلسَّلَامَةُ فِي الْوَحْدَةِ ط

غیبت اور اس کا علاج

غیبت گناہ کبیرہ ہے لیکن بہت عام ہے بلکہ ہماری گفتگو میں دلچسپی ہی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں غیبت کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ "کیا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو؟" حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ "غیبت سے دور رہو کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے" کیونکہ زنا سے توبہ قبول کر لی جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ شخص (جس کی غیبت کی ہے) معاف نہ کرے غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے متعلق اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہی جائے کہ اگر وہ سن لے تو اسے ناپسند ہو، جبکہ وہ بات سچ ہو، اور اگر وہ سچ نہ ہو تو بہتان ہے۔ غیبت صرف زبان سے نہیں بلکہ آنکھ، ہاتھ، اشارہ اور تحریر سے بھی حرام ہے بلکہ دل سے غیبت کرنا (بدگمانی) بھی حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میرا گدرا ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانے کے تھے جن سے وہ اپنے چہرے نوج رہے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروؤں کے درپے تھے (ابوداؤد)

یہ بھی یاد رکھیں کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال سے خارج کر کے اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جس کی غیبت کی گئی ہے۔ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جیسے آگ ایندھن کو۔

اگر کسی میں کوئی عیب دیکھے تو اس کی اچھی توجیہ کر لے اور غور کر لے کہ خود مجھ میں بھی تو بہت سے عیب ہیں، اگر خدا نخواستہ کسی کی غیبت سرزد ہو جائے تو شرمندگی کے ساتھ توبہ کرے تاکہ خدائے تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ رہے اور اس شخص سے معافی مانگے تاکہ اپنے کئے ہوئے ظلم سے نجات پائے۔ اس کے ساتھ مراعات کرے اور اس کے لئے دعا بھی مانگے تاکہ وہ خوش ہو۔ پھر بھی اسے حق حاصل ہے کہ وہ معاف کرے یا نہ کرے۔

غصے کی بُرائی اور اس کا علاج

غصے میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا اس کی زبان سے بھی جا بجا نکل جاتا ہے اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے اس لئے اس کو بہت روکنا چاہئے اور اس کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ کرے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے رو بہ سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصور وار ہے اس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصور وار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ پاک میرا قصور معاف کر دے ایسا ہی مجھے بھی چاہئے کہ میں اس کا قصور معاف کر دوں اور زبان سے اعوذ باللہ کہی جاوے اور پانی پی لے یا وضو کر لے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس سے غصہ جاتا رہے گا۔ پھر جب عقل ٹھکانے ہو جائے اس وقت بھی اگر اس قصور پر سزا دینا مناسب معلوم ہو مثلاً سزا دینے میں اسی قصور کرنے والے کی بھلائی ہے جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کو سدھارنا ضرور ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا، اب مظلوم کی مدد کرنا اور اس کے واسطے بدلہ لینا ضرور ہے اس لئے سزا کی ضرورت ہے تو اول خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہئے۔ جب اچھی طرح شرع کے موافق اس بات میں تسلی ہو جائے تو اسی قدر سزا دے۔ چند روز اسی طرح غصہ روکنے سے پھر خود بخود قابو میں آجائے گا اور تیزی نہ رہے گی۔ کینہ بھی اسی غصہ سے پیدا ہو جاتا ہے، جب غصہ کی اصلاح ہو جائے گی کینہ بھی دل سے نکل جائے گا۔

حسد کی بُرائی اور اس کا علاج

کسی کو کھانا پیتا یا پھلتا پھولتا عزت آبرو سے رہتا ہو ادیکھ کر دل میں جلتا اور رنج کرنا اور اس کے زوال سے خوش ہونا حسد کہلاتا ہے یہ بہت بری چیز ہے اس میں گناہ بھی ہے اور ایسے شخص کی ساری عمر تلخی میں گذرتی ہے۔ بغرض اس کی دنیا اور دین دونوں بدمزہ ہیں اس لئے اس آفت سے نکلنے کی بہت کوشش کرنی چاہئے۔ اور علاج اس کا یہ ہے کہ اول یہ سوچے کہ

میرے حسد کرنے سے مجھ ہی کو نقصان اور تکلیف ہے اس کا کیا نقصان ہے اور میرا نقصان یہ ہے کہ میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے (رواہ ابوداؤد) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہ تھا اس کو نعمت کیوں دی تو یوں سمجھو کہ توبہ توبہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہو، یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا اور تکلیف تو ظاہر ہی ہے کہ ہمیشہ رنج و غم میں رہتے ہو، اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ کسی کے حسد کرنے سے وہ نعمت جاتی نہ رہے گی بلکہ اس کا یہ نفع ہے کہ اس حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی جب ایسی باتیں سوچ چکو تو پھر یہ کرو کہ اپنے دل پر حیر کر کے جس شخص پر حسد پیدا ہوا ہے زبان سے دوسروں کے سامنے اس کی تعریف اور بھلائی کرو اور یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ دے، اور اگر اس شخص سے ملنا ہو جائے تو اس کی تعظیم کرے اور اس کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے۔ پہلے پہلے ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی مگر رفتہ رفتہ آسان ہو جائیگی اور حسد جاتا رہے گا۔ (ف) ایک غبطہ (یعنی رشک) ہوتا ہے وہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ خدایا جیسی نعمت اس کے پاس ہے ویسی ہی ہم کو بھی مل جائے بشرطیکہ وہ نعمت نعمت ہو کوئی ناجائز بات نہ ہو اور دوسرے کا زوال نہ چاہے۔

دنیا اور مال کی محبت کی بُرائی اور اس کا علاج

مال کی محبت ایسی بُری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو حق تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی ادھیڑ بن رہے گی کہ روپیہ کس طرح آئے اور کیوں کر جمع ہو، اتنے برتن ہو جائیں، اتنی چیزیں بن جائیں، زیور اور کپڑا ایسا ہونا چاہئے، ایسا گھر بنانا چاہئے، باغ لگانا چاہئے، جائیداد خریدنا چاہئے، جب دن رات بدل اسی میں رہا تو خدائے تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی۔ ایک بُرائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں

اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر خدائے تعالیٰ کے پاس جانا سے برا محسوس ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی یہ سارا عیش جانا رہے گا اور کبھی عین مرتے وقت دنیا کا چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے اور جب اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے چھڑایا ہے تو توبہ توبہ، اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہو جاتی ہے اور خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔

ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اس کو حلال حرام کا کچھ خیال نہیں رہتا، نہ اپنا اور پر یا حق سوچتا ہے، نہ جھوٹ اور دغا کی پروا ہوتی ہے، بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے اور کیسا ہی آئے لے کر بھر لو۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس بلا سے بچے اور اپنے دل سے اس کی محبت دور کر دے۔

علاج اس کا ایک تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا پھر اس میں جی لگانے سے کیا فائدہ بلکہ جس قدر زیادہ جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرے بہت سے تعلقات نہ بڑھائے یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول لین دین نہ بڑھائے، ضرورت سے زیادہ سامان، چیز بست، مکان جائیداد جمع نہ کرے کاروبار روزگار، تجارت حد سے زیادہ نہ پھیلانے۔ ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے غرض سب سامان مختصر رکھے۔ تیسرے فضول خرچی نہ کرے کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھے موٹا کھانے پینے کی عادت رکھے۔ پانچویں غریبوں میں زیادہ بیٹھے امیروں سے بہت کم ملے کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔ ساتویں جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو اس کو خیرات کر دے یا بیچ ڈالے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ سب امنگین کہ یوں جمع کروں، یوں سامان خریدوں، یوں اولاد کے لئے مکان و مال چھوڑوں وغیرہ جاتی رہیں گی۔

کنجوسی کی بُرائی اور اس کا علاج

بہت سے حقوق جن کا ادا کرنا فرض اور واجب ہے جیسے زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا وغیرہ کنجوسی میں یہ حقوق ادا نہیں ہوتے اس کا گناہ ہوتا ہے یہ تو دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل اور بے قدر رہتا ہے، یہ دنیاوی نقصان ہے اس سے زیادہ کیا بُرائی ہوگی۔ اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے۔ دوسرے یہ کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کسی کو دے ڈالے اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کرے اور جب تک کہ کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے یہ نہیں کیا کرے۔

نام اور تعریف چاہنے کی بُرائی اور اس کا علاج

جب کسی کے دل میں نام اور تعریف چاہنے کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا ہے اور حسد کرتا ہے جس کی بُرائی اوپر بیان ہو چکی ہے اور دوسرے شخص کی بُرائی اور ذلت سن کر دل خوش ہوتا ہے، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی دوسرے کا بُرا چاہی اور اس میں یہ بھی بُرائی ہے کہ کبھی ناجائز طریقوں سے نام پیدا کیا جاتا ہے مثلاً نام کے واسطے شادی وغیرہ میں خوب مال اڑایا، فضول خرچی کی، اور وہ مال کبھی رشوت سے جمع کیا کبھی سودی قرض لیا، یہ سارے گناہ اس نام کی بدولت ہوتے، اور دنیا کا نقصان اس میں یہ ہے کہ ایسے شخص کے دشمن اور حاسد بہت ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس کو ذلیل اور بدنام کرتے اور اس کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ علاج اس کا اول تو یہ ہے کہ یوں سوچے کہ جن لوگوں کی نگاہوں میں ناموری اور تعریف ہوگی نہ وہ رہیں گے نہ میں رہوں گا تھوڑے دنوں کے بعد

کوئی پوچھے گا بھی نہیں، پھر ایسی بے بنیاد چیز پر خوش ہونا نادانی کی بات ہے، دوسرے یہ کہ کوئی ایسا کام کرے جو شرع کے خلاف تو نہ ہو مگر یہ کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور بدنام ہو جائے مثلاً گھر کی بچی ہوئی باسی روٹیاں غریبوں کے ہاتھ سستی بیچنے لگے اس سے اس کی

رسوائی ہوگی، یا یہ کہ کبھی کبھار ننگے پاؤں یا پھٹے پوتد والے کپڑے پہن کر لوگوں سے ملے۔
(ف) بعض لوگ خلاف شرع امور کو عمل میں لا کر ملامت کا ذریعہ بنتے ہیں مثلاً ڈاڑھی
منڈانا کٹانا وغیرہ سے، یہ ٹھیک نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

غور اور شیخی کی برائی اور اس کا علاج

غور اور شیخی اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو علم میں یا عبادت یا دینداری یا حسب
نسب یا مال اور سامان یا عزت و آبرو یا عقل میں یا کسی اور بات میں اوروں سے بڑا سمجھے اور دوسروں
کو اپنے سے کم اور حقیر جانے، یہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس آدمی کے دل میں برائی کے
دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (بخاری) اور دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے دل
میں بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہوتے ہیں اگرچہ ڈر کے مارے ظاہر میں آؤ بھگت
کرتے ہیں اور اس میں یہ بھی برائی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا، حق بات کو کسی کے
کہنے سے قبول نہیں کرتا بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔
علاج اس کا یہ ہے کہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں،
ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اگر وہ چاہے ابھی سب لے لے، پھر شیخی کس بات پر
کروں، اور اللہ تعالیٰ کی برائی کو یاد کرے اس وقت اپنی بڑائی نگاہ میں نہ آئے گی اور جس کو
اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کرے شیخی دل سے نکل
جائے گی۔ اگر اور زیادہ ہمت نہ ہو تو اپنے ذمے اتنی ہی پابندی کر لے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی
ملے اس کو پہلے خود سلام کر لیا کرے اتنا اللہ تعالیٰ اس سے بھی نفس میں عاجزی آجائے گی۔

انزائے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے کی برائی اور اس کا علاج

اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھے یا کپڑا وغیرہ پہن کر انزائے اگرچہ دوسروں کو بھی برا اور
کم نہ سمجھے تو یہ بات بھی بری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ خصلت دین کو برباد کرتی ہے
اور یہ بھی بات ہے کہ ایسا آدمی اپنی درستی کی فکر نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا

سمجھتا ہے تو اس کو اپنی برائیاں کبھی نظر نہ آئیں گی۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو سوچا اور دیکھا کرے اور یہ سمجھے کہ جو باتیں میرے اندر اچھی ہیں یہ خدائے تعالیٰ کی نعمت ہیں میرا کوئی کمال نہیں اور یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ اس نعمت کا زوال نہ ہو۔

(ف) البتہ اچھا کپڑا پہننا، زیبائش کرنا وغیرہ جبکہ اترائے نہیں تو یہ عجب اور تکبر نہیں بلکہ یہ جمال ہے اور اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے نیز یہ کہ ایسے موقعوں پر مسنونہ دعائیں پڑھا کرے، مثلاً آئینہ دیکھتے وقت پڑھے: **اللَّهُمَّ أَنْتَ حَسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي**۔

نیک کام دکھاوے کیلئے کرنے کی برائی اور اس کا علاج

یہ دکھاوے کی طرح کا ہوتا ہے کبھی صاف زبان سے ہوتا ہے مثلاً ہم نے اتنا قرآن مجید پڑھا، ہم رات کو اٹھے تھے، کبھی اور باتوں میں بلا ہوتا ہے مثلاً کہیں عرب کے بدروؤں کا ذکر ہو رہا تھا کسی نے کہا نہیں صاحب یہ سب باتیں غلط ہیں بلکہ ہمارے ساتھ تو ایسا ایسا بڑا ہوا، تو اب بات تو ہوئی اور کچھ لیکن اس میں یہ بھی سب نے جان لیا کہ انھوں نے حج کیا ہے۔ کبھی کام کرنے سے ہوتا ہے جیسے دکھاوے کی نیت سے سب کے سامنے تسبیح لے کر بیٹھ جائے، یا کبھی کام سنوارنے سے ہوتا ہے مثلاً کسی کی عادت ہے ہمیشہ قرآن شریف پڑھتا ہے مگر دوسروں کے سامنے ذرا سنوار سنوار کر پڑھنا شروع کر دیا۔ کبھی صورت شکل سے ہوتا ہے جیسے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر بیٹھ جائے جس کی وجہ سے دیکھنے والے سمجھیں کہ بڑا اللہ والا ہے ہر وقت اسی دھیان میں لگا رہتا ہے، بات کو بہت جاگتا ہے اس لئے تیندے آنکھیں بند ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ دکھاوا اور بھی کئی طرح پر ہوتا ہے اور جس طرح بھی ہو بہت ہی بُرا ہے، قیامت کے دن ایسے نیک کاموں پر جو دکھاوے کے لئے کئے ہوں ثواب کے بدلے اور اللہ دوزخ کا عذاب ہوگا۔ علاج اس کا وہی ہے جو نام اور تعریف چاہنے کا لکھا گیا ہے کیونکہ دکھاوا اسی واسطے ہوتا ہے کہ میرا نام ہو اور میری تعریف ہو۔

ضروری اور تبتلانے کے قابل بات

ان بڑی باتوں کے جو علاج بتائے گئے ہیں ان کو دو چار بار برت لینے سے کام نہیں چلتا اور یہ برائیاں دور نہیں ہوتیں مثلاً غصے کو دو چار بار روک لیا تو اس سے اس بیماری کی جڑ نہیں گئی یا ایک آدھ بار غصہ نہ آیا تو اس دھوکے میں نہ آئے کہ میرا نفس سنور گیا ہے بلکہ ہمیشہ ان پر کار بند رہے کیونکہ نفس بہت مکار ہے دھوکا دے کر مارتا ہے اس کی چالیں بہت ہیں، آدمی ان سے بڑی مشکل سنبھال سکتا ہے اور جب غفلت ہو جاتے تو افسوس اور رنج کرے اور آئندہ کو خیال رکھے، مدتوں کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان برائیوں کی جڑ جاتی رہے گی لیکن پھر بھی اپنی عادتوں کا امتحان ضرور کرتا رہو اور چوکتا رہے۔

ایک اور ضروری کام کی بات

نفس کے اندر جتنی برائیاں ہیں اور ہاتھ پاؤں سے جتنے گناہ ہوتے ہیں ان کا ایک آسان علاج یہ بھی ہے کہ جدا ہفتس سے کوئی شرارت اور برائی یا گناہ کا کام ہو جائے اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دوسرا میں آسان ہیں کہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے ذمہ آنے والے روپیہ دو روپیہ جیسی حیثیت ہو جرنانے کے طور پر ٹھہرائے اور جب کبھی بری بات ہو جایا کرے تو وہ جرنانہ غریبوں کو یا نٹ دیا کرے، اگر پھر ہو تو پھر اسی طرح کرے۔

دوسری سزا یہ ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھانا نہ کھایا کرے یا نفلی روزہ یا نماز کی سزا اپنے اوپر مقرر کرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جب نفس سے کوئی خطا ہو جاتی تھی تو اس کو سزا دیا کرتے تھے کبھی پیروں پر کوڑے مارا کرتے کبھی کھانا نہ کھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوا انْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تَحَاسِبُوْا (یعنی اپنا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے)۔

چند اخلاقی باتیں

اخلاق کی درستی میں یہ چیزیں شامل ہیں کہ آپس کے معاملات میں پوری پوری صفائی رکھی جائے تاکہ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اپنی زبان کو بھی بہت روک کر رکھنا چاہئے۔ بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے کہ جہنم میں لیجاتی ہے اسی لئے سوچ کر بولنا بہت سی آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ باتیں بہت تکلف سے چاچا کر نہیں کرنا چاہئے، نہ کلام میں زیادہ مبالغہ کیا جائے۔ کلام میں ایسا طول بھی نہ ہو کہ لوگ گھبرا جائیں اور ایسا اختصار بھی نہ ہو کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آئے جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اس کی آواز نہ جائے اسی طرح مرد کو بھی احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کی موجودگی میں اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب رکھے کیونکہ وہ رفیق القلب ہوتی ہیں اور اس طرح ان کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ کسی انسان یا جانور یا بے جان چیز کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اس پر خدا کی مار ہو۔ یا اسی طرح کوئی بد دعا ہرگز نہ دی جائے۔ چغلیاں کھانا بھی سخت گناہ ہے، دو شخصوں میں مصالحت کرانے کے لئے کسی قدر جھوٹ بولنے میں مضائقہ نہیں کسی کے منہ پر خوشادر سے اس کی تعریف نہ کی جائے اسی طرح اگر غائبانہ تعریف کی جائے تو اس میں مبالغہ اور یقینی دعوے نہیں کرنے چاہئیں، کسی سے بحث مباحثہ میں الجھنا نہیں چاہئے۔ مخاطب اگر حق بات نہیں مانتا تو خاموش ہو جانا چاہئے اور خواہ مخواہ اپنی بات کی بیخ نہیں کرنا چاہئے۔ لوگوں کو محض خوش کرنے یا ہنس لانے کے لئے جھوٹی باتیں بیان کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی خطا یا گناہ ہو جائے تو اس کو محبت سے نصیحت کرنا اچھی بات ہے لیکن محض اس کی تحقیر کی غرض سے اس کو بدامانت کرنا اور شرم دلانا بری بات ہے۔ جب تک ماں باپ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ کہیں ان کی بات مانی جائے اور ان کی اطاعت کی جائے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ والدین کی خدمت کا متمہ یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور ان کے ملنے والوں سے سلوک اور احسان کیا جائے۔ خالہ کو مثل ماں کے اور چچا کو

مثل باپ کے سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح دوسرے اعزّاء و اقارب سے سلوک کرنا چاہئے۔ بڑے بھائی کا حق مثل باپ کے ہے۔ اولاد کی پرورش میں ثواب حاصل ہوتا ہے مگر لڑکیوں کی پرورش کی زیادہ فضیلت ہے۔ بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری کا ثواب جہاد کے برابر ہے۔ یتیم کی کفالت سے بہشت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہوگی۔ اولاد کا حق یہ ہے کہ اس کو علم و لیاقت سکھائی جائے۔ پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ جس قدر ہو سکے اس کو نفع پہنچایا جائے۔ حاجتمندوں کی حتی الامکان مدد کی جائے اگر استطاعت نہ ہو تو کسی سے سفارش ہی کر دی جائے بشرطیکہ جس شخص سے سفارش کی جائے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ظالم کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اس کو ظلم سے باز رکھا جائے اور مظلوم کی مدد بہت ہی ضروری ہے۔ کسی کا عیب دیکھیں تو چھپانے کی کوشش کریں، کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے اور نہ کسی کی جان و مال یا آبرو کا نقصان گوارا کیا جائے۔ جو چیز اپنے لئے پسند کی جائے وہی دوسرے کے لئے پسند کی جائے جس جگہ صرف تین آدمی ہوں دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں، وہ یہی سمجھے گا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے سنتے ہوں گے یا مجھ کو غیر سمجھا، اس سے اس کو رنج ہوگا، اگر ایسی ہی کوئی ضروری بات کہنا ہے تو ایک اور شخص کو بلا لیں یہ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے اور وہ دونوں علیحدہ۔ سب کی خیر خواہی کریں اور سب کے ساتھ رحم و شفقت سے پیش آئیں۔ چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کی تعظیم کریں خصوصاً بوڑھوں کی۔ اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو حتی الامکان اس کو روکنا چاہئے اور اس شخص کی طرف سے جواب دینا چاہئے۔ کسی میں کوئی عیب ہو تو نرمی اور لطف سے اس کو مطلع کریں۔ ہر شخص کی اس کے رتبہ کے مطابق قدر و منزلت کی جائے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ ہمارا پڑوسی بھوکا رہے اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ اللہ کے واسطے دوستی اور محبت رکھنا چاہئے غرض کی دوستی نہیں کرنی چاہئے جس سے محبت ہو اس کو خبر کر دینا چاہئے تاکہ اس کو بھی محبت ہو جائے اس کا نام پتہ اور نسب بھی دریافت کر لینا چاہئے۔ اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جائے تو تین دن تک غصہ ختم کر دینا چاہئے اور اس سے مل جانا چاہئے ورنہ گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات کرے گا اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔ کسی پر بدگمانی یا کسی کی

عیب جوئی نہ کی جائے، حسد، بغض، قطع تعلق، حرصا حرصی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اگر کوئی معذرت کرے اور معافی چاہے تو معاف کر دینا چاہئے۔ کوئی مشورہ لے تو وہی صلاح دینی چاہئے جو بہتر معلوم ہو۔ کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدمی معاش ہے، لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے لوگوں سے ملنا ان کے کام آنا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشہ عافیت میں اپنی جان بچا کر بیٹھ جائے اور کسی کے کام نہ آئے، البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو پھر مجبوری ہے غصہ کو روکنا، تواضع سے رہنا، لوگوں سے اپنا کہا سنا، لیادیا معاف کر لینا اچھے اخلاق کی نشانی ہے۔

اخلاق کے درست ہونے کا مطلب

ریاضت سے بُرے اخلاق کی جڑ نہیں جاتی بلکہ ان کی دستی ہو جاتی ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان اخلاق کا موقع اور مصرف بدل جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص میں بُرے اخلاق میں سے کنجوسی اور غصہ موجود ہے تو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ کنجوسی اور غصہ ہی نہ رہے بلکہ درستی اس طرح ہو جاتی ہے کہ پہلے نیکی کے موقعوں میں کنجوسی کرتا تھا اور نیک بندوں پر غصہ کرتا تھا اب شرع کی منع کی ہوئی جگہ میں کنجوسی کرے گا اور خدائے تعالیٰ کے ناقربان بندوں پر اور اپنے نفس سرکش پر غصہ کرے گا۔ پس اس طرح سے خدائے تعالیٰ سے دور کرنے والے اخلاق خدائے تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائیں گے، اخلاقِ ذمیرہ سے اخلاقِ حمیدہ کی طرف منتقل ہونے کو فتائے حسی کہتے ہیں اور صفاتِ حمیدہ کے حصول کو بقا کہتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ جڑ تو نہیں جاتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے: إِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خَلْقِهِ فَلَا تُصَدِّقُوهُ فَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جِبِلَّ عَلَيْهِ (یعنی) جب تم کسی آدمی کے متعلق سنو کہ وہ اپنی فطرت سے بدل گیا تو اس کو سچ نہ مانو اس لئے کہ وہ اپنی فطرت پر ہی چلے گا) البتہ اس کی نشانیاں اور موقعے بدل جاتے ہیں اس لئے ریاضت اور مجاہدہ کا حکم ہے۔

اب ان باتوں کا بیان ہوتا ہے جن سے دل ستورتا ہے۔

توبہ اور اس کا طریقہ

توبہ ایسی اچھی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو آدمی اپنی حالت میں غور کرے گا تو دیکھے گا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ کی بات ہو ہی جاتی ہے اس لئے توبہ کی ہر وقت ضرورت ہے۔ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ فی الفور توبہ کرنا فرض ہے اور تاخیر سرگز جائز نہیں۔ بعضے لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بوڑھے ہوں گے توبہ کر لیں گے یہ دوسرا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ تاخیر کرنا حرام ہے۔ توبہ کی اصل، پشیمانی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہمیشہ اندوہ و حسرت میں رہے گریہ و زاری و تضرع اس کی عادت ہو جائے۔ توبہ کا ثمرہ وہ ارادہ ہے جو اس پشیمانی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے وہ تین زمانوں سے تعلق رکھتا ہے حال، ماضی، مستقبل۔ حال سے توبہ تعلق ہے کہ وہ سب کو ترک کر دے اور جو کچھ اس پر فرض و واجب ہے اس میں مشغول رہے مستقبل سے یہ تعلق ہے کہ یہ عزم یا مجرم کر لے کہ تمام عمر گناہوں سے صبر کروں گا اور ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے پکا عہد کر لے کہ پھر کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا اور فرض و واجب کی بجا آوری میں کمی نہ کروں گا اور زمانہ ماضی سے ارادہ اس طرح تعلق رکھتا ہے کہ گذشتہ گناہوں پر نادم ہو اور اس کا تدارک کرے اور قرآن و حدیث میں جو جو عذاب کے ڈراوے گناہوں پر آئے ہیں ان کو سوچے اور یاد کرے اس سے گناہ پر دل رکھے گا اس وقت چاہئے کہ زبان سے بھی توبہ کرے اور جو نماز روزہ وغیرہ فرض عبادت قضا ہوئی ہو اس کی بھی قضا کرے اور اگر تینوں کے حقوق ضائع ہوئے ہیں تو ان کو بھی ادا کرے یا معاف کر لے، پس ان کے تدارک میں جھٹ پٹ مشغول ہو جائے اور جو ویسے ہی گناہ ہوں ان پر بہت رنج کرے اور گڑگڑا کر خذائے تعالیٰ سے خوب معافی مانگے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ آٹھ کام ہیں کہ جب گناہ کے بعد کئے جائیں تو گناہ کا کفارہ

ہو جاتا ہے، چار دل میں ہیں (۱) توبہ یا توبہ کا قصد۔ (۲) اس بات کا عزم کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔

(۳) اس گناہ کے سبب عذاب کا خوف (۴) عفو کی امید۔ اور چار بدن میں ہیں (۱)

دو رکعت نماز توبہ پڑھے (۲) ستر بار استغفار کرے (۳) سو بار کہے سُبْحَانَ اللَّهِ

الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ (۴) صدقہ دے جس قدر ہو سکے، ایک دن کا روزہ رکھے اور بُری صحبت کو چھوڑ دے۔ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بعض گناہوں سے توبہ کرے سب گناہوں سے نہ کرے تو یہ درست ہے یا نہیں صحیح یہ ہے کہ جس گناہِ صغیرہ سے آدمی توبہ کرتا ہے وہ توبہ اس کا کفارہ ہو جاتی ہے اور وہ گناہ نیست و نابود ہو جاتا ہے سب گناہوں سے ایک ہی دفعہ توبہ کرنا مشکل ہے اور اکثر توبہ بتدریج ہی ہوتی ہے اور جس قدر گناہوں سے توبہ نصیب ہوگی اسی قدر ثواب ملے گا اور جس گناہ سے توبہ نہیں کی اس کا وبال اس پر باقی رہے گا اور جس نے یہ کہا کہ بعض گناہوں سے توبہ درست نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو اللہ پاک نے فرمایا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ** (خدائے تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے) بظاہر یہ محبت کا مرتبہ اسی توبہ کرنے والے کو حاصل ہوگا جو سب گناہوں سے توبہ کرے۔ نیز جانتا چاہئے کہ زبانی استغفار جس کو دل میں دخل نہ ہو بہت مفید نہیں ہوتا اور دل کی شرکت اس طرح ہوتی ہے کہ استغفار کرتے وقت دل میں ہراس اور تضرع ہو اور دل خجلت و ندامت سے خالی نہ ہو جب یہ حالت پیدا ہوئی تو اگرچہ توبہ کرنے کا مصمم قصد بھی نہ ہو مگر آدمی بخشدیئے جانے کا امیدوار ہے۔ بہر حال غفلتِ دل کے ساتھ زبانی استغفار بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ زبان کو بیہودہ باتوں ہی سے روکے گا اور چپ رہنے سے بھی بہتر ہے اس لئے کہ جب زبان کو نیک عادت پڑی تو گالی اور بیہودہ بات وغیرہ کی بہ نسبت استغفار کی بہت رغبت ہوگی اور تیرا ایک عضو تو استغفار میں لگا رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کبھی نہ کبھی عزم بالجزم اور حضورِ قلب بھی حاصل ہو ہی جائے گا۔

دردمندان گنہ رار و زوشب شربتے بہتر ز استغفار نیست

خدائے تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَإِيَّائِي فَارْهَبُونَ** (یعنی اور مجھ ہی سے ڈرو) اور خوف ایسی اچھی چیز ہے کہ آدمی اس کی بدولت گناہوں سے بچتا ہے طریقہ اس کا وہی ہے جو توبہ کا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے عذاب کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (آیہ ۵۳) (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو) اور امید ایسی چیز ہے کہ اس سے نیک کاموں کے لئے دل بڑھتا ہے اور توبہ کرنے کی ہمت ہوتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

صبر اور اس کا طریقہ

نفس کو دین کی بات پر پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا اس کو صبر کہتے ہیں اور اس کے کئی مواقع ہیں۔ ایک موقع یہ ہے کہ آدمی امن چین کی حالت میں ہو، خدائے تعالیٰ نے صحت دی ہو، مال و دولت، عزت و آبرو، نوکر چاکر، آل اولاد، گھر بار، ساز و سامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ دماغ خراب نہ ہو، خدائے تعالیٰ کو بھول نہ جائے، غریبوں کو حقیر نہ جانے، ان کے ساتھ نرمی اور احسان کرتا رہے۔ دوسرا موقع عبادت کا وقت ہے کہ اس وقت نفس سستی کرتا ہے جیسے نماز کے لئے اٹھنے میں، یا نفس کنجوسی کرتا ہے زکوٰۃ خیرات دینے میں۔ ایسے موقع پر تین طرح کا صبر درکار ہے۔ (۱) عبادت سے پہلے کہ نیت درست رہے، اللہ ہی کے واسطے وہ کام کرے نفس کی کوئی غرض نہ ہو۔ (۲) عبادت کے وقت کم ہمتی نہ ہو، جس طرح اس عبادت کا حق ہے ادا کرے۔ (۳) عبادت کے بعد کہ اس کو کسی کے روبرو ذکر نہ کرے۔ تیسرا موقع گناہ کا وقت ہے اس کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔ چوتھا موقع وہ وقت ہے کہ اس شخص کو کوئی مخلوق تکلیف پہنچائے، بُرا بھلا کہے، اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے خاموش ہو جائے۔ پانچواں موقع مصیبت اور بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز کے مرجانے کا ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلاف شرع کلمہ نہ کہے، بیان کر کے نہ روئے، طریقہ سب قسم کے صبروں کا یہ ہے کہ ان سب موقعوں کے ثواب کو یاد کرے اور سمجھے کہ یہ سب باتیں میرے فائدے کے واسطے ہیں، اور سوچے کہ بے صبری کرنے سے تقدیر تو ٹلتی نہیں نا حق ثواب بھی کیوں کھویا جائے۔

شکر اور اس کا طریقہ

اللہ پاک کا حکم ہے: **وَاشْكُرُوا لِلَّهِ وَاللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ** (آیت ۱۵۲) اور میرا شکر کرو اور میری نعمتوں

کا انکار مت کرو) خدائے تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر خدائے تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب وہ ہم کو ایسی ایسی نعمتیں دیتا ہے تو اس مالک کی خوب عبادت کرو اور ایسے نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑے شرم کی بات ہے۔ یہ خلاصہ ہے شکر کا۔ یہ ظاہر ہے کہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی بندے کا فائدہ ہے اور وہ بھی نعمت ہے کیونکہ اس پر صبر کرنے سے ثواب بھی ہوتا ہے اور نفس کی اصلاح بھی ہوتی ہے کہ وہ ذلیل ہوتا ہے اور کبھی کوئی عمدہ بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ جب ہر وقت نعمت ہی تو ہر وقت یہ خوشی اور محبت رہنی چاہئے اور کبھی خدائے تعالیٰ کے حکم بجالانے میں کمی نہ کرنی چاہئے پس طریقہ اس کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے اور سوچا کرے اور اس کی تابعداری اختیار کرے اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ ”اللہ تیرا شکر ہے“ کافی نہیں۔ نیز شکر نعمت کی زیادتی کا سبب ہے لقولہ تعالیٰ **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ**

محاسبہ اور اس کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا** یعنی

اپنے نفس کا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب (مرنے پر) لیا جائے) پس چاہئے کہ ہر روز سوتے وقت اپنے دن بھر کے اچھے بُرے تمام کاموں پر نظر ڈالے۔ فرائض کا ادا کرنا سربا یہ ہے، نوافل بطور منافع ہیں اور گناہ مثل ٹوٹے کے ہیں۔ چنانچہ دیکھنا چاہئے کہ صبح سے شام تک کیا سربا یہ جمع کیا ہے، کونسا منافع حاصل ہوا ہے اور کس قدر ٹوٹا ہوا ہے۔ ٹوٹے پر اپنے نفس کو سزا دینی چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی چیز شبہ کی استعمال کی ہے تو اس کے پرہیز سے نفس کو قابو میں کیا جائے۔ اگر کسی نامحرم پر نظر ڈالی ہے تو نظر بالکل بند رکھ کر نفس کو عقوبت دی جائے، اسی طرح دوسرے اعضا کے ساتھ کیا جائے۔ کاہلی ہو اور ہوس اور بے راہ روی ہمارے نفس کی خصوصیات میں سے ہیں جن کا ترک لازمی ہے۔

تفکر اور اس کا طریقہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تفکر سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ (یعنی ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے) قرآن پاک میں جگہ جگہ تفکر کے لئے حکم آتا ہے۔ تفکر دراصل کسی علم کی طلب ہے اور وہ علم اللہ پاک کے افعال اور مصنوعات کے متعلق چاہئے کیونکہ ایسے علم کے تفکر سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور عبودیت کا جو ہر حکم اٹھتا ہے۔ عجائبات عالم یا اپنی ذات کے متعلق تفکر کرنا بھی ایسے علم میں داخل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ پاک کے متعلق تفکر کرتے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک کی مخلوق میں تفکر کرو اس کی ذات میں نہ کرو کہ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے اور اس کے مقام کو تم نہیں پہچان سکتے۔

تواضع اور اس کی اہمیت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کرم (بزرگی) تقویٰ میں ہے، شرف تواضع میں اور دولت یقین میں ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ حق کو لے لو کسی سے ہو، خواہ کچھ ہو یا جاہل ترین شخص ہو۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے تواضع کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ کسی شخص کو یہ نہ سمجھو کہ وہ تم سے افضل نہیں ہے (یعنی ہر شخص کو اپنے سے افضل جانو) چنانچہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کی برکت سے انسان کی اکثر و بیشتر برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ تواضع کا بے مثل نمونہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ "میری ابتداء قطرہ ناپاک ہے اور انتہا ایک مشت خاک ہے۔"

خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کا طریقہ

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہ کسی کو کوئی نفع ہو سکتا ہے نہ نقصان پہنچ سکتا ہے، اس واسطے ضرور ہوا کہ جو کام کرے اپنی تدبیر پر بھروسہ نہ کرے بلکہ

خداے تعالیٰ پر نظر رکھے اور کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے نہ کسی سے زیادہ ڈرے، یہ سمجھ لے کہ خدا کے چاہے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، اس کو بھروسہ اور توکل کہتے ہیں۔ طریقہ اس کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو اور مخلوق کے ناپتیز محض ہونے کو خوب سوچا اور یاد کیا کرے۔
 قوله تعالیٰ: وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (آپ)

خداے تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھینچنا اور اس کے کلام اور اس کی حمد و ثنا کو سن کر اور اس کے کمالات اور انعامات کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ کا نام بہت کثرت سے پڑھا کرے اور اس کی خوبیوں کو یاد کیا کرے اور اس کو بندے کے ساتھ جو محبت ہے اس کو سوچا کرے، نیز اللہ والوں کے پاس بیٹھا کرے اور ان سے بھی محبت کیا کرے۔ ان کی محبت خداے تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ اور جب دنیا میں کسی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے کرے اور جب کسی سے دشمنی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے کرے۔

صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ

دین کا جو کام کرے اس میں دنیا کا مطلب کوئی نہ ہو، نہ دکھاوا ہو نہ کوئی اور جیسے کسی کے پیٹ میں گرانی ہے اس نے کہا لاؤ روزہ رکھ لیں، روزہ کا روزہ ہو جائے گا اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا، یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو گیا گرمی بھی ہے تو اس نیت سے تازہ وضو کر لیا کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے، یا کسی فقیر کو دیا کہ تقاضا سے جان بچی اور یہ بلا ٹلی۔ یہ سب باتیں بھی نیت کے خلاف ہیں۔
 طریقہ اس کا یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے اگر کسی ایسی بات میں میل پایا جائے اس سے دل کو صاف کرے۔

قرآن مجید پڑھنے میں دل لگانے کا طریقہ

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی تم سے کہے کہ ”ہم کو تھوڑا سا قرآن سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو“ تو اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے خوب بنا سنوار کر پڑھتے ہو۔ اب یوں کیا کرو کہ جب قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرو، پہلے دل میں یہ سوچ لو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایش کی ہے کہ ہم کو سناؤ کیسا پڑھتے ہو۔ اور یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ خود سن رہا ہے، اور یوں خیال کرو کہ جب آدمی کے کہنے سے بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جو پڑھتے ہیں اس کو تو خوب ہی سنبھال سنبھال کر پڑھنا چاہئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (آیہ)** (یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھا کرو) یہ سب باتیں سوچ کر پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو یہی باتیں دھیان میں رکھو، اور جب پڑھنے میں بگاڑ ہونے لگے یا دل ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے پڑھنا بند کر کے ان باتوں کے سوچنے کو پھر تازہ کر لو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر اسی طرح پڑھتے رہو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

اتنی بات یاد رکھو کہ نماز میں کوئی کام اور کوئی پڑھنا بے ارادہ نہ ہو بلکہ ہر بات ارادے اور خیال سے ہو، مثلاً اللہ اکبر کہہ کر جب کھڑا ہو تو یوں سوچے کہ میں اب سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ پڑھ رہا ہوں پھر سوچے کہ اب وَكَمْدِكُ کہہ رہا ہوں۔ پھر دھیان کرے کہ اب تَبَّ كُنَّ اَسْمَاكَ مِنْهُ سے نکل رہا ہے اسی طرح ہر لفظ پر الگ الگ دھیان اور ارادہ کرے۔ پھر سورۃ، رکوع اور سجدے اور ان کی تسبیحوں میں غرضیکہ ساری نمازوں میں یہی طریقہ رکھے، اور اگر نماز میں پڑھے جانے والے اذکار کے معنی سمجھتا ہو تو معنی کا بھی خیال رکھے، اس سے ثواب بھی بڑھ جائے گا اور نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے معنی چند دن میں یاد ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو جواب یہ دیتے ہیں کہ اس وقت دل حاضر نہیں تھا اور بغیر دل حاضر ہوئے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ یہ ایک غلط جملہ ہے نماز چھوڑنے کا جو خدا نے تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ حدیث لاصلاوة الا بحضور القلب سے مراد یہ ہے کہ بغیر حضور دل کے کامل نماز نہیں ہوتی، نفس نماز تو ہو جاتی ہے اس لئے اس کی وجہ سے نماز چھوڑنا درست نہیں البتہ جہا تک ہو سکے خیالات کو دور کرنے کی بطریق بالا کوشش کرے۔

وسوسہ اور اس کا علاج

نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہونا وسوسہ کہلاتا ہے خواہ وہ بات کفر کی ہو یا گناہ کی، اور اچھی فکر کو الہام کہتے ہیں۔ وسوسہ دو قسم پر ہے ضروری اور اختیاری۔ ضروری وہ ہے کہ ناگہاں بے اختیار نفس میں آجائے اس کو ہاجس کہتے ہیں پھر جب ٹھہرے اور دل میں خلجان ہو تو اس کو خاطر کہتے ہیں، ضروری کی یہ دونوں قسمیں اس امت سے معاف ہیں۔ اور اختیاری وہ ہے کہ وسوسہ دل میں پڑے اور باقی رہے اور اس پر دوام اور اصرار ہو اور ہمیشہ دل میں خلجان کرے اور اس کے کرنے کی خواہش ہو اور اس کی لذت اور محبت پیدا ہو، اس قسم کو ہم کہتے ہیں، یہ بھی اس امت مرحومہ سے معاف ہے اور اس پر مواخذہ نہیں اور جب تک اس پر عمل نہ کرے مائتہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا بلکہ اگر قصد کے بعد اپنے آپ کو باز رکھے تو اس کے مقابلہ میں نیکی لکھی جاتی ہے اور اختیاری کی ایک قسم عزم ہے کہ نفس اس کو دل میں خود ٹھہرائے اور اس کے کرنے پر دل کا عزم باجزم ہو اور کوئی مانع نہیں سوائے اس کے کہ اسباب خارجی اس کے میسر نہ ہوں اور اس کے نفس میں کچھ کراہت اور نفرت نہ ہو اگر اسباب بالفعل (اسی وقت) موجود ہوں تو ضرور عمل میں لائے، اس قسم پر مواخذہ ہے لیکن مواخذہ فعل سے کم یعنی جب تک یہ عزم باجزم دل میں ہے کم گنہگار ہوگا اور جب اس کو کرے گا تو زیادہ گنہگار ہوگا اور یہ تقسیم ان افعال کی ہے جو اعضا سے واقع ہوتے ہیں مثلاً زنا وغیرہ کا وسوسہ، اور جو متعلق دل کے ہیں مثلاً بڑے عقیدے اور دل کے اعمال یعنی حسد تکبر ریا وغیرہ اس میں داخل نہیں بلکہ ان کے واسطے ہمیشگی (استمرار) پر مواخذہ ہوتا ہے۔ پس وسوسہ اگرچہ مواخذہ کی چیز نہیں ہے اور شرعی بیماری نہیں ہے

اس لئے اس کا علاج ضروری نہیں ہے لیکن اس کا غلبہ اور کثرت طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے اور دل پر حد درجہ کا رنج و غم چھا جاتا ہے اس لئے طبیعت کی سخت درجہ کی بیماری ہے اس لحاظ سے اس کا آسان، مجرب اور مختصر علاج عرض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بغیر اختیار کے نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہونا و سوسہ کہلاتا ہے چونکہ یہ مسئلہ عالموں اور فلسفیوں کے نزدیک عقلی طور پر ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کسی بُری چیز کا خیال دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس میں اس کے اسباب میں غور کرے کیونکہ اس طرح و سوسہ زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال لگائے اس سے وہ برا خیال خود بخود دور ہو جائے گا اور اگر پھر خیال آئے پھر ایسا ہی کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کا اثر ہلکا ہو کر خود و سوسہ ہی خیال سے بالکل نکل جائے گا۔ اس کا علاج کلی ہی ہے۔ حدیث شریف میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اس سے یہ علاج لیا گیا ہے، باقی علاج جو بزرگوں کے نزدیک معمول ہیں جیسے تصویرِ شیخ یا پاسِ انفاس یا تخیلِ نقشِ اسمِ ذات، وہ سب اسی کٹیہ کے جزئیات ہیں۔ اگر خطرات اور و سوسوں سے پریشان ہو کر دل کی کمزوری یا خفقان یا جسم کی کمزوری یا کسی اور جسمانی بیماری کی نوبت آگئی ہو تو علاجِ مذکور کے ساتھ دل کو طاقت اور فرحت دینے والی دوائیں اور غذائیں اور دوسرے امراض کے لئے دواؤں کا استعمال کیا جانا بھی ضروری ہے چونکہ بعض سالکوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے جس سے ان کے ظاہری اور باطنی انتظام میں خرابی پڑ جاتی ہے اس لئے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج کو بے قدری سے نہ دیکھیں بلکہ آزا کر فائدہ اٹھائیں۔

شغلِ ذکرِ رابطہ یعنی تصویرِ شیخ

اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل میں نگاہ رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے جب یہ رابطہ (تعلق) بڑھ جاتا ہے تو ہر ایک چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے اور اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ مشائخِ طریقت نے فرمایا ہے کہ رابطہ کا طریقہ

بہت ہی قریب کا راستہ ہے اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** (آیہ ۱۱۹) (یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ) مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو تجلی ذاتی کے پر تو (ظل) کو نہایت ہشیاری اور بیداری کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہئے تاکہ دونوں جہان کے تعلق سے چھٹکارا پا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں سے تعلق پیدا کرنا چاہئے جو اس پر تو سے مشرف ہوئے ہیں۔ تصور کے جائز ہونے پر ذیل کی حدیث دلیل ہے۔ حدیث **عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْجِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرْبَهُ قَوْمٌ فَأَدْمُوهُ وَهُوَ يَسْمَعُ الدَّمَ عَن وَجْهِهِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** (متفق علیہ) (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (مشکوٰۃ) اگرچہ اس اثر میں تصویرِ شیخ کی زائد خصوصیات اور اس کی غرض کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر اس تصور کی نفس حقیقت یعنی غائب کی طرف مثل حاضر کے خیالی نظر سے دیکھنا اس سے صاف ظاہر ہوتی ہے پس جب نفس تصور جائز ہے تو تصویرِ شیخ جو بہت سے فوائد کا سبب ہے بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے اور شیخ کی محبت کو خدائے تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے باقی رکھے اور اس کی طرف سے فیض کا ہر وقت منتظر رہے، اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے یا کھول رکھے اور شیخ کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ٹکٹکی (خیال سے) لگائے اور جب کسی چیز کا فیض آئے تو اطمینان کے ساتھ اس کی طلب کرے اور اس کی حفاظت کرے اور جب وہ شیخ سے دور ہو تو اس کی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت اور تعظیم کے طور پر خیال کرتا رہے تو اس کی صورت بھی وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے اور جذب کمالات بھی اسی محبت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے

کہ سالک اپنے شیخ کی محبت سے مغلوب ہو کر اس کے افعال و حرکات بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کی طبیعت میں سے انا الشیخ کی آواز آنے لگتی ہے۔ امیر خسروؒ بھی اپنے شیخ کے لئے لکھتے ہیں:-

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ تن مورا، من پیو کا، دونوں ایک ہی انگ

فنائی الشیخ کے بعد فنا فی الرسولؐ کی منزل آتی ہے جب کہ سالک اپنی ذات کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور اس ذات سے شیر و شکر ہو جاتا ہے اسی منزل کے بعد فنا فی اللہ کی منزل آتی ہے۔

مُرشد کے ساتھ رابطہ و محبت عمدہ چیز ہے لیکن حد سے زیادہ کمی و زیادتی ہر چیز میں

بری ہے۔ پس ایسی زیادتی بھی بہتر نہیں جس میں صورت پرستی کی نوبت پہنچے یا اعتقاد اس کو حاضر ناظر جاننے لگے کیونکہ اس میں شریعت کی مخالفت ہے جو شرک تک پہنچ جاتی ہے لیکن

جہالت کے غلبہ کی وجہ سے آجکل اکثر عقیدہ یا عمل میں ایسی خرابیاں ہو جاتی ہیں اس لئے اکثر محققین اس سے پرہیز کرنے اور منع کرنے لگے ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے، آمین۔

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ ربطِ قلب بالشیخ کی حقیقت شیخ سے محبت کا زیادہ ہونا ہے کیونکہ اس سے برکات و انوار میں زیادتی ہوتی ہے اور اس کی صورت شیخ کا تصور ہے جو بسا اوقات

محبت کا ذریعہ بنتا ہے اور اس سے وسوسے دور ہوتے ہیں مگر حقیقت اور صورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ شرعاً شریف کی حد سے عقیدہ یا عمل میں باہر نہ ہو ورنہ معصیت (گناہ) و بدعت کا سبب

ہو کر نسبتِ باطنی خراب ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

پاسِ انفاس: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سانسوں پر آگاہ رہے جب سانس اپنے ارادے کے بغیر خود بخود باہر نکلے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لآلہ پھر جب سانس

خود بخود اندر جائے تو اندر جانے کے ساتھ ہی اَللّٰہُ کہے۔ طریقت کے بزرگوں نے کہا ہے کہ اس ذکر کا نام پاسِ انفاس ہے اور خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے میں اس کا بڑا اثر ہے۔

اگر تو پاسِ داری پاسِ انفاس سلطانِ رسالت ازیں پاس

(یعنی اگر تو پاسِ انفاس کا لحاظ رکھے گا تو تجھ کو اس کے بدلہ میں بادشاہی تک پہنچا دیں گے)

تخیلِ نقشِ اسمِ ذات : بعض بزرگ و سوسوں کو دود کرنے کے لئے اسمِ ذات (اللہ) کے تصور کا ارشاد فرماتے ہیں اس طرح پر کہ لفظ اللہ کو کسی کاغذ پر صلی قلم سے لکھ کر یا دل کی تختی پر لکھا ہوا تصور کر کے اس پر خیال جمائے یا کثرت سے لکھا کرے تاکہ اسمِ ذات اس کے تصور میں خوب جم جائے۔ (واللہ اعلم)۔

مراقبہ یعنی دل سے خدائے تعالیٰ کا دھیان کرنا

مراقبہ رقبہ سے مشتق ہے جس کے معنی محافظت اور نگہبانی کے ہیں۔ مراقبہ کی تعریف جو اس کی تمام قسموں پر حاوی ہے یہ ہے کہ اکثر حالات میں اپنے خیال کو ایک خاص وقت تک پوری پوری توجہ کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی صفات کی طرف یا روح کے جسم سے بے تعلق ہونے کی طرف یا اسی قسم کے اور خیال کی طرف اس طرح سے لگانا کہ عقل و وهم و خیال اور تمام حواس اس توجہ کے تابع ہو جائیں تاکہ وہ غیر محسوس جس کی طرف تم نے خیال لگایا ہے وہ تمہارے سامنے بمنزلہ محسوس کے ہو جائے اور اس کے غلبہ سے تمہارے نشا پر عمل ہونے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک مفہوم میں اس طرح ڈوب جائے کہ سوائے اس کے کوئی

چیز دھیان میں نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (آیت ۱۸) اور** ہر ایک کو چاہئے کہ دیکھ بھال کرے کہ وہ کل قیامت کے لئے کیا بھیج رہا ہے۔ **بِئْسَ مَا يَأْتِيكَ فِي نَفْسِكَ (آیت ۲) اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر۔** یہ آیتیں اور اسی قسم کی دوسری آیات مراقبہ کے مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** (یعنی: احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح پر کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پس اگر ایسا نہ کر سکے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے تو یوں خیال کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے) یہ مراقبہ کی اصل ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے: **عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ**

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي وَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (خرجا الترمذی والبخاری وزاد الترمذی بعد قوله **أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ** وَعَدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ لِقَائِهِ) (یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ

دنیا میں اس طرح رہ گیا تو مسافر ہے یا راہ میں گذر رہا ہے (روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے) اور ترمذی نے عابریں کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے کہ اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔

اس حدیث میں اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرنا دل کا عمل ہے اور اس سے دنیا کے تعلقات میں کمی اور مردہ کی طرح شہوت غصہ اور دوسرے بُرے اخلاق سے دوری پیدا ہوتی ہے اور فریاد برداری اور رضا کا غلبہ ہوتا ہے اور یہی مقصد ہے مراقبہ سے، چنانچہ بزرگوں کا قول کہ **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** (یعنی اپنے مرنے سے پہلے مر جاؤ) اسی حدیث شریف کے مطابق ہے اور دوسرے موقع پر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تَجَاهَاكَ** (یعنی اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کر تو اس کو اپنے سامنے پایگا)

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو مراقبہ کا حاصل ہے، باقی رہی وہ خاص ہیئت جو صوفیوں میں رائج ہے وہ اس کی نچنگی کے لئے ہے اس لئے ہیئت کے واسطے نص کی ضرورت

نہیں ہے۔ اور بھی بہت سی آیات و احادیث مفہوم مراقبہ پر دلالت کرتی ہیں مثلاً حدیث عن ابن عباسؓ قال **اَبُو بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شَبَّتْ قَالَ شَبَّتْنِيْ**

هُوْدُوْا وَالْوَاقِعَةُ (یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ تو بوڑھے ہو گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور

سورہ واقعہ نے بوڑھا کر دیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے) سورہ ہود میں پہلی امتوں کے غضب الہی کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے اور سورہ واقعہ میں روزِ آخرت اور حنت والوں کا تفصیلی

ذکر ہے۔ اس حدیث میں ان واقعات میں حضور کا پورا پورا غور فکر کرنے کا ذکر ہے اور یہی مراقبہ کا مفہوم ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت جگہ اس مفہوم کا ذکر ہے گملاً لا یخفی علی

آربابہ یہاں بوجہ اختصار اسی کو کافی سمجھا گیا ہے۔

طریقہ: بزرگوں نے مراقبہ کے مختلف طریقے لکھے ہیں لیکن یہاں ایک ایسا

طریقہ پیش کیا جاتا ہے جو ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی سلسلے میں داخل ہو یا نہ ہو ضروری اور مفید ہے۔ چاہئے کہ ہر وقت کثرت سے یہ سوچا کرے کہ اگر میں نے بُرا کام کیا یا بُرا خیال

جمایا تو اللہ تعالیٰ دنیا یا آخرت میں سزا دیں گے اور عبادت کے وقت یہ خیال کرے کہ

اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہا ہے اس لئے اچھی طرح بجالاتی چاہئے اور دن رات میں ایک خاص وقت مقرر کر کے اپنے اعمال کا جائزہ لیا کرے اور نیک کاموں پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور برے کاموں سے استغفار کرے، اس کو محاسبہ کہتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (یعنی دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد (کی زندگی) کے لئے کام کرے) اور صفاتِ الہی کے تدبیر میں اپنے خیال کو محو کر دے انشاء اللہ العزیز تھوڑے دنوں میں اس کا دھیان بندھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی۔

توجہ و تصرف معمولہ اہل طریقت

اپنی قوتِ ارادی (خیال کی طاقت) سے کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کی حالت میں تبدیلی پیدا کرنا توجہ یا تصرف یا ہمت کہلاتا ہے۔ مسموم و سپنازم وغیرہ کرنے والے بھی اسی سے کام لے کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں اور اہل طریقت بھی اسی کے ذریعہ سالکوں کے دلوں پر ان کی اصلاح کا اثر ڈالتے ہیں۔

حکم: جو مواقع شرع شریف میں جائز اور محمود ہیں ان میں توجہ و تصرف کا استعمال جائز اور مستحسن ہے اور جو مواقع ممنوع یا مکروہ ہیں ان میں تصرف کا استعمال ممنوع یا مکروہ ہے مثلاً اصلاحِ امراضِ باطنیہ (حسد، کینہ وغرور وغیرہ) میں اور سلبِ امراض و کشفِ نسبت وغیرہ میں جائز اور مستحسن ہے اور کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کے دل کا حال معلوم کرنا یا اس سے کوئی رقم حاصل کرنا وغیرہ میں ممنوع ہے۔

دلیل: حدیث عن ابی ابن کعب قال کنت فی المسجد قد خَلَّ رَجُلٌ یُصَلِّی فقرأ قرآءةً أشکرَ تھما علیہ ثمَّ دَخَلَ آخر الحدیث (مسلم) حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور قرآن مجید اس طرح سے پڑھا کہ میں اس کو غلط سمجھا۔ کیونکہ کچھ کلمات ان کی یاد کے خلاف پڑھے تھے پھر ایک اور شخص آیا اس نے اور ہی طرح قرآن مجید پڑھا۔ جب ہم سب نماز پڑھ چکے

تو ہم سب کے سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے اس طرح پڑھا تھا کہ میں اس کو غلط سمجھا اور یہ دوسرا جو آیا تو اس نے اور ہی طرح پڑھا۔ آپ نے ان دونوں سے فرمائش کی اور ان دونوں نے پڑھا، تو آپ نے دونوں کا پڑھنا ٹھیک بتایا میرے دل میں تکذیب (کی حالت درجہ وسوسہ میں) واقع ہوئی، وہ بھی حالت جاہلیت کی سی تھیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر چھائی جا رہی تھی تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان سب قراءتوں کی وجہ تحسین بتائی کہ ان سب طریقوں سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ اس حدیث میں ارادے سے ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت ہو گئی تصرف ہے۔

دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ جو وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی اور حضور نے فرشتے سے فرمایا تھا مَا أَنَا بِقَارِيٍّ (یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا) قَالَ فَآخِذَنِي ذَوَاتِي حَتَّىٰ بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ الْحَدِيثُ (آپ نے فرمایا کہ اس فرشتے نے مجھ کو بکڑا اور بھینچا) (دبایا) اور اس میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ میں نے ان کے دبانے سے بڑی شفقت اٹھائی اور یہ عمل تین دفعہ فرمایا جیسا کہ پوری حدیث میں ہے

یہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، ان کا پڑھنے کے لئے کہنا اس لئے نہیں تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھے بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچے کے سامنے اُبت رکھ کر کہتا ہے کہ

پڑھو، یعنی جو میں بتاؤں گا وہ پڑھو۔ پھر آپ کا فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یا تو اس بنا پر کہ آپ کا ذہن مبارک اِقْرَأْ کے اس معنی کی طرف نہیں گیا اور یا آپ کو قرینے سے یہ گمان ہوا کہ کوئی ایسی چیز پڑھوائیں گے کہ جس کے حاصل کرنے اور یاد رکھنے کے لئے پہلے سے پڑھا لکھا ہونے کی ضرورت ہے۔ بہر حال اس کی ضرورت تھی کہ اس کے پڑھنے کے لئے آپ کی استعداد کی طاقت کو پورا کیا جائے۔ اس غرض سے فرشتے نے آپ کو کئی بار دہرایا تاکہ قوت توجہ و ہمت

سے آپ کے قلب میں تصرف کریں۔ اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے نیز چونکہ غیبی فیض اور برکتوں سے دل پر اثر ہوتا ہے اور دوسرے اعضاء دل کے تابع ہیں پس اگر فیض قوی ہوتا ہے تو باقی جسم پر بھی اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض وقت غیبت محض

ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں آپ کا پٹرا اور ہنا اس لئے تھا کہ بدن پر لرزہ تھا پس اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

ف. حال، وجد و استغراق۔ ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوتی یہ وجد ہے اور

اس کا غلبہ حد درجہ کا استغراق ہے اور یہ حد درجہ ہونا ابی بن کعبؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر الی اللہ سے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کی طرف دیکھنے کا وقوع اس دنیا میں ہوتا تو ہرگز ہوش و حواس بجا نہ رہتے۔ حدیث عبداللہ بن ہشام کتبا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو اخذ بيد عمر فقال له عمر يا رسول الله لانت احب الي من كل شئ الا نفسي فقال صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (یعنی ہم نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! البتہ آپ مجھے سولے میری جان کے ہر چیز سے عزیز تر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تو مومن کامل نہیں ہوگا جب تک کہ میں تجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔" پس حضرت کی توجہ کی برکت سے اس وقت ان کے دل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی ایسی تاثیر ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے کہا "قسم ہے اللہ پاک کی اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں" پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تو پورا مومن ہوا (بخاری) اس حدیث میں حضور نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر تصرف کیا اور ان کے دل سے اپنی جان کی محبت دور فرمائی جو ظاہر ہے۔ فافہم۔

اقسام توجہ: بعض بزرگوں نے توجہ و تصرف کی اقسام اس طرح بیان فرمائی ہیں:

(۱) انعکاسی: وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آئے اور اس عطر

کی خوشبو سب اہل مجلس کے دماغوں کو معطر کر دے پس اس قسم کا اثر ضعیف ہے اور صحبت کے باقی رہنے تک باقی رہتا ہے اور پھر کچھ بھی نہیں۔

(۲) القائی: جیسے کوئی شخص بتی اور تیل ایک برتن میں ڈال کر لایا اور دوسرے کے پاس

آگ تھی، اس نے روشن کر دیا بس چراغ تیار ہو گیا۔ یہ تاثیر البتہ کچھ طاقت رکھتی ہے کہ صحبت کے

بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہنچ جائے جیسے چراغ کے لئے آندھی یا کوئی

اور آفت تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے کہ یہ تاثیر نفس اور لطائف کی درستی نہیں کر سکتی جیسے

ناکارہ تیل اور بتی اور برتن کہ اس کو آگ درست نہیں کر سکتی۔

(۳) اصلاحی: اور وہ اس طرح کہ جیسے پانی کو دریا سے یا کنوئیں سے لا کر کسی حوض میں جمع کر دیں، حوض کے راستے کو بالکل صاف کر دیں۔ اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی خوب صاف کر دیں اور پانی کو چھوڑ دیں وہ پانی خوب زور سے حوض میں پہنچے اور فوارہ خوب زور سے باہر ادھر ادھر چھوٹنے لگے۔ اس قسم کی تاثیر پہلی تاثیروں سے بہت طاقتور ہے کیونکہ اس میں نفس کی اصلاح اور لطیفوں کی صفائی بھی ہوتی ہے لیکن پانی کے خزانے کی مقدار اور راستہ کے موافق نہ کہ کنوئیں اور دریا کے برابر اور ان سب باتوں کے ساتھ ہی اگر خزانے میں کوئی فتور یا آفت واقع ہو جائے تو البتہ نقصان آجاتا ہے۔

(۴) تاثیر اتحادی: وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی کمال والی روح کو طالب کی روح سے پوری قوت کیساتھ نکالے تاکہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے اور یہ مرتبہ سب قسموں میں زیادہ طاقت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روحوں کے ملنے اور ایک ہو جانے سے جو کمالات شیخ کی روح میں ہیں وہ طالب کی روح میں سما جاتے ہیں اور بار بار فائدہ لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سوا ولیا میں اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی نسبت ایک نانبائی کے ساتھ ظہور میں آئی کہ نانبائی کے سخت اسرار پر آپ نے اسے توجہ سے اپنے جیسا بنادیا اور وہ ضبط نہ کر کے فوت ہو گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء روحی کے وقت سینے سے چمٹا کر دباتے میں تاثیر اتحادی تھی توجہ کا طریقہ دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

حقیقت ثبوت جذبہ حال و جدوا ستغراق اہل طریقت

تعریف: کسب و مجاہدہ کے بغیر جو باطنی احوال حاصل ہو جاتے ہیں ان کو جذب کہتے ہیں اور انہی کو اجتناب و محبوبیت و مرادیت بھی کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ اللہ یجذب الیہ من یشاء و یھدی الیہ من یشاء (آیہ ۱۳) (یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا تعالیٰ کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنی طرف راہ دکھاتا ہے) کسی عجیب و غریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریا اور مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو اصطلاح میں

وَجَدِيَا حَالٍ يَاجْزِبُهُ كَهَلَاتَانِ هَيْهَاتَ - يَإَيُّوْنَ كَيْسَ كَمَا يَهْجُرُ وَاجْتِبَارُ كَاثِرُهُ هَيْهَاتَ وَوَجْدِيَا حَالٍ كَاكْمَالٍ دَرَجَةٍ بَعْنِي اس حَالٍ مِيں مَحْوُوبِ خَيْرِ مَوْجَانَا اسْتِغْرَاقُ كَهَلَاتَانِ هَيْهَاتَ -

حقیقتِ جذب : جذب کی دو قسمیں ہیں (۱) جذبِ بتدی (۲) جذبِ منتہی -

جاننا چاہئے کہ وہ مجذوب جنہوں نے ابھی سلوک کو پورا نہیں کیا اگرچہ وہ قوی جذب رکھتے ہوں اور خواہ کسی راستے سے جذب کئے گئے ہوں وہ قلب والوں کے گروہ میں داخل ہیں کیونکہ سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقامِ قلب سے نہیں گذر سکتے اور مقلِّبِ قلب (خدائے تعالیٰ) تک نہیں پہنچ سکتے، ان کا جذب قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے نہ ذاتی، اور عرضی ہے نہ اصلی، کیونکہ اس مقام میں نفس روح کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظلمت نور کے ساتھ خلط ملط ہوتی ہے جب تک روح مطلوب حقیقی کی طرف توجہ کرنے کے لئے نفس سے الگ اور آزاد نہ ہو جائے اور نفس روح سے جدا ہو کر بندگی میں نہ اتر آئے تب تک مقامِ قلب کی تنگی سے پورے طور پر نہیں نکل سکتے اور قلب کے پھرنے والے (خدائے تعالیٰ) تک نہیں پہنچ سکتے، اور اس چھٹکارے کے بعد جب طالبِ سیر فی اللہ کے ساتھ تعلق رکھتا اور فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس کو جو محبت اور انجذاب حاصل ہوتا ہے وہی حقیقی اور اصلی جذب ہے اسی کو منتہی کا جذب کہا گیا ہے، اگرچہ دونوں جذب ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا کہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ وَمَا لِلذَّرَابِ وَرَبِّ الْآرْبَابِ۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک۔

ثبوتِ حال و وجہ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ

أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنْ الْحَقِّ (آئۃ ۸۳) (یعنی اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا) قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا تڑپا جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ دیکر فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخرموسى صیقا (آئۃ ۱۷۳) (یعنی پھر جب

اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے)۔ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ کی تجلی کے پر تو سے بیہوش ہو جانا کمالِ جذبہ و وجد کی دلیل ہے

اسے پس جو وجد کہ بہ اختیار ہو یا مجلسِ سماع میں امور یا مشروعہ پر ہو وہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔

سالک بھی خدائے تعالیٰ کی تجلیات کے پرتو کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر وجد اور بیہوشی چھا جاتی ہے اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہو جاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں۔ اور بھی بہت سی آیتیں وجد و حال پر دلالت کرتی ہیں مثلاً اللہ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا

مَثَانِي آيَةٍ (۲۳) اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہر بار بار دہرائی ہی ہر

جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کا نپ اٹھتے ہیں اور دل نرم (اور تابع) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی

طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ الدِّينَ اَوْ تَوَالِعِلْمٍ مِنْ قَبْلِهِ اِذَا يَتْلُو عَلَيْهِمْ حُجْرًا وَاذْذَقَانِ سُبْحَانَ

الآیہ (آج) (یعنی بیشک جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا، یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے

بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں)۔ یہ سب وجد کی حالتیں ہیں۔ حدیث: عَنْ شَفِيِّ الْأَصْبَحِيِّ قُلْتُ لَأَبِي هُرَيْرَةَ

أَسْأَلُكَ بِحَقِّ وَبِحَقِّ لِمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَفَعَلَّ أَحَدٌ شَيْئًا حَدَّثْتَنِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ ثُمَّ نَشَخَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشَخَةَ الْحَدِيثِ (ترمذی) (شفی صبحی سے روایت ہے)

کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا اور بوجھا ہو ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا

کروں گا۔ میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا اور بوجھا ہو گا

پھر ابو ہریرہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی یا توشہرت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کم و کاست بیان

کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا نقشہ آنکھوں

میں پھر گیا) الحدیث۔ حضرت ابو ہریرہ کا بڑے زور سے چیخ ماریا، بیہوش ہو جانا اور پسینہ آجانا وجد و حال

کی کھلی دلیل ہے، اس قسم کا وجد متوسطین کو ہوتا ہے مگر کبھی کابلین میں بھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ

حدیث بالا سے ظاہر ہے البتہ کابلین کا وجد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر غشی ہونے

کے مانند ہے نیز حدیث تشریفات میں ہے: عَنْ أَسْمَاءَ وَآلَتِ مَا كَانَ أَحَدًا مِنَ السَّلَفِ

يَغْشَى عَلَيْهِ وَلَا يَصْعَقُ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَلَا مَا كَانُوا يَكُونُونَ وَيَقْشَعُرُونَ ثُمَّ

تَلِينُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ (رزین) (یعنی حضرت اسماء سے روایت ہے کہ سلف

(صحابہ و تابعین) میں سے تلاوت قرآن کے وقت نہ کسی پر بیہوشی ہوتی تھی اور نہ کسی چیتا تھا صرف رعباً

فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا مَا سَأَلْتَهُ
 أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ
 حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
 وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
 عظیم تک سات بار پڑھے۔

تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہ کا
 پس بخش دے تو مجھے، کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں کو
 کوئی سوائے تیرے، پناہ پکڑتا ہوں میں تیری اپنے اعمال کی برائی سے، کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ، نہیں کوئی معبود
 سوائے اس کے، اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور وہ رب ہے عرش عظیم کا۔

(۲) جب آفتاب طلوع ہو تو یہ دعا پڑھے:-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَقَلَّنَا يَوْمَنَا هَذَا
 وَلَمْ يَهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا
 شکر ہے خدائے تعالیٰ کا جس نے آج ہمیں معافی دی اور
 ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

(۳) غروب آفتاب کے وقت یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ هَذَا أَقْبَالُ لَيْلِكَ وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ
 وَأَصْوَاتُ دُعَائِكَ فَاغْفِرْ لِي
 یا اللہ یہ وقت ہے آپ کی رات کے آنے کا اور آپ کے دن کے
 جانے کا اور آپ کے سائلوں کی پکار کا، پس بخش دے مجھے۔

(۴) جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ أَمْوَالِكَ وَخَيْرَ
 الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللَّهِ وَجَعْنَا وَبِسْمِ اللَّهِ
 خَرَجْنَا وَعَلَى اللَّهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا
 یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اندر جانے کی
 اور بھلائی باہر نکلنے کی، خدائے تعالیٰ کے نام سے
 اندر جاتے ہیں ہم اور خدائے تعالیٰ کے نام سے

باہر نکلتے ہیں ہم اور اپنے رب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہم نے۔

(۵) جس وقت گھر سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:-

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ
 خدائے تعالیٰ کے نام کے ساتھ خدا پر بھروسہ کیا میں نے

(۶) سوتے وقت یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ يَا سَمِيعَ أَمْوَاتٍ وَأَحْيَى
 یا اللہ میں تیرے نام کو یاد کرتے ہوئے مرتا ہوں اور جاگتا ہوں

(۷) جب کوئی برا خواب دیکھے تو یہ دعا پڑھے:-

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَشَرِّ هَذِهِ
الرُّؤْيَا زین بار کے اور بائیں طرف تھنکارے پھر کرو اس خواب کی برائی سے۔

بدل لے اور کسی سے وہ خواب بیان نہ کرے اور جب

چونک جائے یا وحشت چھا جائے یا بخوابی ہو تو یہ کہے

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَ
عِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ
وَأَنْ يَحْضُرُونَ۔
اور شیطانوں کی چھٹیر سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

(۸) سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا شَكَرٌ لِمَا شَكَرَ اللَّهُ لَكُمْ جَسَدًا لَمْ يَمُرُّ بِكُمْ يَوْمَ تَأْتِي سَائِرُ الْبَشَرِ
اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(۹) جب پاخانہ میں جانے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے :-

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ
النَّجَسِ وَالنَّجَسَاتِ۔
ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

(۱۰) جب پاخانہ سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھے :-

غُفْرَانَكَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ
عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي۔
دور کر دی مجھ سے گندگی اور صحت دی مجھ کو۔

(۱۱) جب وضو شروع کرے تو یہ دعا پڑھے :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي شَرَعَنَا
جَعَلَ الْمَاءَ طَهُورًا۔ کئی کرتے وقت کہے اللَّهُمَّ هَبْ رِيحًا
أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ۔ یا اللہ مدد کر میری اپنے ذکر پر اور

ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے اللَّهُمَّ أَرْحِنِي
رَأِيحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تَرْحِنِي رَأِيحَةَ النَّارِ جنت کی خوشبو اور نہ سنگھا مجھ کو

منہ دھوتے وقت کہے اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي
یا اللہ روشن کر دے میرا منہ جس دن

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ ۚ اِيَّا يَأْتِي هَاتِهِ رُشْنَ هُونِ كَيْ جِهْرِي اُور سِيَاه هُونِ كَيْ جِهْرِي۔

رہوتے وقت کہے اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِي كِتَابِي — یا اللہ دے مجھ کو میرا اعمال نامہ میرے داہنے

بِیْمَنِی وَحَاسِبِنِي حِسَابًا یَسِیْرًا۔ جب بایاں ہاتھ میں اور لے حساب مجھ سے آسان —

ہاتھ دھوئے تو کہے اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِي كِتَابِي یا اللہ دے مجھ کو میرا اعمال نامہ میرے

بِشِمَائِي وَلا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِي وَلا تُحَاسِبِنِي بایں ہاتھ میں اور نہ پیٹھ کے پیچھے سے اور نہ حساب

حِسَابًا عَسِیْرًا۔ سر کے مسح کے وقت کہے اَللّٰهُمَّ مجھ سے حساب مشکل — یا اللہ محفوظ رکھ آگ سے

حَرِّمُ شَعْرِي وَبَشْرِي عَلٰی النَّارِ وَاطْلِنِي میرے بالوں کو اور میرے جسم کو اور لے مجھے اپنے عرش

تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔ کے سایے کے نیچے اس دن کہ تیرے سوائے اور کسی

کانوں کے مسح کے وقت کہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ سایہ نہ ہوگا — یا اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر لے

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ وَيَتَّبِعُونَ مَا جو سنتے ہیں تیرے قول کو اور پیروی کرتے ہیں اسکی

اَحْسَنَهُ۔ گردن کے مسح کے وقت کہے اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ اچھی طرح سے — یا اللہ میری گردن کو آگ سے

رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ جب پاؤں دھوئے تو کہے بچا لیجئے — یا اللہ مضبوط رکھ میرے

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلٰی الصِّرَاطِ يَوْمَ قدم اوپر صراط کے جس دن کہ لغزش کھائیں گے

تَنْزِلُ فِيهِ الْاَقْدَامُ۔

قدم اس میں۔

(۱۲) وضو کے درمیان میں یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي یا اللہ بخش دے میرے گناہ اور کشائش دے مجھے میرے

گھر میں اور برکت دے میری روزی میں۔

(۱۳) وضو کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ دل سے اقرار کرتا ہوں میں کہ نہیں کوئی معبود سوا کے

لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اللہ کے، اکیلا ہے وہ، نہیں ہے کوئی شریک اس کا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي اور اقرار کرتا ہوں میں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم،

مِنَ الْمُنْتَظَرِيْنَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔ لے اللہ بنا مجھ کو

بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ توبہ کرنے والوں میں سے اور کر مجھے پاک صاف لوگوں میں سے

أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.

پاکی بیان کرتا ہوں میں آپ کی اور تعریف کرتا ہوں آپ کی

دل سے اتر کر کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا آپ کے بخشش چاہتا ہوں آپ سے اور توبہ کرتا ہوں آپ کے سامنے۔

(۱۴) جب تہجد کے لئے اٹھے تو یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ يَا اللَّهُ وَسَطُ عَالَمِكَ هِيَ تَعْرِيفُ، وَأَنْتَ قَائِمُ رُكْنِ

وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ وَاللَّهُ وَالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَمَنْ فِيهِنَّ وَأَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَأَنْتَ الْحَقُّ وَالْحَقُّ

وَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ

حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ - اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے اور سب نبی برحق

ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور قیامت برحق ہے

یا اللہ آپ ہی کافر بنا کر رہا ہوں اور آپ ہی پر ایمان لایا

ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور آپ ہی کی طرف

رجوع کرتا ہوں میں آپ ہی کے زور پر مقابل ہوتا ہوں

قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمَقْدُمُ

وَأَنْتَ الْمُؤَخَّرُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ.

دشمنانِ دین کے، اور آپ ہی کی طرف فیصلہ لاتا ہوں میں،

آپ ہی میں رب ہمارے اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے پس

بخشید مجھے جو کچھ میں نے آگے کیا ہوا اور جو کچھ میں نے پیچھے کیا ہوا

اور جو کچھ پوشیدہ کیا ہوا اور جو کچھ ظاہر کیا ہوا اور جو کچھ آپ

زیادہ جاننے والے ہیں مجھ سے، آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں آپ ہی میں معبود میرے نہیں

کوئی معبود سوائے آپ کے، اور نہیں ہے پھر ناگاہ سے اور نہ طاقت عبادت کی مگر ساتھ اللہ کے۔

(۱۵) جب اذان سنے تو جو کچھ مؤذن کہے اس کے جواب میں وہی کلمات کہے اور جب

مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے (اوپر نماز کے - حیا یعنی بھلائی کے)

توسنے والا کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - تکبیر - نہیں ہے طاقت اور نہیں ہے قوت مگر اللہ کے ساتھ
 اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح دے اور قَدْ قَامَتِ نماز قائم ہوگئی
 الصَّلَاةُ کے جواب میں کہے اَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا اللہ نے قائم کرے اور ہمیشہ رکھے
 اور الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا جواب کہے صَدَقَتْ نماز بہتر ہے نیند سے تو نے سچ کہا اور تیری
 وَبَرَّرْتَ - نجات ہوئی -

(۱۶) اذان کے بعد یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اِنِّتَ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
 وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
 يَا اَشْرَاسِ پوری اذان اور قائم نماز کے پروردگار محمد
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو وسیلہ اور فضیلت دے اور درجہ
 بلند عطا کر اور اس کو مقام محمود میں اٹھا جس کا تو نے
 وَعَدَهُ کیا ہے اور اس کی شفاعت بھی ہم کو نصیب کر
 لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ - بیشک تو وعدہ خلاف نہیں ہوتا -

(۱۷) جس وقت صبح کی نماز کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا
 وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِيْنِي
 نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ
 لِي نُورًا وَفِي عَصَبِي نُورًا وَفِي لَحْيِي نُورًا وَفِي
 دَمِي نُورًا وَفِي شَعْرِي نُورًا وَفِي بَشَرِي
 نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا
 وَأَعْظَمْ لِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا وَاجْعَلْ
 مِنِّي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا اللَّهُمَّ
 آعْظِمْنِي نُورًا -
 یا اللہ کر دیجئے میرے دل میں نور اور میری زبان میں نور
 اور میری بینائی میں نور اور میری سماعت میں نور اور
 میرے دائیں اور بائیں اور میرے پیچھے اور
 اور کر دیجئے میرے لئے ایک خاص نور اور میرے پھون میں نور
 اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے
 بال میں نور اور میری کھال میں نور اور میری زبان میں نور
 اور کر دیجئے میری جان میں نور اور بڑا دیجئے مجھ کو نور
 اور کر دیجئے مجھ کو سر پا نور اور کر دیجئے میرے اوپر نور اور میرے
 نیچے نور یا اللہ کر دیجئے مجھ کو خاص نور -

(۱۸) جب مسجد میں داخل ہو تو کہے :-

اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ -

یا اللہ کھول دے میرے لئے دروازے اپنی رحمت کے -

(۱۹) جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ يَا اللَّهُ مَن مَّا نَكَلْنَا هُنَا آيَاتُكَ فَضْلًا

(۲۰) ہر نماز کے بعد اپنے سر پر دہانتا ہاتھ پھیرے اور یہ دعا پڑھے:-

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللَّهُمَّ أَدِّبْ عَنِّي الرِّجْسَ وَالْحَزْنَ

اللہ کے نام کے ساتھ وہ اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے بخشش والا مہربان ہے وہ، یا اللہ دور کر دیجئے مجھ سے فکر اور غم۔

(۲۱) صبح اور مغرب کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اللہ کے سوائے اللہ کے ایک ہے وہ نہیں ہے کوئی شریک اس کا اسی کا ملک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی اور سہاری ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ پناہ دیجئے مجھے دوزخ سے۔

(۲۲) چاشت کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ بِكَ أَحْوَلُ وَبِكَ أَصَاوِلُ وَبِكَ أَقَاتِلُ

اللہ تیرے ہی سہارے چلتا پھرتا ہوں اور تیرے ہی بھروسے دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی زور پر لڑتا ہوں۔

(۲۳) خطبہ نکاح

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَحَمْدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

سب تعریف اللہ کیلئے ہی ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنی جانوں کی برائی اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اس کا کوئی ہادی نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اسلئے بالحق بشیراً و نذیراً بین کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

يَدِي السَّاعَةِ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ مَحَّرَ اللَّهُ لِي سَبْعِينَ أَلْفَ مَغْرَبًا

رَشِدًا وَمَنْ يَعْتَصِمَ بِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسُهُ

وَلَا يَضُرُّهُ اللَّهُ شَيْئًا وَنَسَلُ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَجْعَلَ لَنَا

مَنْ يُطِيعُهُ وَيُطِيعُ رَسُولَهُ وَيَتَّبِعُ

رِضْوَانَهُ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ فَاِمَّا نَحْنُ بِهِ

وَلَهُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا

تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا

سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہو، وہ تمہارے عمل تمہارے لئے سوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی مراد پائی۔

(۲۴) دو لہا کو مبارکباد کے لئے یہ کہے :-

بَارِكْ اللَّهُ لَكَ وَبَارِكْ اللَّهُ عَلَيْكَ وَ

جَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ

برکت کرے اور تم دونوں کو بہتری پر جمع کرے۔

(۲۵) جب دو لہا دہن کے پاس جائے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعِيذُهَا بِكَ وَذَرِيَّتَهَا

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

(۲۶) خلوت کے وقت یا غلام خریدتے وقت یا جانور خریدتے وقت چاہئے کہ اس کی

پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِمَا
جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ
شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ۔

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس کی اور بھلائی اس کی
پیدائشی عادتوں کی اور پناہ چاہتا ہوں میں آپ سے اس کی
برائی سے اور اس کی پیدائشی عادتوں کی برائی سے۔

(۲۷) جب قربت کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:-

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَبِّدْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ
الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

خدا کے نام کے ساتھ یا اللہ دور رکھے ہم کو شیطان سے اور
دور رکھے شیطان کو اس کے جو نصیب کریں آپ ہم کو۔

(۲۸) جس وقت انزال ہو تو اپنے دل میں کہے:-

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِي مَارِزِقَتِي
نَصِيبًا۔

یا اللہ جو کچھ آپ ہمیں عنایت کریں اس میں شیطان کا
کوئی حصہ نہ رکھے۔

(۲۹) جب روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ (اور افطار اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر
کے بعد یہ دعا پڑھے) ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ العُرُوقُ
وَنُتِيَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى۔

میں نے افطار کیا۔ جاتی رہی پیاس اور تر ہو گئیں
رگیں اور ثواب ہو گیا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۰) جب کسی کے ہاں روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے:-

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ
الأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ المَلَائِكَةُ۔

افطار کیا کریں تمہارے پاس روزہ دار لوگ اور کھایا کریں تمہارے
کھانے کو نیک شخصوں اور رحمت کی دعا کیا کریں تمہارے لئے فرشتے۔

(۳۱) جب کھانا شروع کرے تو یہ دعا پڑھے:-

بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى بَرَكَاتِهِ۔

خدا کے نام سے اور اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ۔

(۳۲) جب کھانا کھا چکے تو یہ دعا پڑھے:-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور

جَعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

کیا ہمیں مسلمانوں میں سے۔

(۳۳) جب پیٹ بھر جائے تو یہ دعا پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ أَشْبَعَنَا وَأَرْوَانَا
وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا وَأَفْضَلَ۔

ہم کو سیراب کیا اور ہم پر انعام اور فضل کیا۔

(۳۴) اگر کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی بھول گیا تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ أَوْلَاهُ وَأَخْرَاهُ۔

ساتھ نام اللہ کے شروع اور آخر طعام کے۔

(۳۵) اگر کوڑھی یا کسی آفت رسیدہ (بیمار) کے ساتھ کھائے تو یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ۔

اللہ کے نام سے اللہ پر بھروسہ اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے۔

(۳۶) کھانا کھانے کے بعد کی دیگر دعا

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرَ أَمْنَتِهِ

خداوند! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بہتر کھلا۔

(۳۷) اگر دودھ پئے تو یہ پڑھے۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

خداوند! ہمیں اس میں برکت دے اور اس کو ہمارے لیے زیادہ کر۔

(۳۸) اگر دعوت کا کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي

یا اللہ! کھانا دے اس کو جس نے مجھے کھانا کھلایا اور پانی پلا

وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي۔ اور یہ بھی زیادہ کرے

اس کو جس نے مجھے پانی پلایا۔

وَبَارِكْ لَهُ فِي مَالِهِ وَرِزْقِهِ۔ یا یہ دعا پڑھے

اور برکت دے اس کے مال اور رزق میں۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ۔

اے اللہ! کھانے کے مالک کو بخش دے۔

(۳۹) جب کوئی کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ
مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ۔

سب تعریف اس اللہ کو جس نے مجھے یہ پہنایا اور
مجھے یہ دیا بغیر میری قوت اور طاقت کے۔

(۴۰) جب نیا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أَرَى بِهِ
عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي۔

سب تعریف اس خدا کو جس نے مجھے ایسا کپڑا پہنایا
جس میں اپنا ستر ڈھانپتا ہوں اور اپنی زندگی میں نیت حال ہوں۔

(۴۱) جب اپنے دوست کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو کہے :-

يُبْنِي وَيُجَلِّفُ اللَّهُ أَبِلًا وَأَخْلِقُ ثُمَّ
أَبِلًا وَأَخْلِقُ ثُمَّ أَبِلًا وَأَخْلِقُ -
پراناکر بھیر پرانا کر اور پرانا کر پھر پرانا کر اور
پراناکر بھیر پرانا کر اور پرانا کر۔

(۴۲) جب کسی کو رخصت کرے تو اس کو یہ دعا دے :-

أَسْتَوِدُّ بِعَمَلِ اللَّهِ دِينِكَ وَأَمَانَتِكَ وَ
خَوَاتِيمِ عَمَلِكَ
اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین کو اور تیری قابل
حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

(۴۳) جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ بِكَ أَصُولٌ وَبِكَ آحْوَالٌ
وَ بِكَ أَسِيرٌ
اے اللہ آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے
حملہ روکتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے چلتا ہوں۔

(۴۴) جب پیر کا میں رکھے تو کہے بِسْمِ اللَّهِ اور جب اری پر اچھی طرح بیٹھ جائے تو یہ پڑھے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ بُسْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا
وَمَا كُنَّا لِنَأْتِيَ مَقَرِّينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا
لَمُنْقَلِبُونَ
شکر ہے اللہ کا پاکی ہے اس کو جس نے ہمارے قبضہ میں کر لیا
اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے اور ہم اپنے

پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ
آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو اور کم کر دیجئے ہم پر درازی

بَعْدَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ
وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي
ہیں گھر یا رہیں۔ یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی
سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور

وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْتَاءِ السَّفَرِ وَكَأْتَةِ الْمَنْظَرِ
وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَالِدِ
واپس آکر بری حالت پانے سے مال میں اور بیوی
بچوں میں۔

(۴۵) جب سفر سے لوٹے تو اوپر والی دعا پڑھے اور یہ اور زیادہ کرے :-

أَبُؤْنَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ
سَاحِحُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَادِقُ اللَّهُ
ہم رجوع کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے
سجدہ کرنے والے پھرنے والے اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں
سچ کر دکھایا اللہ نے اپنا وعدہ اور اپنے بندہ کو غالب کیا
اور گردہ کفار کو تنہا شکست دی۔

وَعْدَةٌ وَنَصْرٌ عَبْدُهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحَدَّثَ

(۲۶) جب سفر سے آکر گھر میں جائے تو کہے :-

تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْ يَا لَآ اِيعَادِ سُرْعَانَا
توبہ کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں اپنے رب کی طرف
رجوع کرتا ہوں کہ ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے۔
خَوْبًا۔

(۲۷) جب کشتی میں سوار ہو تو کہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ فَجْرُهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّيْ
اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ
وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهِ سُبْحٰنَهُ
وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا بیشک میرا رب
غفور رحیم ہے اور انھوں نے اللہ کی اتنی تعظیم نہیں کی
جتنا اس کی تعظیم کا حق ہے اور قیامت کے روز ساری
زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان لپٹی ہوئی حالت
میں اس کی داہنی مٹھی میں ہوں گے اللہ تعالیٰ اس سے
پاک ہے جس کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۲۸) جب کسی شہر کے اندر جانا چاہے تو یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا ذِيْنَ بَارِئٌ رَّحِيْمٌ
اَرزُقْنَا جَنَّاہَا وَ حَبِيْبَنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَ
حَبِيْبٌ صَالِحٌ اِلٰى اَهْلِهَا اَلَيْتِنَا۔

یا اللہ برکت دیکھے اس شہر میں ہمیں۔ یا اللہ نصیب
کر دیکھے ہمیں ثمرات اس کے اور عزیز کر دیکھے ہمیں اہل شہر کے
نزدیک اور محبت دیکھے ہمیں اہل شہر کے نیک لوگوں کی۔

(۲۹) جب کسی منزل میں اترے تو یہ دعا پڑھے :-

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التّٰمَّاتِ مِنْ شَرِّ
مَخْلُوْقٍ كَلِمَاتٍ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

پناہ میں آتا ہوں خدائے تعالیٰ کی کامل باتوں کی تمام
مخلوق کی برائی سے۔

(۵۰) تو مسلم کو یہ دعا تعلیم کرے :-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَ اهْدِنِيْ
وَ ارزُقْنِيْ۔

اے اللہ بخش دیجئے مجھے اور رحم کیجئے مجھ پر اور
ہدایت کیجئے مجھے اور رزق دیکئے مجھے۔

(۵۱) مصیبت کے وقت یہ دعا کثرت سے پڑھے :-

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلٰى اللّٰهِ
تَوَكَّلْنَا۔

کافی ہے ہم کو اللہ اور اچھا کارساز ہے اللہ پر
بھروسہ کیا ہم نے۔

(۵۲) صدمہ کے وقت یہ دعا پڑھے :-

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ
عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأَجِرْنِي
فِيهَا وَابْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا -

اپنی مصیبت کا پس باجر دینا مجھے اس میں اور بدلہ میں

دیکھے مجھے بہتر اس سے -

(۵۳) جب ظالم کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ الْفِتْنَةَ بِمَا شِئْتَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَجْعَلُكَ فِي خُورِهِمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
شُرِّهِمْ -

اے اللہ جس طرح تو چاہے ہماری طرف سے اس کو کافی ہو

اے اللہ میں کرتا ہوں آپ کو مقابلے میں ان کے اور پناہ

چاہتا ہوں آپ کی ان کی بدی سے -

(۵۴) دعا برتوبہ -

اللَّهُمَّ مَغْفِرَتِكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَ
رَحْمَتِكَ أَرْجَى عِنْدِي مِنْ عَمَلِي (تین بار پڑھے)

یا اللہ مغفرت آپ کی زیادہ وسیع ہے میرے گناہوں سے اور رحمت

آپ کی زیادہ امید کی چیز ہے میرے نزدیک میرے عمل سے -

(۵۵) دعا قلیت بارش

اللَّهُمَّ اسْقِنَا تَيْنِ بَارِ اللَّهُمَّ اغْنِنَا
رَتَيْنِ بَارِ أَكْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا لِي يَوْمَ الدِّينِ
إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ
أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَ
نَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَ
اجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ عَلَيْنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا
إِلَى حَيْثُ اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَغِيثًا
مَرِيًّا مَرِيْعَانًا فِعَا غَيْرَ ضَارِّ عَا جَلَا
غَيْرِ أَجَلٍ رَأَيْتِ اللَّهُمَّ أَشَقَّ عِبَادِكَ

اے اللہ پانی پلا دیجئے ہمیں - یا اللہ مینہ برسائیے ہم پر -

سب تعریف اللہ کو جو سب جہانوں کا پروردگار ہے -

رحمن اور رحیم ہے قیامت کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے - خداوند! تو ہی معبود

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو غنی ہے اور ہم محتاج - ہم پر

مینہ برسا اور وہ خیر جو تو ہم پر نازل کرے اس کو قوت اور

ایک وقت تک پہنچے کا سبب کر - خداوند! ہم پر ایسا مینہ

برسا جو قحط سے بچانے والا بہت اگانے والا نفع دینے والا

ضررتہ کرنے والا جلدی نہ دیر میں نہ رکھا ہو خداوند! اپنے

بندوں اور جانوروں کو سیراب کر اور اپنی رحمت فراخ کر

وَهَمَّامِكَ وَأَشْرُ رَحْمَتِكَ وَأَخِي بَلَدِكَ اور اپنے مردہ شہر کو زندہ فرما۔ خداوند! ہماری زمین پر
 اُمِّيَّتَ اللَّهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيَّ أَرْضِنَا زِينَتَهَا اس کی زینت نازل کر اور اس کے رہنے والوں کو
 وَسَكَنَهَا۔ تسلی دے۔

(۵۶) جب بادل آتا دیکھے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ
 مَا أُرْسِلَ بِهِ۔
 اے اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں آپ کی، اس چیز کی برائی سے
 جس کے ساتھ یہ بھیجا گیا ہو۔

(۵۷) بارش کے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا۔
 یا اللہ! نفع دینے والی بارش برسا۔

(۵۸) جب زیادہ بارش سے نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى
 الْأَكَامِ وَالْأَجَامِ وَالظُّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ
 وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ
 یا اللہ! ہمارے آس پاس ہمارے اور نہ ہر سا اوپر ہمارے
 یا اللہ! ٹیلوں پر اور نستانوں پر اور پہاڑوں پر اور وادیوں پر
 اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر۔

(۵۹) گرج اور کڑک کے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا
 بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ۔
 اے اللہ! نہ قتل فرمائیے ہمیں اپنے غصے سے اور نہ ہلاک کیجئے ہمیں
 اپنے عذاب سے اور معافی دیجئے ہمیں پہلے ان سے۔

(۶۰) آندھی کے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ
 وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُهْرِتَ بِهِ وَ
 نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ
 مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُهْرِتَ بِهِ۔
 یا اللہ! ہم مانگتے ہیں آپ سے بھلائی اس ہوا کی اور بھلائی
 اس کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کا اس کو
 حکم دیا گیا ہے اور پناہ چاہتے ہیں ہم آپ سے برائی سے
 اس ہوا کی اور برائی سے اس چیز کی جو اس میں ہے اور برائی
 سے اس کی جس کا اس کو حکم کیا گیا ہے۔

(۶۱) مرغ کی آواز سنے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔
 یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ کا فضل۔

(۶۲) گدھے یا گتے کی آواز سن کر کہے :-

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔

(۶۳) سورج یا چاند گرہن ہو تو اللہ اکبر بہت پڑھے، نماز پڑھے، خیرات کرے اور اللہ سے دعا مانگے :-

(۶۴) پہلی رات کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ أَهْلَهُ عَلَيْنَا بِالْيَمَنِ وَالْإِيمَانِ وَ
السَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا نَحِبُّ
وَتَرْضَى رَيْئِي وَرَبُّكَ اللَّهُ -

رب میرا اور تیرا (اے چاند) اللہ ہے۔

(۶۵) جب چاند پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے :-

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ هَذَا الْغَاسِقِ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی اس تاریک ہو جانے والے کی بُرائی سے۔

(۶۶) جب شب قدر دیکھے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوفٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ
فَاعْفُ عَنِّي -

یا اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں پسند کرنے میں عفو کو پس درگزر کیجئے مجھ سے۔

(۶۷) آئینہ دیکھے تو کہے :-

اللَّهُمَّ أَنْتَ حَسَنَتْ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي

یا اللہ اپنے اچھا بنا یا میری صورت کو پس اچھا کر دیجئے میری سیرت کو۔

(۶۸) مسلمان کو ہنستا دیکھے تو کہے :-

أَضْحَكَكَ اللَّهُ سِنَّكَ -

خدا نے تعالیٰ تجھ کو ہنستا ہی رکھے۔

(۶۹) احسان کے بدلہ میں یہ کہے :-

جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا -

جزا دے اللہ تجھ کو بہتر۔

(۷۰) اپنا قرض وصول ہو تو کہے :-

أَوْفَيْتَنِي أَوْ فِي اللَّهِ بِكَ -

تو نے میرا حق پورا کیا اللہ تعالیٰ تیرا حق پورا کرے۔

(۷۱) خوشی کے موقع پر یہ دعا پڑھے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ
تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ -

شکر ہے اللہ کا جس کے انعام سے اچھی چیزیں کمال کو پہنچتی ہیں۔

(۷۲) خلاف طبع بات ہو تو یہ دعا پڑھے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ -
شکر ہے اللہ کا ہر حال میں۔

(۷۳) وسوسہ کے وقت یہ دعا پڑھے :-

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ أَمَّنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ - پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطاں سے ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رسول پر

(۷۴) غصہ کے وقت پڑھے :-

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -
پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطاں مردود سے۔

(۷۵) جب مجلس سے اٹھے تو یہ دعا پڑھے :-

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ
بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ -
پاک پڑاشکی اور اس کی تعریف ہی پاک بیان کرتا ہوں میں تیری
حمد کے ساتھ دل سے اقرار کرتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے
تیرے بخش چاہتا ہوں تجھ سے اور توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے

(۷۶) بازار پہنچے تو یہ دعا پڑھے :-

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ
السُّوقِ وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
أَنْ أُصِيبَ فِيهَا يَمِينًا فَاجِرَةً أَوْ
صَفْقَةً خَاسِرَةً -
اللہ کے نام سے یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس بازار کی
اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور پناہ چاہتا ہوں میں
برائی سے اس کی اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے۔ یا اللہ
میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی اس سے کہ پڑجاؤں اس بازار میں
جھوٹی قسم میں یا کسی معاملہ خسارے والے میں۔

(۷۷) جب نیا پھل سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي
مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ
لَنَا فِي مَدِينَتِنَا -
یا اللہ برکت دیجئے ہمارے پھلوں میں اور برکت دیجئے ہمارے شہر میں
اور برکت دیجئے ہمارے پیمانے میں اور برکت دیجئے ہمارے
ناپ میں۔

(۷۸) کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر اپنے جی میں کہے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَاقَبَنِي بِمَا ابْتَلَاكَ بِهِ وَ
فَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا -
شکر ہے اللہ کا جس نے مجھ کو اس مصیبت سے جس میں تجھے مبتلا کیا
اور فضیلت دی مجھ کو اپنی مخلوق میں بہت سے بہتروں پر ظاہر فضیلت۔

(۷۹) گم شدہ اور بھاگے ہوئے شخص کے لئے پڑھے:-

اللَّهُمَّ رَادَّ الضَّلَالَةَ وَهَادِيَ الصُّلَاةِ يَا اللَّهُ لَوْلَا نَعْلُكَ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِإِذْنِكَ وَأَنْتَ تَهْدِي مَنْ الضَّلَالَةَ أُرِدُّوْا عَلَىٰ صَالِحَاتِكَ بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ فَإِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ -

یا اللہ لوٹانے والے گم شدہ چیز کے اور ہدایت کرنے والے گمراہی سے آپ ہی ہدایت کرتے ہیں گمراہی سے پھیر لائیے میری کھوئی ہوئی چیز کو اپنی قدرت اور اپنے غلبہ سے کیونکہ وہ آپ ہی کا عطیہ اور فضل تھا۔

(۸۰) کسی شگون پر دل میں خطرہ ہو تو یہ دعا پڑھے:-

اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ -

یا اللہ نہیں لانا بھلائیوں کو کوئی سوا آپ کے اور نہیں دور کرنا بُرائیوں کو سوا آپ کے اور نہیں ہر پھر ناگناہ اور نہ طاقت عبادت کی مگر ساتھ تیرے۔

(۸۱) نظر لگے ہوئے پر یہ دعا پڑھ کر دم کرے:-

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ أَذْهِبْ حَرَّهَا وَبَرِّدْهَا اللَّهُمَّ اسْمُكَ مِنْ حَرِّهَا كَمَا اسْمُكَ مِنْ حَرِّهَا وَوَصَبْهَا -

کی سردی اور اس کی تکلیف۔

(۸۲) کسی کا کوٹھا اتر جائے تو یہ دعا پڑھ کر اس پر دم کرے:-

أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبِّ النَّاسِ إِنِّ شَفِيئٌ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ -

تو ہی شافی ہے نہیں ہر شفا دینے والا کوئی تیرے سوا۔

(۸۳) آگ لگی ہوئی دیکھے تو بکثرت اللہ اکبر کہے۔

(۸۴) پیشاب رگ جائے یا پتھری ہو تو یہ دعا پڑھے:-

رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ سَمُّكَ وَأَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحِمْتِكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ وَاعْفِرْ لَنَا حَوْنَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ فَأَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلَىٰ هَذَا الْوَجْعِ -

رب ہمارا اللہ ہے جس کا ظہور آسمانوں میں ہے پاک ہے نام تیرا حکم تیرا آسمانوں اور زمین میں ہے جیسے کہ رحمت تیری آسمانوں میں اسی طرح کر دے رحمت اپنی زمین میں اور بخشدے ہمارے گناہ اور خطائیں تو رب ہے اچھے لوگوں کا پس انار دے ایک شفا اپنی شفا میں سے اور ایک رحمت اپنی رحمت میں سے اس تکلیف پر۔

(۸۵) پھوڑے پھنسی کے لئے انگشت شہادت پر اپنا لب لگا کر مٹی لگائے پھر انگلی

پھنسی پر ملتا جائے اور یہ کہتا رہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيقَةٍ بَعْضِنَا
لِيُشْفِيَ سَقِيمَنَا يَا ذِئْبِنَا رَبَّنَا

حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ یہ مٹی ہے ہماری زمین کی ہم میں سے
ایک کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارے بیمار کو شفا ہو جائے ہمارے
رب کی اجازت سے۔

(۸۶) پاؤں سو جائے تو یہ پڑھے:-

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

رحمت کاملہ نازل فرما اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

(۸۷) ہر رکعت تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اور سات بار یہ پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ
وَاُحَاذِرُ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی اس برائی سے
جو پاتا ہوں میں اور جس کا مجھے ڈر ہے۔

(۸۸) آنکھ رکھنے آجائے تو یہ دعا پڑھے:-

اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ
وَارِنِيْ فِي الْعَدُوِّ وَتَارِيْ وَانصُرْنِيْ عَلٰى
مَنْ ظَلَمَنِيْ

یا اللہ کارآمد رکھے میرے لئے میری نگاہ اور کیجئے اس کو باقی
بعد میرے اور دکھلائیے مجھے دشمن میں بدلہ میرا اور فتح دیجئے
مجھے اس پر جو مجھ پر ظلم کرے۔

(۸۹) بخاری کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ
مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ
حَرِّ النَّارِ

خدائے بزرگ کے نام کے ساتھ، پناہ چاہتا ہوں میں عظمت والے
اللہ کی ہر اچھلنے والی رگ کی برائی سے اور آگ کی گرمی کے
نقصان سے۔

(۹۰) قربانی ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ وَمِنْ اُمَّةٍ
مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ

وَجْهِيْ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
عَلٰى مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَوٰتِيْ وَنُسُكِيْ وَ

متوجہ ہوا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، ابراہیم
عالیہ السلام کے دین پر اس اللہ کی طرف یکسو ہوں اور میں
شُرک نہیں ہوں بیشک میری نماز اور میری قربانی اور

میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے
 فَحَيَاىَ وَمَمَاتىَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ
 لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
 اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَكَفِّ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
 جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی حکم کیا گیا ہوں اور میں
 مسلمانوں میں سے ہوں خداوندیہ تیرے فضل سے ہے اور
 تیرے واسطے، اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے۔

(۹۱) اونٹ کی قربانی کے وقت یہ دعا پڑھے:-

اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ
 اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَكَفِّ
 اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے
 خداوندیہ تیرے فضل سے ہے اور تیرے واسطے۔

(۹۲) دعا، عقیقہ

بِسْمِ اللّٰهِ عَقِیْقَةُ فُلَانٍ
 اللہ کے نام کے ساتھ یہ فلاں کا عقیقہ ہے۔

(۹۳) دشمن کے شہر سے گزرنے تو پڑھے:-

اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِیْبَتٍ (پھر اس شہر کا نام جس کا
 ارادہ ہو) اِنَّا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فِسْءًا
 صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ (تین بار)
 اللہ بہت بڑا ہے یہ شہر اجر بجائے
 جب ہم قوم کے کسی میدان میں اترے تو ان کے
 بُرے دن ہوئے۔

(۹۴) دعا، وقتِ ناامیدی:-

یَقْدِرُ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ
 اللہ کی تقدیر ہے اور جو اس نے چاہا وہی ہوا۔

(۹۵) کسی کو سلام کرے تو کہے:-

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ
 اور سلام کے جواب میں کہے: وَعَلَیْكُمْ السَّلَامُ
 وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ۔ اہل کتاب کے جواب
 میں یوں کہے وَعَلَیْكُمْ۔
 سلامتی ہو تم پر اور رحمت اللہ کی اور برکت اس کی۔
 تم پر بھی سلامتی ہو اور رحمت اللہ کی اور برکت
 اس کی
 اور تم پر بھی ہو۔

(۹۶) کسی کی طرف سے کوئی سلام پہنچائے تو یوں کہے:-

وَعَلَیْكُمْ وَعَلِیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
 اور تم پر بھی اور اس پر بھی سلامتی ہو اور رحمت
 اللہ کی اور برکت اس کی۔
 وَبَرَکَاتُهُ۔

(۱۰۵) میت کو چارپائی پر رکھے تو پڑھے :-

بِسْمِ اللّٰهِ

اللہ کے نام کے ساتھ۔

(۱۰۶) نمازِ جنازہ کی دعا :-

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا
وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأُنْتَنَا وَشَاهِدِنَا
وَغَائِبِنَا اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا
فَأَحْيِهِ عَلَيَّ الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ
مِنَّا تَوَفَّهُ عَلَيَّ الْإِيْمَانِ -

خداوند! ہمارے زندہ اور مردہ اور چھوٹے اور بڑے
اور مرد اور عورت اور حاضر اور غائب کو بخش دے۔
خداوند! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے تو اس کو
اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے موت دے
تو اس کو ایمان پر وار۔

(۱۰۷) میت قبر میں رکھے تو کہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر۔

(۱۰۸) جب مٹی ڈالے تو یہ پڑھے :-

رَبِّهِیْ مِثْمِیْ كَے وقت) مِنْهَا خَلَقْتُمْ دُوسری
مِثْمِیْ كَے وقت) وَفِيهَا نَعَيْدُكُمْ تیسری مِثْمِیْ
كَے وقت) وَمِنْهَا نَخَّرْجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى - اور پھر دوبارہ اسی سے تم کو اٹھائیں گے۔

ہم نے اسی سے تم کو پیدا کیا۔
اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے۔
اور پھر دوبارہ اسی سے تم کو اٹھائیں گے۔

(۱۰۹) اور دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھے۔

(۱۱۰) جب قبرستان میں جائے تو یہ پڑھے :-

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللّٰهُ
لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْآثِرِ

اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو اور اللہ تم کو اور تم کو
بخشے اور تم آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے قدم پر ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيَّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

تمہ فضائلِ ذکر

جانتا چاہئے کہ ذکر کی حقیقت غفلت کو دور کرنا ہے یعنی جو امر غفلت کا دور کر نیوالا ہو خواہ وہ فعل زبان سے ہو یا قلب سے یا خیال سے پس وہ ذکر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کے منہیات سے بچنے کے ساتھ جو کام بھی کیا جائے غفلت کو دور کرنے والا ہے اور ذکر ہے۔ خرید و فروخت، نکاح و طلاق، خور و نوش، ہنشت و برخواست وغیرہ جملہ امور شرع کی رعایت کے ساتھ جبکہ نیت یہ ہو کہ حکم الہی کی تعمیل کر رہا ہے سب ذکر ہی ہے۔ پس جب غفلت دل سے بالکل دور ہو جاتی ہے اور مذکور کی تجلی دل پر دائمی ہو جاتی ہے اور ذکر نشی ہو جاتا ہے اس وقت **كَانَتْ تَرَاهُ اس پر صادق آتا ہے اور فَكُنْتُ سَمِعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَبِدَاهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرَجُلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهَا** (المحدث) کا منظر و مصداق ہو جاتا ہے۔

پس ذکر کی چند قسمیں ہوئیں (۱) دل سے (۲) زبان سے (۳) دل اور زبان دونوں سے (۴) اعضا اور جوارح کے ساتھ۔ افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ہو اور اگر ایک سے ہو تو دل کا افضل ہے محض زبان سے ذکر کرنا جبکہ دل غافل ہے فائدہ سے خالی نہیں اس لئے محض اس بنا پر اسے ترک نہیں کر دینا چاہئے کہ ایک عضو تو ذکر ہے اور اس دوران میں کبھی کبھی تو حضوری بھی ہوتی ہے تمام وقت تو غافل نہیں رہے گا نیز یہ حضور قلب کا ذریعہ بن جائیگا۔ اعضا و جوارح کے ذکر میں بھی حضور قلب ضروری ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شروع کرتے وقت رضائے الہی یا احکام الہی کی تعمیل وغیرہ کی نیت کا حضور ہو۔

دل کا ذکر بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت و ملکوت میں فکر کرنا اور اس کی قدرت کی نشانیوں یعنی زمین و آسمان و یا فیہا میں غور و تدبر کرنا اس کو ذکرِ حقیقی کہتے ہیں

لے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ لے اللہ بیک فرمانا ہے پس میں اس کی شنوائی ہوتا ہوں کہ وہ اس کے ساتھ سنتا ہے اور اس کی بیٹائی ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ چلتا ہے۔ مطلب یہ کہ کسی عضو کو بغیر رضائے حق کے استعمال نہیں کرتا اور یہ حصولِ رضا اس کو آسان کر دیا جاتا ہے۔

اور یہی مراقبہ کی حقیقت ہے۔ دوسری قسم دل کے ذکر کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے بجالاتے وقت اس کو یاد کرنا۔ اور پہلی قسم افضل و اعلیٰ ہے۔

واضح رہے کہ بعض وقت محض دل سے ذکر کرنا افضل ہوتا ہے بلکہ زبان سے وہاں جائز بھی نہیں ہوتا جیسا کہ بیت الخلا میں یا غسل کرتے وقت یا خلوت صحیحہ کے وقت جس کی تصریح فقہ میں موجود ہے پس ذکر قلبی قوی تر اور بزرگتر ہے اور دائمی ذکر اسی سے ہوتا ہے لیکن جہاں شرع میں زبان سے ذکر کرنا ہے جیسا کہ نماز کی قنوت و تسبیحات وغیرہ وہاں دل سے ذکر کرنا کفایت نہیں کرتا بلکہ زبان سے کرنا چاہئے ورنہ وہ عبادت مقبول نہ ہوگی۔ اور بعض فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ ”ذکر نہیں ہوتا مگر زبان کے ساتھ“ پس شاید ان کا مقصود ایسے ہی مواقع سے ہو جن میں شرع شریف میں زبان سے ذکر کرنا آیا ہے واللہ اعلم۔ زبان کے ذکر کا ادنیٰ درجہ مختار قول کے بموجب یہ ہے کہ وہ خود سن سکے، اس کے بغیر معتبر نہیں۔

اب کچھ قرآن پاک کی آیات کا حوالہ مع ترجمہ ذکر کے فضائل میں درج کیا جاتا ہے اس کے بعد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج کی جاتی ہیں جو چالیس یا اس سے کچھ اوپر ہیں۔ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ جو شخص دین کی چالیس باتیں (حدیثیں) یاد کر لے اللہ تعالیٰ اس کا حشر علماء کے ساتھ کریگا۔ کوشش کی گئی ہے کہ فضائل ذکر کی اس چل حدیث میں آسان اور مختصر متن والی صحیح احادیث لی جائیں تاکہ یاد کرنے والوں کو آسانی ہو۔ اور بھی فضائل ذکر میں بہت احادیث وارد ہیں جو بخوف طوالت ترک کر دی گئی ہیں، ناظرین کرام اس دولت کو غنیمت سمجھیں اور ان آیات و احادیث کو یاد کر لیں، ان کے مطالب کو سمجھیں اور ان کا ہر روز ورد رکھیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

(۱) فَاذْكُرْ وَتَىٰ آذْكُرْ كُمْ وَاشْكُرْ وَآلِي وَلَا تَكْفُرْ وَنِہ (آیت ۱۵۲) (ترجمہ: پس تم میری

یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو)۔

(۲) فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (آیت ۱۹۸) (ترجمہ:

پھر جب تم حج کے موقع پر عرفات سے واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح

یاد کرو جس طرح تم کو بتا رکھا ہے اور درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے)۔

(۳) فَإِذَا أَقَضَيْتُمْ مَنَاسِكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِ آبَاءِكُمْ وَأَسَدِّ ذِكْرًا (آیت ۲۰)

(ترجمہ: پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آبا (واجداد)

کا ذکر کرتے ہو کہ ان کی تعریفوں میں زبان تر رکھتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے

(ف) حدیث شریف میں آیا ہے کہ نین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (۱) جو کثرت سے ذکر کرتا ہو۔

(۲) مظلوم (۳) وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔ (جامع الصغیر)

(۴) وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ (آیہ ۱۰۳) (ترجمہ: اور حج کے زمانہ میں (منیٰ

میں بھی ٹھہر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو۔ (اس کا ذکر کیا کرو)۔

(۵) وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (آیہ ۱) (ترجمہ: اور اپنے رب کو

کثرت سے یاد کیا کیجئے اور صبح و شام تسبیح کیا کیجئے)۔

(۶) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (آیہ ۱۹۱) (پہلے سے عقلمندوں کا

ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں

اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ نے

یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذابِ جہنم سے بچائیے

(۷) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (آیہ ۱۰۳)

ترجمہ: جب تم نماز (خوف جس کا ذکر پہلے سے ہے) پوری کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے

بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (یعنی کسی حال میں بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہو)۔

(۸) وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتَاتًا أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَابُونَ النَّاسَ وَلَا يُذْكَرُونَ اللَّهَ

الْأَقْلِبِلَاءَ (آیہ ۱۳۲) (منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت

سی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی

نہیں کرتے مگر یہی تھوڑا سا۔

(۹) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (آیہ ۹۱) (ترجمہ: اور شیطان

تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو

اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ بناؤ اب بھی (ان بُری چیزوں سے) باز آ جاؤ گے)۔

(۱۰) وَلَا تَطْرُقِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعِشْيِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

(آیت) اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں جس میں خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔

(۱۱) وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ هُ (آیت) (ترجمہ) اور پکارا کرو اس کو

(یعنی اللہ تعالیٰ کو) اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

(۱۲) ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَلَا تُفْسِدُوا

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ (آیت) (ترجمہ) تم لوگ اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارتے ہو

بیشک حق تعالیٰ شانہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کر دی گئی ہے فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہ کو (عذاب سے) خوف کے ساتھ

اور (رحمت میں) طمع کے ساتھ پکارا کرو، بیشک اللہ کی رحمت اچھکام کرنے والوں کے بہت قریب ہے (۱۳) وَبِاللَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا (آیت) (ترجمہ) اور اللہ ہی کے واسطے

اچھے اچھے نام ہیں پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۴) وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

بِالْغَدْرِ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ه (آیت) (ترجمہ) اور اپنے رب کو اپنے دل میں بھی اور زلاد صہمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی (ہمیشہ)

صبح کو بھی اور شام کو بھی یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

(۱۵) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَيَّتْ

عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (آیت) (ترجمہ) ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اس کی بڑائی کے تصور سے) ان کے

دل ڈرجاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل رکھتے ہیں (آگے ان کی نماز وغیرہ کا ذکر کر کے ارشاد ہے) یہی سچے لوگ ایمان والے

ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے بڑے درجے ہیں اور مغفرت ہی اور عزت کی روزی ہے۔

(۱۶) وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ هَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ

الَّذِينَ كَرِهَ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (آیت ۲۸) (ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا

ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے

ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کی ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(۱۷) قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعَا اللَّهَ وَأَدْعُوا الرَّحْمَنَ ذَٰلِكُمْ مِمَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ

(آیت ۱) (ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو

(وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت سے اچھے نام ہیں۔)

(۱۸) وَإِذْ كَرَّرْنَا بِكَ إِذْ أُنسِيتَ (آیت ۲) (ترجمہ: اور جب آپ بھول جائیں تو

اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔)

(۱۹) وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ

عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَهْرَءًا قُصَّاهُ (آیت ۳) (ترجمہ: آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ

بیٹھنے کا پابند رکھائیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے

اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پائے (رونق سے مراد یہ ہے کہ

بیش مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے

غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔)

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا إِنَّ الَّذِينَ كَانُوا عِنْدَهُمْ فِي

عِطَاءٍ عَنِ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا (آیت ۱۸) (ترجمہ: اور ہم دوزخ کو اس روز

(یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا

تھا اور وہ سن نہ سکتے تھے۔)

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرْتَاهُ إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (آیت ۱۹)

(ترجمہ: یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا (علیہ السلام) پر، جبکہ

انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔)

(۲۲) وَأَدْعُوا رَبِّي زَعْسَىٰ إِلَّا كُونَ بِدُعَائِي شَقِيًّا (آیہ ۲۸) (ترجمہ: اور میں

اپنے رب کو پکارتا ہوں (قطعاً) امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۳) إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (آیہ ۲۹)

(بیشک میں ہی اللہ ہوں میرا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا

(۲۴) وَلَا تَنِيَابِي ذِكْرِي (آیہ ۳۰) (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے)

اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔)

(۲۵) وَتُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ (آیہ ۳۱) (ترجمہ: اور جبکہ نوح علیہ السلام نے اپنے

رب کو پکارا، حضرت ابراہیم کے قصے سے پہلے۔)

(۲۶) وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَيُّ مَسَّنِي الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ (آیہ ۳۲)

(ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف

پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔)

(۲۷) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاصِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي

الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (آیہ ۳۳) (ترجمہ:

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے

گئے اور سمجھے کہ ہم ان پر داروگیر نہ کریں گے پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود

نہیں آپ ہر عیب سے پاک ہیں بیشک میں قصور وار ہوں۔)

(۲۸) وَذَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (آیہ ۳۴)

(ترجمہ: اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے

رب مجھے لا وارث نہ چھوڑیے (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔)

(۲۹) إِنَّكُمْ كَانُوا يَسْأِرُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَ رَغْبًا وَرَهْبًا وَكَانُوا لَنَا

خُشِعِينَ (آیہ ۳۵) (ترجمہ: بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں

دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور عذاب کا خوف کرتے ہوئے اور سب کے

سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے تھے۔)

(۳۰) وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَجِلْتُمْ قُلُوبُهُمْ (آ۲۲ و ۲۵)

(ترجمہ: اور آپ ایسے خستہ کرنے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرجاتے ہیں۔)

(۳۱) رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (آ۲۳) (ترجمہ:

رکال ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت)

(۳۲) وَلِذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ (آ۲۴) (اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے)

(۳۳) تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَ

مَمَارَازِقَهُمْ يَنْفِقُونَ ۚ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءً مِّمَّا

كَانُوا يَعْمَلُونَ (آ۲۶) ان کے پہلو خواجگاہوں سے الگ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے

ڈر سے اور رحمت کی امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں محفوظ ہے، یہ بدلے اس کا جو کچھ وہ کرتے تھے۔)

(۳۴) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ

الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (آ۲۷) (ترجمہ: بیشک تم لوگوں کیلئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا نمونہ موجود ہے یعنی ہر اس شخص کیلئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو)

(۳۵) وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۚ

(آ۲۸) (ترجمہ: (پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے اس کے بعد ارشاد ہے) اور اللہ کا ذکر کثرت سے

کرنے والے مرد اور عورتیں ان سب کیلئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔)

(۳۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوا بِحَمْدِهِ بكرة وَأَصِيلًا (آ۲۹ و ۳۱)

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو)

(۳۷) وَلَقَدْ نَادَيْنَا نوحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ (آ۳۰) (ترجمہ: اور پکارا ہم کو نوح

(علیہ السلام) نے پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔)

(۳۸) فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (آیہ ۳۸) (ترجمہ:

پس ان لوگوں کیلئے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔)

(۳۹) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِي تَفْشِرُ مِنْهُ جُلُودَ الَّذِينَ

يَحْسُونَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ

مَنْ يَشَاءُ (آیہ ۳۹) (ترجمہ: اللہ جل جلالہ نے بڑا عمدہ کلام یعنی قرآن نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ

باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے

ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت

ہے جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعے سے ہدایت فرمادیتا ہے۔)

(۴۰) فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (آیہ ۴۰) (ترجمہ: پس پکارو

اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔)

(۴۱) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (آیہ ۶۵) (ترجمہ: وہی زندہ ہے

اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں تم خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔)

(۴۲) وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (آیہ ۳۶)

(ترجمہ: جو شخص رحمن کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں

پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے)

(۴۳) أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ (آیہ ۱۶) (ترجمہ: کیا ایمان

والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدائے تعالیٰ کی یاد کیلئے جھک جائیں۔)

(۴۴) اسْتَجِذُوا عَلَىٰ سِدْرٍ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُمْ لَكَ حِزْبٌ الشَّيْطَانِ

الْآنَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ (آیہ ۱۹) (ترجمہ: ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس

اس نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہی

کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے)

(۴۵) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ

وَادْكُرُوا وَاللَّهُ كَثِيرٌ الْعِلْمُ تَفْلِحُونَ (آیہ ۱) (ترجمہ: پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے

تو تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (لیکن اس میں بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

(۴۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ

يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (آیہ ۹) (ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں)۔

(۴۷) وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (آیہ ۱) (ترجمہ: اور جو شخص

اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔)

(۴۸) قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (آیہ ۱) (ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو

صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔)

(۴۹) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلِ الْيَتِي تَبْتِيْلًا (آیہ ۱) (ترجمہ: اور اپنے رب کا نام لیتے

رہا کیجئے اور سب تعلقات توڑ کر اسی کی طرف متوجہ رہئے (یعنی اللہ کا تعلق سب تعلقوں پر غالب رہے)۔

(۵۰) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (آیہ ۱) (ترجمہ: اور اپنے رب کا صبح و شام

نام لیتے رہا کیجئے)۔

(۵۱) وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيَفُوقُنكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ

إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (آیہ ۱) (ترجمہ: یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں تو (شدتِ عداوت) ایسے معلوم ہوتے

ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں)۔

(۵۲) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ (آیہ ۱) (ترجمہ: بیشک بامراد ہو گیا

وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا)۔

اب چند احادیث شریف فضائل ذکر کے سلسلہ میں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَىٰ

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنِ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي

وَإِنِ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُمُ وَإِنِ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ

إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَىٰ ذِرَاعَاتِنَا بَدَّ إِلَيْنَا بِأَعْيُنِنَا هَرُونَ

رواہ احمد البخاری المسلم والنزہدی النسائی وابن ماجہ غیرہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ حضورِ اقدس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے

کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے

تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں

اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر (یعنی فرشتوں کے) مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں)

اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں

اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باغ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف

دوڑ کر آتا ہوں۔ (ف) اس حدیث میں کسی مضمون وائد ہیں (۱) اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ اس کے

گمان کے موافق معاملہ کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے اس کے لطف و کرم کی امید رکھنی چاہئے اور اس کی

رحمت سے ہرگز باپوس نہ ہونا چاہئے اور ہر معاملہ میں اللہ پاک سے نیک گمان رکھنا چاہئے۔ (۲) ذکر میں

اللہ کی خاص توجہ اور رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (۳) اللہ پاک فرشتوں کے مجمع میں تقاخر کے طور پر

اس کا ذکر کرتا ہے۔ (۴) اللہ پاک ذکر کرنے والے کی طرف اس کی توجہ سے کہیں زیادہ توجہ و

لطف فرماتا ہے وغیرہ۔

(۲) عَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَدُكُرُ رَبَّهُ

وَالَّذِي لَا يَدُكُرُ مَثَلُ النَّمْحِيِّ وَالْمَيْتِ (متفق علیہ) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا ان

دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (ف) یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے

والا مردہ ہے، مراد دل کی زندگی اور موت ہے یا نفع اور نقصان کے اعتبار سے تشبیہ ہی یا بعد الموت

ہمیشہ کی زندگی ہے جیسا کہ شہداء کے متعلق ارشاد ہے: بَلْ أَجْمَعُونَ لَكِن لَّا تَشْعُرُونَ

زندگانی نتوان گفت جیاتے کہ مر است زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ

أَدْمِيٌّ عَمَلًا أَجَلِيَّ لَهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ (اخرجا احمد فی رآیة ابی لہ من عذاب اللہ)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

(۴) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا قَالُوا أَوْ مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ (رواه الترمذی - مشکوٰۃ)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں گزرو تو خوب میوے کھاؤ۔ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (ف) ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغ اس لئے کہا کہ ان کے سبب بہشت کے باغوں میں داخل ہونا ہے، نیز یہ کہ جنت کی طرح یہ مجالس بھی ہر آفت سے محفوظ رہتی ہیں خوب کھاؤ یعنی باوجود دنیاوی تفکرات اور موانع کے ذکر کے حلقوں میں شامل رہو اور منہ نہ موڑو جس طرح ذکر کرنا مستحب ہے ویسے ہی حلقہ ذکر میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

(۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَثْرَةُ

ذِكْرَ اللَّهِ حَتَّى يَقُولُوا أَجْمُونَ (رواه احمد وغيره) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے

لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔ (ف)

لوگوں کے مجنوں یا ریاکار کہنے کی وجہ سے ذکر کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا اور شیطان کا دھوکا ہے۔

(۶) عَنْ أَبِي نُهْرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الدُّنْيَا

مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرُ اللَّهِ وَمَا وَالَاةُ وَعَالِمًا وَمَنْعِلًا (رواه الترمذی وابن ماجہ

بیہقی) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ

جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب

اور عالم اور طالب علم۔ (ف) ذکر کے قریب ہونے سے وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے

ذکر میں معین و مددگار ہوں یعنی بقدر ضرورت کھانا پینا زندگی کے اسبابِ ضروریہ اور ہر چیز

جو شریعتِ مقدسہ کے مطابق ہو ذکر ہے اور اگر مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہو تو ساری عبادتیں

اس میں داخل ہوں گی۔

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْثُرُوا الْكَلَامَ

بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَعْبَدَ النَّاسِ

مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي (رواه الترمذی) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کرو، اس لئے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر بہت کلام کرنا

دل کی سختی کا موجب ہے اور آدمیوں میں اللہ سے زیادہ دُور وہ ہے جو سخت دل ہوتا ہے۔

(ف) یعنی سخت دل آدمی خوفِ خدا کم رکھتا ہے، آخرت سے غافل اور دنیا میں مشغول

رہتا ہے حق بات نہیں سنتا۔

(۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالُهُ وَصِقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ (بیہقی از مشکوٰۃ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے ہر چیز کا صیقل (صفائی)

ہے اور دلوں کا صیقل (صفائی) ذکر الہی ہے۔

(۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَاتَاهُ (رواه البخاری) ابی ہریرہ سے

روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ

ہوں (یعنی سر در کرتا ہوں اور توفیق دیتا اور رحمت و رعایت کرتا ہوں) جو وقت مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے

ذکر کے ساتھ اپنے دونوں ہونٹ ہلاتا ہے (یعنی دل اور زبان سے یاد کرتا ہے)۔

(۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْطَانُ

جَائِمٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى خَسَّ وَإِذَا غَفَلَ وَسَّوَسَ (بخاری)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی (انسان) کے دل پر جما

ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کو (دل سے) یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے

تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

(۱۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ شَرَّ أَيْعِ الْإِسْلَامِ

قَدْ كَثُرْتُ فَأَخْبَرَنِي بِشَيْءٍ أَنْشَبَتْ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ

(رواہ الترمذی وابن ماجہ) عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک اسلام کے احکام (یعنی نوافل) مجھ پر بہت غالب ہوئے ہیں (یعنی بہت ہیں کہ اپنے ضعف کے سبب سب کے کرنے سے عاجز ہوں) پس مجھے ایسی چیز کی خبر دیجئے کہ میں اس کے ساتھ چمٹ جاؤں (یعنی ایسا عمل فرمائیے کہ بہت سے ثواب کا باعث اور جامع اور آسان ہو اور کسی مکان و زبان اور حال پر موقوف نہ ہو کہ اس کو بعد اذائے فرائض اپنا ورد بنا لوں اور سب نوافل سے اس کے سبب مستغنی ہو جاؤں) آپ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر (جاری) رہے۔
(ف) زبان سے مراد بدن کی زبان یا دل کی زبان ہے۔

(۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبُ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ

إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا جَلَاءُ هَذَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَبِلَاوَةِ الْقُرْآنِ سَمِعِي
اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیشک ان دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح کہ لوہے کو جبکہ اس کو پانی پہنچ جاتا ہے زنگ لگ جاتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی جلا کس چیز سے ہوتی ہے؟ فرمایا موت کو بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے۔

(۱۳) عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا

يَذْكُرُونَ اللَّهَ لَا يُرِيدُونَ بَدَلَ لَكَ إِلَّا وَجَّهَهُ إِلا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ تَوَمَّوْا
مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ بَدَلْتُمْ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ (اخرجه احمد والبخاری والترمذی وابن ماجہ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ (ف) ذکر کی برکت سے برائیاں بھی نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں۔

(۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا

لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ اللَّهِ تَرَةً وَمَنْ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ اللَّهِ تَرَةً (رواہ ابوداؤد) ابوسہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے اس پر ایسا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے

افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص خوابگاہ میں لیٹے اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس و نقصان ہوگا۔ (ف) یعنی اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جلتے اور شب و روز ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے اور جو وقت ذکر سے خالی ہوگا وہ قیامت میں موجب حسرت و ندامت ہوگا۔

(۱۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ فَجَلَسُوا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَيَّ نَبِيَّهُمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تَرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ (رواه الترمذی) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم کسی مجلس میں نہیں بیٹھتی کہ نہ اس میں اللہ کا ذکر کیا ہو اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہو اگر وہ مجلس ان پر افسوس ہوگی پھر اگر خدا چاہے ان کو عذاب کرے اور اگر چاہے ان کو بخشدے۔ (ف) یعنی بسبب اگلے پچھلے گناہوں کے عذاب کرے یا ازراہ فضل و رحمت بخشدے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب اہل مجلس اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرتا بلکہ یقیناً بخشتیتا ہے۔

(۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُوا مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنِّ مِثْلَ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ (رواه احمد و ابوداؤد) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی ایسی مجلس سے کھڑے ہوں جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو وہ گویا ایک گدھے کی لاش پر کھڑے ہوئے ہیں اور یہ امر ان کے لئے موجب ندامت ہوگا۔ (ف) یعنی جس مجلس میں خدا کو یاد نہ کیا ہو وہ مجلس مردار گدھے کی مانند ہے اور جو لوگ وہاں سے اٹھے گویا وہ مردار کھا کر اٹھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ رخص

(۱۷) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ

يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا عَلَى سَاعَةِ مَرَّتْ بِهَمِّ لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا.

(طبرانی سیفی) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی (لمحہ) کے جو ان سے بغیر ذکر اللہ کے گزری ہوگی۔

(۱۸) عَنْ أُمِّ جَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامٍ

بَيْنَ أَدَمَ عَلَيْهِ وَبِالٍ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مَنكَرٍ أَوْ ذِكْرٌ لِلَّهِ (رواه الترمذی)

ام حبیبہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر کلام وبال ہے اس پر

نگرہنسی کا امر کرنا یا برائی سے منع کرنا یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ (ف) اس حدیث میں ایسے

مباح کلام سے جس میں عقوبی کا نفع نہ ہو بچنے کی تاکید پر مبالغہ ہے اور جو باتیں امر معروف و

نہی منکر و ذکر اللہ کے مانند یا معاون ہوں وہ منع نہیں۔

(۱۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَذْكُرُ عَنْ

رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْكَرُنِي بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً أَكْفِكَ فِيمَا يَنْهَاهُمَا (اخرجه احمد)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں

کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر، میں ان دونوں درمیانی حصہ میں تیری

کفایت کروں گا (ف) ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا

انہی وجہ سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان

وقتوں کا خاص اہتمام ہے بالخصوص فجر کے بعد فقہا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

(۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الَّذِي لَا تَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ يُزِيدُ

عَلَى الذِّكْرِ الَّذِي تَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِينَ صَعْفًا (سیفی) اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا وہ ذکر جس کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے (یعنی ذکر خفی) اس ذکر پر جس کو حفظہ

سنتے ہیں (ذکر جلی) پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔ (ف) ذکر خفی کی فضیلت میں بہت سی

حدیثیں وارد ہیں اور ذکر چہر بھی مشروع ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے

مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے اور ہر سلسلہ میں

مزاج کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کو اعتدال کے ساتھ لیا گیا ہے۔

(۲۱) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ (جامع اصول الاولیاء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر ذکر خفی ذکر ہے۔

(۲۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّهُ قَالَ لَا يَقَعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحَقَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ

عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ (مسلم و ترمذی و احمد وغیرہ) ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی

روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جماعت ذکر الہی میں مشغول نہیں ہوتی

مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ

اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر (تفاخر کے طور پر) کرتا ہے۔ (ف) امام نووی فرماتے ہیں کہ سکینہ

کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت و رحمت وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

(۲۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَلَّذِينَ

إِذَا رُوُوا ذَكَرُوا اللَّهَ (حلیۃ الاولیاء) ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ

اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ (ف)

یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق

نہ ہو اس کو دیکھ کر کسی کو کیا اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔

(۲۴) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللَّهَ وَإِنْ قَلَّتْ

صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَتُهُ لِلْقُرْآنِ وَمَنْ عَصَى اللَّهَ لَمْ يَذْكُرْهُ وَإِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ

وَ تِلَاوَتُهُ لِلْقُرْآنِ (طبرانی) اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام

کی پابندی کی اس نے حقیقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد کیا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے اور تلاوت قرآن

کم ہوں (یعنی اگرچہ نفلی عبادت کم ہوں) اور جس نے خدائے تعالیٰ کے (احکام) کی نافرمانی کی تو اس نے حقیقت

میں خدائے تعالیٰ کو یاد نہیں کیا، اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہوں (ف)

حقیقت میں ذکر وہی شخص ہے جو خداوندِ عالم کے اوامر کو بجالائے اور منہیات سے بچے اگرچہ اس کی

نفلی عبادت کم ہوں اور جو لوگ نفلی طاعات زیادہ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجا نہیں لاتے

اور مہیات سے نہیں بچتے اور اپنے معاملات کو درست نہیں کرتے ایسے لوگ حقیقت میں غفلوں میں شمار ہیں

(۲۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ (رواه الترمذی وابن ماجہ) جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے بہتر دعا الحمد للہ ہے۔ (ف) لا الہ الا اللہ اس لئے افضل ہے کہ اس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور باطن کے پاک کرنے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے۔

(۲۶) وَفِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ لِأَبِي ذَرٍّ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّ رَأْسَ الْأَمْرِ كَلْبٌ وَ

عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ ذِكْرَكَ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ (جامع البصير

بروایت الطبرانی) ایک طویل حدیث میں ابو ذرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں تیرے لئے نور کا سبب بنے گا۔

(۲۷) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا فِي

حَجْرَةٍ دَرَاهِمَ يَقْسِمُهَا وَأَخْرَجَ اللَّهُ لَكَ الْذِّكْرَ اللَّهُ أَفْضَلُ (طبرانی) ابو موسیٰ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

(ف) اللہ کے راستے میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس سے بھی افضل ہے

پھر جو بالدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا اللہ کا ذکر بھی کرتا ہو وہ کس قدر خوش نصیب ہے۔

(۲۸) قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْأَعْمَالِ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى (جامع اصول الاولیاء)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ف) یہ مراد نہیں کہ اور اعمال کو چھوڑ دو بلکہ یہ مراد ہے کہ ذکر کا ثمرہ سب عملوں سے زیادہ ہے۔

(۲۹) سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ فَقَالَ أَنْ

تَمُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ بِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (طبرانی) سیفی بروایت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا عمل بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جب تجھ کو موت آئے تو

تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ترسے۔ (ف یعنی ہر وقت اللہ کی یاد میں لگا رہے تاکہ اس کے نتیجے کے طور پر مرتے وقت بھی زبان و دل سے ذکر جاری رہے۔

(۳۰) قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّكْرُ خَيْرٌ مِنَ الصَّدَقَةِ (جامع اصول الاولیاء عن ابی ہریرۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر صدقہ سے بہتر ہے۔

(۳۱) قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَدَقَةٌ أَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ (طبرانی جامع اصول الاولیاء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی صدقہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں (یعنی ذکر ہر صدقہ سے افضل ہے)

(۳۲) قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ دَرَجَةً قَالَ الذَّاكِرُونَ (یعنی) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بلند مرتبہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کرنے والے۔

(۳۳) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ

إِذَا ذَكَرْتَنِي شَكَرْتَنِي وَإِذَا نَسَيْتَنِي كَفَرْتَنِي (رواہ الطبرانی عن ابی ہریرۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمی جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکرِ نعمت کرتا ہے اور جب تو مجھ کو

بھول جاتا ہے تو میری نعمت کا کفران کرتا ہے۔ (ف) ے

ہر آن کو غافل ازوے یکے مان ست

اگر آن غافل پیوستہ بودے

مگر چونکہ وہ غافل ہمیشہ نہیں ہے اس لئے در اسلام (ذکر حق کا کرنا) کھلا ہوا ہے۔

(۳۴) قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِي عَنْ

مَسْئَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ (اجیاد و بیہقی بروایت حضرت عمر و بخاری در تاریخ) سوال

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں کو میرا ذکر مجھ سے روک دیکھا (یعنی

میرے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی) میں اس کو مانگنے

والوں سے افضل و بہتر دوں گا۔ (ج) ذکر کی برکت سے خاص عطیہ الہی حاصل ہوتا ہے۔

(۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ

قَالَ وَمَا الْمُفْرَدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللَّهُ لَيُثِيرُوا الذَّاكِرَاتُ (رواہ سلم)

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مفردون الگ ہو کر (آگے جانے والے) سبقت لے گئے بحسابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردون
کون ہیں فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں جو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ (ف) صلی سبقت
کثرت ذکر سے سیرابی حاصل کرنا ہے۔

(۳۶) قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّكْرُ نِعْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ فَأَذِّبْهَا رَأْسًا خَرَجَ

الدُّلْمِيُّ فِي الْفُرُوسِ جَامِعِ أَصُولِ الْأَوْلِيَاءِ) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
کا ذکر بڑی نعمت ہے اس نعمت کا شکر ادا کرو۔

(۳۷) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ

فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ (مسلم ورسالة قشيرية) وَفِي رِوَايَةٍ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ
اللَّهُ اللَّهُ (رسالة قشيرية) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئیگی یہاں تک

کہ زمین (زمین) دنیا ایسی ہو جائے گی کہ اس میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہے گا اس پر قیامت نہیں آئے گی۔ (ف) اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ محض کلمہ "اللہ" کا تکرار شروع ہے اگرچہ اس سے محض تبرک و استحضار ہی
مقصود ہو خواہ کسی معنی تبری یا انشائی کو مفید نہ بھی ہو۔ ذکر اسم ذات کی فضیلت ظاہر
ہے خواہ وہ جہری ہو یا خفی و سری۔

(۳۸) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يَقُولُ ذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْقَارِيَةِ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ
كَغُصْنِ أَخْضَرٍ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ وَفِي رِوَايَةٍ مِثْلُ الشَّجَرَةِ الْأَخْضَرَاءِ فِي وَسْطِ الشَّجَرِ

وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ مِثْلُ مُصْبِحٍ فِي بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ
مِثْلُ اللَّهِ مُقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يُعْفَرُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ

فَصِيحَةٍ وَأَعْجَمٍ وَفَصِيحٍ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمُ الْبَهَائِمُ (رواه زرین مشکوٰۃ شریف) وَفِي
رِوَايَةٍ ذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ كَالْحَيِّ بَيْنَ الْأَمْوَاتِ (مذاق العارفين) امام مالک سے

لہ فی روایتہ کا الشجرۃ الاخضرۃ فی وسط الہشیم۔ اجاء و بیہقی بروایت ابن عمر

روایت ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا (یعنی ایک جماعت تو لڑائی سے بھاگ گئی اور ان کے بعد ایک شخص کافروں سے لڑتا رہا، یہ بڑی فضیلت رکھتا ہے) اور فرمایا غافلوں

کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسا سوکھے اور ٹوٹے درختوں میں سرسبز درخت ہوتا ہے (ظاہر ہے کہ پھل سرسبز درخت کو ہی لگتا ہے سوکھے درخت کو نہیں لگتا) اور فرمایا غافلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اندھیرے گھر میں چراغ اور غافلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا جنت میں (حالت زندگی میں) دکھا دیتا ہے (یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا خواب میں یا ایسا یقین بخشتا ہے کہ گویا دیکھتا ہے) اور فرمایا غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کے گناہ کل فصیح و اعمیٰ کی تعداد کے بقدر بخشے جاتے ہیں فصیح سے مراد اولادِ آدم ہے اور اعمیٰ سے مراد جانور۔ (یہ کئی حدیثوں کی جامع ہے)۔

(۳۹) مَا مِنْ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْهِ صَدَقَةٌ يُمِّنُ بِهَا عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ مَا مِنْ اَللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ بِاَفْضَلٍ مِنْ اَنْ يُلْهِمَهُ بِذِكْرِهِ (رواہ ابن ابی الدنیا) کوئی دن اور کوئی رات نہیں ہوتی مگر اللہ عزوجل اس میں اپنے جس بندہ پر چاہتے ہیں صدقہ کر کے احسان فرماتے ہیں اور بندہ پر اللہ کا اس سے بڑا کوئی احسان نہیں کما سنے ذکر کا الہام فرمادے۔

(۴۰) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَرَّتْ لَيْلَةٌ اُسْرِي بِي بِرَجُلٍ مَغْتِيبٍ فِي نُوْرِ الْعَرْشِ. قُلْتُ مَنْ هَذَا. اَهَذَا مَلَكٌ قِيْلَ لَا قُلْتُ نَبِيٌّ قِيْلَ لَا قُلْتُ مَنْ يَهُوُّ قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لِسَانَهُ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَقَلْبُهُ مَعْلَقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَ لَمْ يَسْتَسْبِ لَوْ اَلِدَيْهِ (رواہ ابن الدنیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا میں نے دریافت کیا "کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟" جواب دیا گیا "نہیں" میں نے دریافت کیا "کیا یہ کوئی نبی ہے؟" جواب دیا گیا "نہیں" میں نے دریافت کیا "یہ کون ہے؟" (جبریل نے) جواب دیا "یہ وہ شخص ہے جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور جس نے اپنے والدین کو برا بھلا نہیں کہا"۔ (ف) غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس شخص کو جو یہ مرتبہ ملا

اُس کی نین وجوہات ذکر کی گئی ہیں اور ان میں سے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے۔

(۴۱) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَلَأَ ثَنِيَّتَهُ

قَرَابَاتِي أَهْلَ آلِ الْمَدِينَةِ فَإِنِّي أَحِبُّهُمْ رَجَاعُ أَصُولِ الْأَوْلِيَاءِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهُادُونَ اللَّهُ حِجَابٌ حَتَّى تَخْلُصَ

الْبَيْتِ (رَجَاعُ أَصُولِ الْأَوْلِيَاءِ) رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى فَرِيَاكَ اللَّهُ تَعَالَى فَرَشْتَوْهُ قَرَابَاتِي

کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو میرے پاس لاؤ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ نیز فرمایا لا الہ

الا اللہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں یہاں تک کہ تو اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

شجرۂ مبارکۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ

مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ

وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ

السِّلْسِلَةُ الشَّرِيفَةُ بِلسَانِ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ هـ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الهِئِ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا شَفِيعِ الْمُدْنِيِّينَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا

مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ۔

الهِئِ بِحُرْمَةِ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ حَضْرَتِنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

الهِئِ بِحُرْمَةِ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ حَضْرَتِنَا سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

الهِئِ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا الْأَمَامِ الْقَاسِمِ رَحْمَةً اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

الهِئِ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا الْأَمَامِ جَعْفَرِ بْنِ الصَّادِقِ رَحْمَةً اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

الهِئِ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا أَبِي يَزِيدَ بْنِ الْبُسْطَامِيِّ رَحْمَةً اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

الرهي مجرمة حضرتنا ابي الحسن الخرقاني رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا ابي القاسم الجرجاني رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا ابي علي بن الفارمدي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا يوسف الهمداني رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا عبد الخالق النجدواني رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد عارف بن الرئوي جري رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمود بن الفغنوي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا عزيزان علي بن الراميتي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا بابا السماسي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا اميرن الكلال رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا شيخ المشايخ محمد بهاء الدين البخاري رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا علاء الدين العطار رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا يعقوب الصرخي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا عبدين الله الاحرار رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد بن الزاهد رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا درويش محمد رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد بن الامكني رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا عبد الباقي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا ومولنا احمد الفاروقي السهرندي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد بن المعصوم رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد سيف الدين رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا محمد حسين الدهلوي رحمه الله تعالى عليه
 الرهي مجرمة حضرتنا نور محمد بن البدايوني رحمه الله تعالى عليه

الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مَظْهَرِ جَانِ جَانَانَ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَبْدِ اللّٰهِ شَاہِ الدَّهْلَوِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِی سَعِیْدِیْنَ الْاَحْمَدِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَحْمَدُ سَعِیْدِیْنَ الْمَدَنِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا دُوسْتِ مُحَمَّدِیْنَ الْقَنْدَہَارِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِیْنَ عُثْمَانَ الدَّامَانِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِیْنَ سِرَاجِ الدِّیْنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِیْنَ فَضْلِ عَلِیِّ بْنِ الْمَسِکِیْنِ فُورِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِیْنَ سَعِیْدِیْنَ الْقُرَشِیِّ الْہَاشِمِیِّ الْاَحْمَدِیِّ فُورِیِّ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
 الٰہی بِبَرَکَةِ حَضْرَتِنَا وَمَوْلَانَا الْحَاجِّ شَاہِ زَوَّارِ حُسَیْنِ زَادِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَدْرَہِ
 وَاَدَامِ ظِلِّہٖ عَلٰی رُؤْسِ الْمُسْتَرَشِدِیْنَ .

الٰہی بِحُرْمَةِ جَمِیْعِ اَحْبَائِکَ اَدْخِلْنِیْ مَعَ الصَّالِحِیْنَ فِیْ عُرْفَاتِ الْجَنَانِ اٰمِیْن
 وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اٰجْمَعِیْنَ

شجرہ مبارکہ اردو منظوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بَعْدَ ذٰلِکَ شَيْءٌ مَّعْلُوْمٌ لَّکَ ط
 حمد کُل ہے رب کی ذات کبریا کے واسطے
 اور درود و نعت مولیٰ محبتی کے واسطے
 اے خدا تو اپنی ذات کبریا کے واسطے
 حضرت صدیق اکبرؓ یا رب غارِ مصطفیٰ
 حضرت سلمانِ فارسِ شمسِ بُرجِ معرفت
 درد اپنا دے مجھے اُس جاں فدا کے واسطے
 حضرت قاسم تھے پوتے حضرت صدیقؓ کے
 عالی ہمت کر مجھے اس ذوالعلا کے واسطے

حضرت جعفر امام اتقیا و اصفیا
قطب عالم غوث اعظم شیخ اکبر بایزید
خواجہ حضرت بو الحسن جو ساکن خرقان تھے
حضرت خواجہ ابوالقاسم جو تھے گرگان میں
فاریدی شیخ عالم خواجہ حضرت بو علی
قطب عالم خواجہ یوسف جو تھے بہران کے
غجدوانی خواجہ عبد الخالق شیخ کمال
حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری
ساکن انجیر فغنہ یعنی محمود ولی
حضرت خواجہ عزیزان علی رامینی
خواجہ بابا ساسی عاشق ذات خدا
میر میراں حضرت شاہ کلال متقی
حضرت خواجہ بہاء الدین جو تھے نقشبند
حضرت خواجہ علاء الدین جو عطار تھے
حضرت یعقوب چرخ بکیوں کے دستگیر
حضرت خواجہ عبید اللہ جو احرار تھے
حضرت خواجہ محمد زاہد زہد کمال
خواجہ درویش محمد میر درویشاں ہوئے
خواجگی خواجہ محمد واقف اسرار حق
حضرت خواجہ محمد باقی بانہ لارداں
حضرت خواجہ مجدد الف ثانی بحسب علم
عروۃ الوثقی محمد خواجہ معصوم اہل دل
خواجہ سیف الدین صاحب سیف تھی جو دین کے

مطمئن مجھ کو بنا اس ذی عطا کیواسطے
نور عرفاں دے مجھے نور الوری کے واسطے
ذکر قلبی دے مجھے اس باصفا کے واسطے
دور کر عصیاں مرے اس پر حیا کے واسطے
دے مجھے اعمالِ صالح اولیا کے واسطے
نفس ہو مغلوب میرا مقتدا کے واسطے
دل متور کر مرا شمس الضحیٰ کے واسطے
اپنا عارف کر مجھے اس پیشوا کے واسطے
دے مجھے توفیق حق اس بے بہا کے واسطے
نام تیرا ہو عزیز اس بے ریا کے واسطے
عشق صادق دے ہمیں اس باصفا کے واسطے
کر رواسب حاجتیں اس پر سخا کے واسطے
کر منقش دل مرا نور الہدای کے واسطے
دل معطر ہو مرا اس خوش لقا کے واسطے
میری غفلت دور کر اس باعطا کے واسطے
دبدم ہو عشق زائد دلربا کے واسطے
مجھ کو زاہد کر دے اس شاہِ ولا کے واسطے
خاص درویشوں سے کر اس حق نما کے واسطے
مجھ کو بھی خواجہ بنامِ رخصدا کے واسطے
لازداں مجھ کو بنا اس دلکشا کے واسطے
مجھ کو صبر و شکر دے بدر الدجی کے واسطے
دل منور کر مرا اس باصفا کے واسطے
سرکے حرص و ہوا کا ذی لقا کے واسطے

حافظ محسن ولی دہلوی تھے باخدا
 سید نور محمد تھے بدایونی ولی
 مرزا منظر جان جاناں تھے حبیب اللہ شہید
 خواجہ عبداللہ شاہ جو تھے مجدد دہلوی
 بو سعید احمد کہ جو غوث زباں تھے بے گماں
 خواجہ احمد سعید دہلوی مدنی ہوئے
 حاجی دوست محمد ساکن قندھار تھے
 خواجہ عثمان دامانی جو قطب وقت تھے
 شہ سراج الدین شان حق سراج معرفت
 شاہ تلج الاولیا فضل علی بے عدیل
 قطب ران روح عرفان سعیدیں خواجہ سعید
 عاشق دیدار مولیٰ شاہ زوار حسین
 کر قبول ان ناموں کی برکت ہر جائز دعا
 میرادل رکھ دائمًا ذاکر بزرگ اسم ذات
 بحر عصیاں میں الہی میں سراپا غرق ہوں
 اے خدا مجھ کو تہی دستی کی کلفت سے بچا
 میرے ہر دشمن کو اپنے فضل سے مغلوب کر
 یا الہی شر شیطانی سے تو محفوظ رکھ

معرفت دے مجھ کو اس شمس الہدیٰ کے واسطے
 عشق و عرفاں کر عطا اس پیشوا کے واسطے
 رکھ شریعت پر مجھے پیر ہدیٰ کے واسطے
 خاص بندوں سے بنا اس رہنما کے واسطے
 مجھ کو بھی اسعد بنا اس با وفا کے واسطے
 عشق دے اپنا مجھے اس بے ریا کے واسطے
 قلب ذا کر رکھ مرا اس خوش ادا کے واسطے
 مجھ کو بھی ویسا بنا شیر خدا کے واسطے
 قلب روشن کر مرا اس با صفا کے واسطے
 دے سیہ دل کی دوا اس پر ضیا کے واسطے
 دل ہو انور اس قریشی پارسا کے واسطے
 شرع و ایماں کر عطا اس با صفا کے واسطے
 یارب اپنی رحمت بے انتہا کے واسطے
 اے خدا جملہ مقدس اصفیا کے واسطے
 فضل تیرا چاہئے مجھ بتلا کے واسطے
 اپنے فضل و رحم اور جود و سخا کے واسطے
 اپنی رحمانی رحیمی اور عطا کے واسطے
 ہر عمل ہو بے ریا تیری رضا کے واسطے

ہو منور قبر میری اور دے مجھ کو نجات
 اے خدا حضرت محمد مصطفیٰ کے واسطے

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اولیہ

(منظوم و مختصر)

فصل کر مجھ پر خدایا بہر زوارِ حسین
 کھول دے مجھ پر خدایا بابِ افضال و سخا
 بہر عثمانِ خواجہ قندھاری و شاہ احمد سعید
 بہر منظر جانِ جاناں صاحبِ صدق و صفا
 خواجہ معصوم و مجدد الف ثانی احمدی
 خواجہ انگلی و درویش محمد ذوالعطا
 شہ علاؤ الدین بہار الدین اور میر کلال
 مجھ کو اوصافِ حمیدہ کر عطا لے ذوالمن
 عبد خالق غجدوانی خواجہ یوسف پارسا
 بو الحسن خرقانی و شہ یازید پارسا
 بہر حضرت جعفر صادق امامِ وقتِ خویش
 کر عطا صدق و صفا صدیقِ کبر کے طفیل
 یا الہی بہر شاہِ انبیاء و اولیا
 یا الہی صدقہ کل انبیاء و اولیا

از طفیل حضرت حاجی سعید ہاشمی
 صدقہ فضل علی شاہ و سراج الدین سخی
 بہر شاہ بوسعید و شاہ عبداللہ ولی
 سیدی نور محمد خواجہ سیف الدین تقی
 بہر خواجہ باقی باللہ سیدی و مرشدی
 بہر زاہد بہر احرار و بیعقوب غنی
 بابا سمانی عزیزانِ علی رامیشتی
 بہر محمود و برائے خواجہ عارف ریوگری
 کر عطا بونے محمد بہر حضرت بو علی
 کر عطا علم لدنی بہر بسطامی ولی
 بہر حضرت قاسم و از بہر سلماں فارسی
 بخش بہر حضرت فاروق و عثمان و علی
 یا الہی از طفیل آل و اصحابِ نبی
 تیرے الطاف و ترحم کا توسل لے غنی

مانگنے کی دی ہے توفیق لے خدا مقبول کر

کر عطا اپنی رضا مطلوب میرا ہے تو ہی

❖

۱۔ حضرت محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری۔ ۲۔ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری

۳۔ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی

خمسہ شہنشاہِ ظفر

برقصیدۂ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبت جان کھپائی نہ دیا منزلِ عقیقی کا مجھے رستہ دکھائی
 نگراب جی میں ہے سب چھوڑ کے یہ ہرزہ سرائی نلکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
 نروم من بجز آں رہ کہ تو آں رہ بنمائی

نہ پھروں عہد سے جب تک مرے دم میں ہے دم رہوں پیمانِ محبت پہ ترے میں یونہی محکم
 طلب وصل تری دل سے مرے ہونہ کبھی کم ہمہ درگاہِ توجویم، ہمہ درکار تو پویم
 ہمہ توجیدِ تو گویم کہ بہ توجیدِ سرائی

نہ چپٹ راست سگر ہوئے تری نصرت یاری نہ ترا عرش سے تافرش اگر فیض ہو جاری
 نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری تو خداوندِ یمنی تو خداوندِ یساری
 تو خداوندِ زمینی تو خداوندِ سمائی

نظر آتی ہے جہاں میں جو سفیدی و سیاہی قلمِ صنع پہ دے ہے ترے دن رات گواہی
 تری یکتائی مبرا ہے ہر ایک شے سے الہی تو زن و حفت نہ جوئی تو خور و خفت نحوہی
 احد اے زن و حفتی، نلکا کامِ روانی

نہ پستش کا تو محتاج، نہ محتاجِ عبادت نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
 نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت نہ نیارت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
 تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
 کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیر ی تو کزبی تو رحیمی تو سمعی تو بصیری
 تو معزری تو نڈرتی نلکا العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزقِ رسائی ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
 کہ تو ستار ہے اور واقفِ اسرارِ نہانی ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی
 ہمہ را رزقِ رسائی کہ تو با جود و عطائی

خرد و فہم نے گردن سے کوئی بات تراشی
کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مہرے نزدیک سوا اس کے سب سمع تراشی
نہ بڈے خلق تو بودی بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کا ہی نہ فزائی

رہے مصروف تنائیں تری ہر چند خلائق
نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہی جس فوق سے ہے سب پہ تو فائق
نہ سپہری نہ کو اکب نہ برو جی نہ دقائق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیانی

رہ تو صیغ تری رکھتی نہایت ہی درازی
نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ تری کُنہ حقیقت میں چلے نکتہ طرازی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیبِ خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہی نہ اندیشہ دشمن
نہ تجھے چاہئے ماوی نہ تجھے چاہئے مسکن
بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی
نہ تجھے کام ہے عشرت نہ شیوہ ترا شیون
ہدی از خوردن و خفتن بری از تہمت مردن

نہ رہا عالمِ طفلی و جوانی، ہوئی پیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری و حقیری
تو نماز و فضلی تو سزا و ایزد خدائی
غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہیگی یہ اسیری
تو علیبی تو حکیمی تو خیری تو بصیری

ترے اوصافِ سیاں کرنے کی باندھے جو دھن جی
مری گو نوکِ زباں گنجِ معانی کی ہے گنجی
نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی
تجیر ہوں ہیں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
احد لیس کشتی صمد لیس کفصلی
نہ تو اوصافِ فضلی تو سزا و ایزد خدائی
نہ تو اوصافِ گنجی تو معانی کی ہے گنجی

نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی
تجیر ہوں ہیں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
احد لیس کشتی صمد لیس کفصلی
نہ تو اوصافِ فضلی تو سزا و ایزد خدائی
نہ تو اوصافِ گنجی تو معانی کی ہے گنجی

ظفر اس وقت میں خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند
کہے تو صیغ میں کس طرح تری اپنی زباں بند
کہ یہ اشعارِ مناجات یاد آئے اُسے چند
لب دندانِ سنائی ہمہ توحید تو گویند
نہ بصر کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
احد لیس کشتی صمد لیس کفصلی
نہ تو اوصافِ فضلی تو سزا و ایزد خدائی
نہ تو اوصافِ گنجی تو معانی کی ہے گنجی

نعت شریف

یہ نعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی مسکن پوری طاب اللہ ثراہ کی ہے جو تبرکاً یہاں درج کی جاتی ہے۔ ناظرین شاعرانہ حیثیت اور زبان کے لحاظ کو نظر انداز کرتے ہوئے جذبات اور محبت کے خیال سے ملاحظہ فرما کر برکت حاصل کریں۔ احقر مؤلف

یا محمد مصطفیٰ و تبریکاً تیرے نام پر
بہت شیرین و لذیذ و پاک تیرا نام ہے
کوئی پیدا نہ ہوا تجھ سا نہ ہووے گا کبھی
تو ہے محبوبِ خدایا چاہتا ہی تیری رضا
بہت ہی مظلوم عاجز غرق ہے تقصیر میں
کشش اپنی روزیادہ دمبدم پاوے کمال
کب ہووے مقبول دل کی اس جنابِ پاک میں
عربی و کی و مدنی نازنین کب سیریا
وطن تیرا پاک دیکھوں خوب عیداں جا کرو
یہ قریشی خاک تیرے قدموں کی ہے شوق مند

پاک سچا دین تیرا ہوں فدا اسلام پر
جو ادب سے نام لیوے لائق انعام ہے
جو نبی پیدا ہوئے خادم ہوئے تیرے سمجھی
نفس و شیطاں سے بچالو، ہے یہ میری مدعا
جاو یگا ملکِ عرب میں ہے اگر تقدیر میں
پاس بلواؤ، دکھاؤ یا رسول اللہ جمال
آرزو دیدار کی آگے نہ جاؤں خاک میں
کشش ہووے تیرچہ حاجتِ مقناطیس و کہربا
جب تلک رو نہ دیکھوں آگے ہرگز نہ مروں
جا کے تیرے قدموں میں پاوے وہاں قدرِ بلند

ایک اور نظم ہمارے حضرت خواجہ غریب نواز فیاض عالم قطب الارشاد مولانا مولوی محمد فضل علی شاہ قریشی ہاشمی قدس سرہ العزیز کی درج ذیل ہے۔ ناظرین پڑھیں اور برکت حاصل کریں۔ احقر مؤلف

نصیحت

عزیزو! دوستو! یارو! یہ دنیا دارِ فانی ہے
تم آئے بندگی کرنے پھٹے لذاتِ دنیا میں
گناہوں میں نہ کہہ برباد عمر اپنی تو کہہ تو بہ

دل اپنا مت لگاؤ تم کھد میں جا بنانی ہے
ہوئی اندھی عقل تیری تری کیسی جوانی ہے
کہاں ہیں باپ دادا سب کے توجن کی نشانی ہے

کہ اس دنیا کی ہر اک چیز تجھ کو چھوڑ جانی ہے
 کہ آخر میں تری ہر نیکی تیرے کام آتی ہے
 نبی کے در کا خادم بن مراد اچھی جو پانی ہے
 بُری حالت ہو ظالم چور کی جو مرد زانی ہے
 کہ تقویٰ میں ترقی ہے یہ نعمت جاودانی ہے
 بجز مرشد کے اچھی بات کس جا بکھ کو پانی ہے
 سوا مرشد کے دنیا کی محبت کس مٹانی ہے
 دل اس کا مثل آئینہ ہو یہ اس کی نشانی ہے
 تو جلدی کر پیکر مرشد نصیحت یہ ایمانی ہے

نہ کر بل اپنی دولت پر نہ طاقت پر نہ حسمت پر
 تو کرنیکی نمازیں پڑھ خدا کو یاد کر ہر دم
 نہ ہو شیطان کے تابع نہ بے فرمان رب کا ہو
 شریعت کی غلامی کر گناہوں سے تونج یارا
 تو روزی کھا حلال اپنی سراپا تو تقویٰ بن
 پکڑے پیر کامل کو کہ بیعت بھی ضروری ہے
 تداپا دائے جس کو دیکھ کر وہ پیر کامل ہے
 شریعت کا غلام ہوئے عجب اخلاق ہوں اسمیں
 اگر تو طالبِ مولیٰ ہے اور اصلاح کا جو یا

قریشی دست بستہ عرض کرتا ہے سنبھانی
 قسم رب کی نہ جھوٹ اسمیں لایق بدگمانی ہے

قطعہ ناریخ وصال حضرت پیر و مرشدنا خواجہ محمد سعید قدس سرہ

از عالم نبیل شاعر بے عدیل حضرت مولانا مولوی اختر شاہ خاں اختر امروہوی ثم المیرٹھی

شود نہ تیرہ و اندرہ چوں رُخ عرفاں
 جناب حاجی محمد سعید گشت رواں
 وجید عصر بدو شیخ کاملِ دوراں
 کہ ہست فخر ریاساتِ ملک ہندوستان

شود سلوکِ طریقِ خدا پنچوں محزوں
 کہ روزِ جمعہ و درہ نوزدہ ربیعِ دگر
 نسب زہاشتم و مشربِ مجددی می داشت
 وطن ببلدہ احمد پور از بہا و لیور

شہید سالِ وصالش زہاتفِ اختر
 کوفِ بدرِ سملے سعادتِ افروزاں

۳ ۶ ۳ ۱ ۳

ختم شد

الْآنَ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

دیاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

الحمد لله والمنته کہ حسب ارشاد دور ہنمائیے مرشدی و مولائی بقیۃ السلف
حجتہ الخلف حامی سنت ماحی بدعت حضرت حاجی محمد سعید صاحب
قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی قدس اللہ سرہ ساکن احمد پور شرقیہ
محلہ کٹرہ احمد خان صاحب اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب یاست بھاؤ پور
یہ رسالہ نافعہ مشتملہ بر عمدہ مضامین سلوک منتخب مسائل تصوف
الموسوم لاء

عمدۃ السلوک

حصہ دوم

فقیر حقیر ذرۃ بی مقدار لاشی راجی الی رب المشرقین والمغربین
خاکسار زوار حسین بن سید احمد حسین غفر اللہ لہ و لوالدیہ
ساکن گوبہ ضلع کرنال حال مقیم بم ۱۲، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۵
نے بغرض رفاہ عام مختلف کتب تصوف سے اخذ کر کے تالیف کیا۔

اور اب چوتھی مرتبہ بہ ترمیم و اضافہ

ادارہ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۵

سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان |
|------|-------------------------------|------|------------------------------|------|-----------------------------------|
| ۲۶۰ | اعتقادات برائے کابلیں | ۲۳۰ | توحید ذاتی و صفاتی و افعالی | ۱۶۴ | نذر عقیدت |
| ۲۶۵ | تغزٹوں کا بیان | ۲۳۱ | تنزلاتِ ستہ کا بیان | ۱۶۵ | دیباچہ |
| ۲۶۶ | نماز کی فضیلت اور اس کے مدارج | ۲۳۲ | عینیت و غیریت | ۱۶۶ | حمد باری و نعت |
| ۲۶۷ | عام لوگوں کی نماز | ۲۳۳ | ذاتِ حق کو بعض چیزوں کے ساتھ | ۱۶۷ | حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حضوری |
| ۲۶۸ | سالکانِ خاص کی نماز | ۲۳۴ | تشبیہ دینے کی تحقیق | ۱۶۸ | فنا و بقا |
| ۲۶۹ | عارفین کی نماز | ۲۳۵ | ذاتِ حق کو بعض چیزوں کے ساتھ | ۱۶۹ | علم کی فضیلت |
| ۲۷۰ | نوافل کا بیان | ۲۳۶ | تشیبہ دینے کی تحقیق | ۱۷۰ | شریعتِ طریقتِ حقیقت، معرفت |
| " | تیجۃ الوصو | ۲۳۷ | تحقیق مسئلہ تجددِ امثال و | ۱۷۱ | نبوت و ولایت سے افضل ہے |
| " | اشراق | ۲۳۸ | تغائب و تجلیات | ۱۷۲ | سیورارِ رجبہ |
| ۲۷۱ | چاشت - اوایں | ۲۳۹ | تشریح اصطلاحاتِ نقشبندیہ | ۱۷۳ | خلاصہ بیان |
| " | تہجد - صلوة التبیح | ۲۴۰ | تشریح اصطلاحاتِ نقشبندیہ | ۱۷۴ | علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین |
| ۲۷۲ | سالک اپنے دن رات کس طرح گزارے | ۲۴۱ | ہوش دردم - نظر بر قدم | ۱۷۵ | فنا و بقا کی مزید تشریح |
| ۲۷۳ | طریقہ بیغیت | ۲۴۲ | سفر در وطن - خلوت در انجمن | ۱۷۶ | باری تعینات و حقیقتِ ظلال |
| ۲۷۴ | طریقہ تعلیم و تشریح اسباق | ۲۴۳ | یاد کرد - بازگشت | ۱۷۷ | عالمِ خلق، عالمِ امر، عالمِ مثال |
| ۲۷۵ | سلسلہ نقشبندیہ | ۲۴۴ | نگہداشت - یادداشت | ۱۷۸ | عالمِ کبیر و صغیر، جسمِ مثالی |
| ۲۷۶ | مراقباتِ مشرب | ۲۴۵ | وقوفِ زمانی - وقوفِ عددی | ۱۷۹ | لطائفِ عشرہ کا بیان |
| ۲۷۷ | خلاصہ اسباقِ سلوک | ۲۴۶ | وقوفِ قلبی | ۱۸۰ | مقاماتِ عشرہ سلوک |
| ۲۷۸ | طریق توجہ | ۲۴۷ | اندرج النہایت فی البدایت | ۱۸۱ | حقیقتِ نفس |
| ۲۷۹ | | ۲۴۸ | بعض دیگر اصطلاحات کی تشریح | ۱۸۲ | توحید و جودی توحید شہودی |
| ۲۸۰ | | ۲۴۹ | آداب و رعایت برائے مرشدین | ۱۸۳ | ظاہریت و منہریت |

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان |
|------|-----------------------------------|------|--|------|---------------------------------------|
| ۲۰۲ | حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ | ۲۰۹ | حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ | ۲۰۴ | سلب امراض |
| ۲۰۳ | حاجی دوست محمد قندھاری | ۲۱۰ | خواجہ محمد عارف ریوگری | ۲۰۵ | طریق دفع بلا |
| " | خواجہ عثمان دامانی | " | خواجہ محمود انجیر فغوی | " | طریق تصرف قلوب |
| ۲۰۴ | خواجہ سراج الدین | " | خواجہ عزیزان علی رامیتنی | " | در یافتن نسبت اہل اللہ |
| " | خواجہ فضل علی قریشی | ۲۱۱ | خواجہ محمد بابا ساسی | " | طریق کشف حالات آئندہ |
| ۲۰۵ | خواجہ محمد سعید قریشی | " | خواجہ امیر کلال | ۲۰۶ | نزول سلوک |
| ۲۰۶ | مناجات منثور | ۲۱۲ | خواجہ نقشبند بخاری | " | نسبت یا ولایت |
| ۲۰۷ | تعویذات و عملیات | " | خواجہ علاؤ الدین عطار | ۲۰۷ | اقام اولیاء اللہ |
| ۲۰۸ | ترجمہ مکتوب حضرت | ۲۱۳ | خواجہ یعقوب چرخئی | " | نقشہ کوائف حضرات |
| ۲۰۹ | شیخ یحییٰ منیری ر | " | خواجہ عبید اللہ احرار | ۲۱۴ | نقشبندیہ مجددیہ ر |
| ۲۱۰ | ختم خواجگان ر | ۲۱۴ | خواجہ محمد زاہد | " | مختصر حالات حضرات |
| " | بعض بزرگان سلسلہ نقشبندیہ | " | خواجہ درویش محمد | ۲۱۵ | نقشبندیہ مجددیہ ر |
| " | کے ختم شریف | " | خواجہ امکنگی | " | رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ |
| ۲۱۱ | اعتذار | ۲۱۵ | خواجہ باقی باشد | " | صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| " | | " | امام ربانی مجدد الف ثانی | " | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ |
| " | | " | شیخ احمد فاروقی سرہندی | ۲۱۶ | حضرت سلمان فارسی |
| " | | ۲۱۷ | حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ | " | حضرت قاسم |
| " | | ۲۱۸ | خواجہ سیف الدین | " | حضرت امام جعفر صادق |
| " | | " | سید نور محمد بدایونی | ۲۱۸ | حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ |
| " | | ۲۱۹ | مرزا منظر جان جاناں | " | حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی |
| " | | " | شاہ غلام علی | ۲۱۹ | حضرت شیخ ابوعلی فاریدی |
| " | | " | شاہ ابوسعید | " | حضرت خواجہ یوسف ہمدانی |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نذر عقید

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس ثمرہ اُخروی کو نہایت خلوص و ارادت کے ساتھ بطفیل آن سرورِ عالم، فخرِ مجسم، ولی نعمت، آیۂ رحمت، خواجہ دوسرا محبوبِ کبریا، سید العرب و العجم، صاحبِ الجود و الکریم، خاتم النبیین، رحمة للعالمین، محبوب رب العالمین، شفیع المذنبین، کعبۂ ایمان قبلہ دین، و سیلتنا فی الدارین، سیدنا و سندنا و مولانا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین با روحِ طیبہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام اور خصوصاً حضرات خواجگان نقشبند قدس اللہ اسرارہم و حضرت سیدی و مرثدی و مولائی، ہادی طریقت، واقف رموز حقیقت، سراج السالکین، بدالکابلیں، خواجہ ما، خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی مجددی فضلی طاب اللہ ثراہ و جعل الجنة منواہ کی ارواح پاک کو ہدیہ کرتا ہوں۔

گر قبول افتد رہے عز و شرف

ع

چہ کند بے نوا ہمیں دارد

ع

احقر العباد خاکسار زوار حسین مجددی سعیدی غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

اقابعد: عمدة السلوك کا حصہ اول ہر یہ ناظرین کیا جا چکا ہے اب حصہ دوم پیش خدمت ہے کتاب ہذا کی تالیف کا منشا حصہ اول کے دیباچہ میں مفصل بیان ہو چکا ہے، یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس حصہ میں اکثر و بیشتر ایسے مسائل کی تشریح کی گئی ہے جو عوام کیلئے نہیں بلکہ خواص اور اخص حضرات کے متعلق ہیں تاہم ضروری نہیں کہ یہ کتاب غیر متعلق حضرات کے ہاتھ میں نہ پہنچے پس وہ حضرات جو ایسے مسائل سے مناسبت نہ رکھتے ہوں انھیں چاہئے کہ ان میں زیادہ نہ اٹھیں اور اپنے عقیدہ کو اہل سنت و جماعت کے مطابق درست رکھیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان مقامات پر پہنچیں گے خود معلوم کر لیں گے۔ اسباق کی تشریح بھی خواص کیلئے کی گئی ہے نہ اسلئے کہ ہر شخص کتاب ہذا کو پڑھ کر خود بخود ان اسباق کو اختیار کرتا جائے اور مرقومہ علامات کے تحت اپنے آپ کو ان مقامات کا اہل سمجھ لے بلکہ جب تک ان مقامات کو کسی کامل کی اجازت سے حاصل نہ کر لے ان میں مشغول نہ ہو، کیونکہ اس میں بجائے فائدہ کے سراسر نقصان و زوال ہے، اسی طرح تعویذات بھی حساب اجازت حضرات کیلئے ہیں بتدیوں کو بلا اجازت شیخ اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے، ہاں ایسا اگر کسی ضرورت کیلئے خود استعمال کرے یا کسی کو دے تو فقیر کے نزدیک مضائقہ نہیں، دوسرے امور میں بھی ان کے تحت لکھی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے۔

عمدة السلوك کے دونوں حصوں میں بعون اللہ تعالیٰ اس عاجز نے حضرت مخدوم العالم خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری نور اللہ مرقدہ کے انتخاب کے بموجب مختلف کتب تصوف سے مستند طریق پر کافی ذخیرہ ہم پہنچانے کی کوشش کی ہے، اللہ پاک سالکان طریقت کیلئے شمع ہدایت اور اس فقیر کیلئے ذخیرہ آخرت فرمائے۔ فقط

دعا کا طالب

احقر زوار حسین عفی عنہ

حمید باری عز اسمہ

حمد کے لائق ہے یارب تیری ذات کبریا
گنبد گردوں کو بخشے انجم و شمس و قمر
ابر کو باراں عطا کی خاک کو روئیدگی
کر دیا مٹی کو تونے لعل و گوہر سیم وزر
آب و گل کو تن دیا اور تن کو بخشی جان پاک
انبیاء و مرسلین بھیجے ہدایت کے لئے
خیر امت میں کیا مبعوث ختم المرسلین
بھیج یارب سرور دین پر ہزاروں رحمتیں

امر کن میں رازِ تخلیق جہاں مضمحل کیا
انجم و شمس و قمر کو دے دیا نور و ضیا
گل کو بخشا رنگ بو اور شاخ تر کو پھل دیا
قطرہ باراں کو تونے لو لوئے لالہ کیا
رتبہ انساں کو دیا فی احسن التَّقْویم کا
چار سو عالم میں پھر توحید کا چرچا ہوا
معجزہ اس فخر عالم کو دیا قرآن کا
آل اور اصحاب پر بھی روز و شب صبح و

نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ التسلیمات

کس زباں سے میں کروں نعت محمد مصطفیٰ
آپ کے مدحت سرا توریت و انجیل و زبور
ذرہ ذرہ آپ کی ختم رسالت پر شہید
باعث تخلیق عالم رحمۃ للعالمین
کحل نازاع البصر سے چشم باطن کی کشود
ہے سراپا نور ہی نور آپ کی ذات کریم
آپ کی ذات گرامی محرم رب العالی

میری گویائی ہے عاجز اور تخیل نارسا
آپ کی تعریف میں طب اللسان فرقان نور
قطرہ قطرہ آپ کے دست سخاوت کی چکید
سرور دین فخر موجودات ختم المرسلین
اسوۃ حسنہ سراج سالک رب و دود
ہے مجسم جود ہی جود آپ کا خلق عظیم
آپ کے ذکر مشرف کا خود رافع خدا

میں ہوں شیدائے محمد غم مجھے زوار کیا
ہیں محمد مصطفیٰ جب شافع روز جزا

رازِ شریف

Sahibzada

MUHAMMAD HAFEEZ-UR-REHMAN MASOUMI

Darbar-e-His Mohl Shrif

Teh. Kharia Dist. Gujrat Pakistan

حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حضوری

اے عزیز! ذکر کے فضائل حصہ اول میں بیان ہو چکے ہیں، اب یہ بیان ہوتا ہے کہ ذکر سے کیا مراد ہے۔ جاننا چاہئے کہ ذکر سے اصلی مراد یہ ہے کہ غفلت جاتی رہے اور دل ہر وقت ذوق و شوق کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے۔ جب باطن کی آنکھ کھل جائے اور دل کاشیشہ غیروں کے غبار سے صاف و شفاف ہو جائے تو فنا کے سمندر میں مٹ کر فنا ہو جائے اور لَا يَسْعَىٰ اَرْضِيًّا وَلَا سَمَآئِيًّا وَلٰكِنْ يَسْعَىٰ قَلْبًا عَجَبًا مُّؤْمِنًا (یعنی زمین و آسمان مجھے نہیں سما سکتے لیکن بندہ مومن کا قلب مجھے سمالیتا ہے) کے معنی ظاہر ہو جائیں، پھر اس جگہ نہ ذکر رہتا ہے نہ ذکر کرنے والا، بلکہ ذکر حدیثِ نفس (دل کی بات) ہو جاتا ہے۔ اور ذکر سے اصلی مطلب بھی اسی حقیقت کا ظاہر ہونا ہے۔ کیونکہ ذکر سے غرض یہی ہے کہ ذاکر اپنے مذکور (محبوب) کے مشاہدے میں فنا ہو جائے۔ پس جب حقیقی فنا حاصل ہو گئی تو سالک وہاں پہنچ جاتا ہے کہ نہ زبان سے کہہ سکتے ہیں اور نہ کانوں سے سُن سکتے ہیں: بیت

ذکر و ذاکر محو گردد بالتمام
جملگی مذکور باشد والسلام

(یعنی: ذکر اور ذکر کرنے والا بالکل مٹ جاتا ہے اور یہ سب کا سب مذکور ہو جاتا ہے اور بس) اور یہ فنا کے کمال کا درجہ ہے۔ اس مقام پر اَنَا جَلِيْسٌ مِّنْ ذَكَرَتِي (میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے) کا منشا ظاہر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ہر ایک چیز کا ایک پھل ہوتا ہے، ذکرِ الہی کا پھل خدا کے سوا سب کو بھول جانا ہے اور خدا کے سوا سب کو بھول جانے کا پھل استغراق اور بخودی ہے یعنی شعور سے بخود ہو جانا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، جیسے ایک دودھ پیتا بچہ جو ہر وقت اپنی ماں کی گود میں رہتا ہے اگر ایک دم بھر بھی اس سے جدا ہو تو روتا چلاتا اور بیقرار ہو جاتا ہے، اگر یہ جدائی کچھ زیادہ دیر تک رہے تو کیا عجب ہے کہ جدائی کے غم سے ہلاک بھی ہو جائے۔ ایسے ہی سالک کو بھی چاہئے کہ ایک دم

پردہ ہے۔ جب سالک زہد اور پرہیزگاری پرتل جائے اور تھوڑے ہی پر راضی ہو جائے تو دنیا کے پردہ سے باہر نکل جاتا ہے، اور جب تنہائی اختیار کر لے اور لوگوں کے بلاپ کو چھوڑ دے تو خلقت کے پردہ سے الگ ہو جاتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں پوری پوری کوشش کرتا ہے تو شیطان کے پردہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور جب ریاضت، مجاہدہ اور ذکر اذکار میں لگ جائے تو باسوی اللہ کے پردہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور نفس کی قید اور غفلت کے حجاب سے باہر آ جاتا ہے۔ جب ایسا ہو جائے تو پھر قرب ہی قرب اور حضور در حضور ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ دل کے تمام علاقوں کو توڑ کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے کام میں ایسا مستغرق ہو جائے کہ سر کی آنکھ کے کسی گوشے سے نہ دیکھے اور باسوی اللہ کے تمام علاقوں سے دل نکل جائے اور ہر دم خدائے تعالیٰ کے شاہدے کے بہشت کے نقد میں خوش و خرم رہے، کیونکہ عاشقوں کو دوست کی صحبت میں رہنے سے اگرچہ لاکھوں سختیاں اور دکھ جھیلنے پڑیں، ان کے لئے عین بہشت ہیں اور اگر معشوق کے سوائے لاکھوں نعمتیں ملیں عین دوزخ ہیں۔

زیادہ اور دوزخ مرا خوشتر صد جنت لے دور از جمال او چو دوزخ جنت الماوی

(یعنی: اس کی یاد میں دوزخ میرے لئے سو بہشت سے بھی زیادہ بہتر ہے لیکن اس کے جمال کے بغیر اگر مجھے ہمیشہ کا بہشت ملے تو وہ بھی میرے لئے دوزخ ہے)۔

افسوس! یہ کیا نادانی ہے کہ ہم نفسانی لذتوں میں پڑ کر فنا ہونے والے کاموں کی محبت کی شراب میں مخمور ہو کر غافل ہو رہے ہیں اور اس آخری وقت کو یاد نہیں کرتے جب اس جہان سے ہمارا کوچ ہوگا پھر چرب زبانیاں کسی کام نہ آئیں گی اور سعادت کا کوئی دروازہ اس وقت تک نہیں کھلے گا جب تک ہم خدائے تعالیٰ سے محبت نہ کریں اور ہم کو حضور الہی نصیب نہ ہو۔

اے عزیز! اس بات کو دل سے جان کہ ہمیشہ کے بہشت کے بلغ کے لائق وہ

شخص ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار اس کو نصیب ہوگا جس کا باطن اس جہان کو سدھارتے وقت غفلت کی میل سے پاک ہو، اور اس کا دل نفسانی حرص و ہوا سے

وابستہ نہ ہو، پس اگر تو ہیشیا مرد ہے تو ایک دم بھی غافل نہ ہو کیونکہ ”کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں“ ہر ایک چیز کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن وقت کا تدارک نہیں ہو سکتا۔

خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”وقت، دل اور زندگانی، یہ تینوں چیزیں تیری پونجی ہیں۔ اگر پونجی ضائع ہو جائے اور بے موقع خرچ ہو تو پھر کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے“ سیدالطائفہ قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ جو سانس انسان کے سانسوں سے فوت ہو جاتا ہے ممکن نہیں کہ اس کو واپس لاسکیں، اس لئے ہر ایک سانس کا ایک حق ہے۔ کل قیامت کے دن آدمی سے ہر سانس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نیت سے اور کس شغل میں گزارا، اور اس میں کیا حاصل کیا۔ جو سانس ذکر الہی کے بغیر آتا ہے وہ دم مردہ ہے۔

زندگانی نتوان گفت جیاتے کہ مراست زندہ آنت کہ بادوست وصالے دارد

(یعنی: میری زندگی کو تو زندگی کہنا ہی نہیں چاہے کیونکہ زندہ تو درحقیقت وہی ہے جو اپنے دوست (خدائے تعالیٰ) کے ساتھ میل ملاپ میں ہو)

نقل ہے کہ دو بزرگ کسی شہر سے شیخ ابوالحسن نوری کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے، جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو اچانک انھوں نے دو بلیوں کو دیکھا ان میں سے ایک بزرگ نے جو جانوروں کی بولیاں سمجھتا تھا، سنا کہ بلیاں آپس میں کہہ رہی ہیں ”ابوالحسن نوری مر گیا“ اُس بزرگ نے یہ سن کر کہا ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ دوسرے بزرگ نے جب اس بات کی حقیقت پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ دو بلیاں جو آپ دیکھتے ہیں ایک دوسری سے کہتی ہے کہ ابوالحسن نوری مر گیا۔ جب یہ دونوں بزرگ شیخ کے حجرے کے پاس پہنچے تو شیخ موصوف ان کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے یہ دونوں حیرت میں رہ گئے۔ شیخ نے حیرت کا سبب پوچھا تو انھوں نے ان دونوں بلیوں کی سرگذشت بیان کی۔ شیخ یہ سن کر رو پیے اور کہا کہ بلی نے سچ کہا۔ اصل بات یہ ہے کہ آج میں ایک لحظہ بھر کے لئے خدائے تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا تھا اس لئے میرے مرنے کی آواز زمین و آسمان میں مشہور ہو گئی اور تمام موجودات میں غلغلہ مچ گیا۔

پس جب ایک دم کی غفلت میں ایسا حال ہے کہ مُردوں کی فہرست میں نام لکھا جاتا ہے تو افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے اپنی ساری عمر غفلت میں گزار دی ہو۔ غور سے سن! یہی دل کا حضور ہے جو سالک کو زمین سے اٹھا کر آسمانوں تک پہنچاتا ہے اور چوپایوں کی خصلت والے انسان کو فرشتوں پر افضلیت کا درجہ دیتا ہے یہی دل کا حضور ہے جو مَحْنُ اقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (یعنی: ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں) کے بھید کو ظاہر کرتا ہے اور فَايِمًا تُوَلُّوْا فِثْمًا وَجْهَ اللَّهِ (یعنی: جدھر دیکھو اُدھر خدا ہی خدا ہے) کی حقیقت کھل جاتی ہے اور وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ تم ہو) کے رمز کا مصداق ہو جاتا ہے اور اس ذرہ بے مقدار یعنی انسان کو اپنے قرب کی گدی پر بٹھاتا ہے۔ اسی کو فنا اور فنائے فنا کے نام سے پکارتے ہیں۔

فنا و بقا

فنا کے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آجائے کہ ماسویٰ کی اس کو کچھ بھی سمجھ یا تمیز نہ رہے۔ اور فنائے فنا یعنی فنائے حقیقی اس کو کہتے ہیں کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو گم کرے نہ ہی اپنی ذات سے واقف رہے، نہ ہی اپنے غیر سے۔ اور اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے ”مُوْتُوْا اَقْبَلَ اَنْ تَمُوْتُوْا“ (یعنی تم اپنے مرنے سے پہلے مر جاؤ) اور انہی معنی پر پولا گیا ہے کہ آدمی کا وجود ہی نہیں رہتا جیسا کہ دن کے وقت سورج کی روشنی میں ستاروں کا وجود گم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ان کا وجود موجود ہے۔ واللہ اعلم

فنا کے بعد جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا، اور فنا، الفنا کے بعد کی کیفیت کو بقا، البقا کہتے ہیں۔

اے عزیز! اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے علم کو بھول جائے حتیٰ کہ اپنے وجود اور شعور کو بھی بھول جائے اور محض ذات حق کی حضوری کا علم اس پر غالب ہو جائے اور فنا، الفنا فنائے حقیقی کے امتیاز سے تمیز ہو کر بقا، البقا

کے مقام پر پہنچ جائے اور محبوب حقیقی کے جمال پر جلال کی حضوری حاصل کرے۔

اور کہا گیا ہے کہ فنا کی چار قسمیں ہیں: (۱) فنائے خلق یعنی ماسوا سے امید و بیم

کو ختم کر دینا۔ (۲) فنائے ہوا یعنی دل میں سوائے ذاتِ مولیٰ کے کوئی دوسری آرزو

نہ رہے (۳) فنائے ارادت یعنی سالک کی ہر خواہش زائل ہو جائے جیسے مردوں کی۔ اور

فنائے فعل جس کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ ہو، بطابق

حدیث قدسی: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحَبَّهُ فَإِذَا أَحَبَّهُ

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهِ وَ

رِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ (یعنی: ہمیشہ بندہ مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو

چاہنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سنتا ہے اور میں

اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے پکڑتا ہے اور میں

اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے)۔ اور اس کی اعلیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ آلہ ہو اور

حق تعالیٰ فاعل ہو بمصداق: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (اور نہیں پھینکا

تو نے جب کہ پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا)۔ فنائے تم اور بقائے کامل کے حصول کے بعد سیر الی اللہ

جو انقطاع ماسوی اللہ سے عبارت ہے اس جگہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد سیر فی اللہ جو

دوام توجہ الی اللہ سے تعبیر ہے شروع ہوتی ہے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے

بیچ کس راتانہ او گرد فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

(یعنی: جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں فنا نہ کرے اس کو بارگاہِ الہی میں باریابی حاصل نہیں ہوگی)

سیورِ رابعہ کی تشریح دوسری جگہ موجود ہے۔ تاہم یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فنا کے لئے بخودی

لازم نہیں جس میں بخودی ہوتی ہے وہ غیبت ہے اس کو فنا نہیں کہتے نسبت فنا زائل نہیں

ہوتی البتہ مقام ہو جاتی ہے۔ کامل عارفوں کے نزدیک وہ علم جس کی نفی کی گئی ہے دو قسم

پر ہے (۱) غیر کا علم (۲) اپنی خودی کا علم، اور وہ علم جو حاصل کرنا ہے وہ ذاتِ حق کا

علم ہے۔ اب اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:-

جاننا چاہئے کہ علم غیر یعنی اپنی ذات کے علاوہ تمام کائنات کو بھول جانا ایک

آسان بات ہے جو ذکر الہی کی کثرت اور تعلقات غیر اللہ کے قطع کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے اور یا سوئی اللہ کے نقش دل کے صفحہ سے دھوئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ علم جو خاص اپنی ذات کے متعلق ہے اس کو بھول جانا ایک مشکل اور تکلیف دینے والا کام ہے کیونکہ

ہر ایک انسان اپنی ذات کے علم سے ایک لحظہ بھر بھی غافل نہیں ہے اور ہمیشہ خود بخود ہے، پس اپنی خودی سے چھٹکارا کامل اولیاء اللہ کے سوا کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جب تک سالک اپنے علم کے ذریعے باطنی حسوں (خیال، تفکر، حفظ، توہم اور تذکر) کی کوشش سے مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی راہ سے بہت دور اور الگ ہے کیونکہ اس کے حواس میں جو کچھ جلوہ گر ہو گا سب کا سب مخلوق اور غیر حق ہو گا۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہئے کیونکہ بزرگ اور برتر خدائے تعالیٰ کی ذات اور صفات حسوں کے ذریعے سے نہیں پائی جاتیں، جس طرح کہ چمکا ڈر کی آنکھ سورج کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی اسی طرح عقل و حواس کی آنکھیں وحدت حقیقی (خدائے تعالیٰ) کے نور کو نہیں پاسکتیں۔

تا تو پیدائی خدا باشد نہاں تو نہاں شو تا کہ حق گردد عیاں

(یعنی: جب تک تو ظاہر ہے خدائے تعالیٰ پوشیدہ ہے، تو چھپ جا، تا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر ہو) اور اپنے آپ سے چھپ جانے کے یہ معنی ہیں کہ دیکھی بھالی چیزوں سے غائب ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کی ہستی کے ظہور میں فانی ہو جائے۔ جب تک سالک میں اسکی خودی کا علم قائم ہے اور اپنی ذات سے فانی نہیں ہوا، پردوں ہی پردوں میں ہے کیونکہ **اَلْعِلْمُ بِحِجَابٍ اَكْبَرٍ** (علم بڑا بھاری پردہ ہے) اور حجاب اکبر سے اپنی خودی کا علم مراد ہے۔ جب سالک اپنی خودی سے چھٹکارا پا جائے اور اپنے علم اور حسوں کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی کے ظہور کے مشاہدے میں گم کر دے تو حق سے حق کو پالیتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ماسوائے حق کو بھول جانا فنا کہلاتا ہے۔ اور ماسوائے حق

لے جس کا تعلق حق سے نہ ہو وہ ماسوائے حق ہے اور جس کا تعلق حق کے ساتھ ہو وہ ماسوائے حق نہیں۔ اور تعلق کی تین قسمیں ہیں: محمود، مذموم، مباح۔ محمود (مثلاً تعلیم دین) تعلق بہ حق ہے، اور مذموم تعلق بہ غیر حق ہے، اور جو تعلق نہ محمود ہو نہ مذموم اسے مباح کہتے ہیں اس کا رکھنا جائز اور نہ رکھنا گناہ نہیں۔ پس اگر اس میں انہماک نہ ہو تو وہ بھی مانع عن الحق نہیں۔

کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) آفاق (اپنے سوا تمام موجودات)۔ (۲) نفس (اپنے آپ) آفاق کے علم کو علمِ حصولی کہتے ہیں اور اس علمِ حصولی کے زائل ہونے کا نام آفاق کو بھول جانا ہے اور اسی کو صوفیائے کرام فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں ماسوائے اللہ کا گذر نہ رہے یہاں تک کہ اگر دل کو تکلف کے ساتھ بھی ماسوی اللہ یاد دلا میں تو بھی اس کو یاد نہ آئے بلکہ اس کو قبول نہ کرے چنانچہ نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ السامی خدائے تعالیٰ کی یاد میں ایسے ڈوبے رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، حضرت ہر روز اس سے دریافت فرماتے کہ تمہارا کیا نام ہے؟ ایک دن اس نے کہا کہ اے حضرت شیخ! میں بیس برس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور ہر روز آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق کے طریقے سے نہیں پوچھتا لیکن جب ایک (اللہ کا) نام میرے دل پر غالب آ گیا ہے تو باقی تمام ناموں کو میں نے بھلا دیا ہے، جس وقت تیرا نام لینا چاہتا ہوں اس نام کی غیرت سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔

انفس کے علم کو علمِ حضوری کہتے ہیں اور علمِ حضوری کا زائل ہونا انفس کے بھول جانے کو کہتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک اسی کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ یہ فنائے قلب سے زیادہ کامل ہے بلکہ فنا کی حقیقت اسی مقام میں ہے اور فنائے قلب اس فنا کی صورت کی طرح سے ہے اور اس کے ظل کے مانند ہے۔ کیونکہ علمِ حصولی اصل میں علمِ حضوری کا ظل ہے، اگرچہ چیزوں کے علمِ حصولی کا مطلق طور پر زائل ہونا بھی مشکل ہے کیونکہ یہ بات اولیاء اللہ ہی کو نصیب ہے لیکن علمِ حضوری کا مطلق طور پر دور ہونا بہت ہی مشکل ہے اور اولیاء میں سے کابلیں کا حصہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور تعجب نہیں کہ اکثر عقلمند اس بات کو بلکہ اس کے تصور کو محال جانیں اور صاحبِ علم پر معلوم کے حاضر نہ ہونے کو خواب و خیال سمجھیں۔ صاحبِ علم کے حق میں علمِ حضوری کے زائل ہونے کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ علم اپنی بالکل نفی کر دے اور اس کا کوئی

عین اور اثر نہ رہے۔ تاکہ علم اور معلوم کا زائل ہونا سمجھا جائے کیونکہ اس مقام میں علم اور معلوم، علم والے کا اپنا نفس ہی ہے پس جب تک صاحب علم کا نفس زائل نہ ہو، علم و معلوم کی نفی نہیں ہوتی۔ اس فنائے حقیقی کے حاصل ہونے سے نفس مقامِ اطمینان میں آجاتا ہے اور حق تعالیٰ سے راضی و مرضی ہو جاتا ہے اسی کو بقا کہتے ہیں۔ لفظہ تعالیٰ: **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** (یعنی: اے نفسِ مطمئنہ، لوٹ چل اپنے پروردگار کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی)۔ اور بقا اور رجوع کے بعد دوسروں کی ہدایت اور تکمیل کا معاملہ اس سے متعلق ہو جاتا ہے اور عناصرِ اربعہ جو بدن کے ارکان ہیں (آگ، پانی، مٹی، ہوا) اور ان میں سے کوئی کسی بات کا تقاضا کرتا اور کوئی کسی چیز کو چاہتا ہے۔ پس یہ نفسِ مطمئنہ ان عناصر کی طبیعت کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کرتا ہے یہی وہ جہاد ہے جس کو حدیث شریف میں جہادِ اکبر کہا گیا ہے، یہ دولت بدن کے لطائف میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ سبحان اللہ وہی لطیفہ جو تمام لطائف میں سے بزرگ ہوتا ہے سب سے بہتر ہو جاتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: **خَيْرُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَيْرُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقَّهُوا** (یعنی جو جاہلیت میں تم سے بہتر ہیں وہ اسلام میں بھی تم سے بہتر ہیں۔ جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔)

علم کی فضیلت

اے عزیز! اب آپ کے سامنے علم کی فضیلت اور عمل کی بزرگی بیان کی جاتی ہے اور یہ کہ کونسا علم ضروری اور قابل عمل ہے اور کونسا غیر ضروری اور لائق ترک اور آفاقی پردوں میں سے ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک جماعت نے قال کو حال پر ترجیح دے کر عقلی اور نقلی دلیلوں سے اسے پڑھنے، جاننے، بات کرنے وغیرہ کو عظیم الشان عبادتوں میں شمار کیا ہے اور ظاہری اعمال پر کفایت کر کے اعمال کے باطنی پہلو سے بالکل بے خبر رہے اور اس دولتِ لازوال سے محروم رہ گئے ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت ظاہری علم اور عمل سے منکر ہو کر نفس اور شیطان کے گھڑے ہوئے راستوں پر چلنا عین طاعت اور سعادت سمجھ بیٹھی

ہیں اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں (فَضَلُوا وَاَضَلُّوا) لیکن جنہوں نے اپنے ظاہر اور باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت سے آراستہ کیا ہو اور جو خدا تم اور رسول کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو تو اس کا پھل سب کا سب نورانی اور ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا:

(ترجمہ) "اے بندے! علم وہی نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے اور جدائی سے ملاپ تک لائے اور دوری سے حضوری تک آستہ دکھائے جس چیز کو تو دیکھے مجھ کو جانے اور مجھ ہی کو پڑھے۔"

پس اصل علم وہی ہے کہ آخرت کی سمجھ کو روشن کرے اور آخرت کی سمجھ وہ ہے کہ آدمی کو خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور آخرت کے کاموں اور خدائے تعالیٰ کی تلاش میں مدد دینے والی ہو، طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے طالبوں کے لئے ظاہر اور باطن کی پونجی اور سجاوٹ ہو۔ یعنی علم کی برکت سے عمل کے لباس کے ساتھ آراستہ ہو اور دنیا کی آلائشوں سے گندہ نہ ہو، اپنے سب وقتوں کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت، رضامندی اور حق جوئی میں گزارے اور خدائے تعالیٰ کی مخلوق پر مہربان اور رحمدل ہو۔ اور لوگوں کو محض خدا کے واسطے دینی فائدے پہنچائے جن کو فیض پہنچایا ہے ان سے شاباش کی امید اور خدمت کی توقع نہ رکھے، اپنے کامل ہونے اور اپنی کسی خوبی پر نظر نہ کرے۔ علم کا ذریعہ ہونے کے سبب اپنی ذات کو بزرگ نہ جانے، کسی پر فخر نہ کرے، حق کو باطل سے جدا کرے، لوگوں کو ان کی بھلائی برائی سے واقف کرے اور دیلیس دے، خلقت کو خدا کی دوستی پر رغبت دلائے اور دنیا کا فقر و فاقہ آجانے پر اپنی جگہ سے پھسل نہ جائے لالچ اور خواہش پرستی سے علم کی بزرگی کو ضائع نہ کرے، بڑی مجلسوں میں ہرگز نہ بیٹھے اور اپنے ظاہری اور باطنی اوقات کو ہو بہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر گزارے، خدا و رسول کے آداب کو جس طرح پرکے بجالانے کا حق ہے، بجالائے۔ جو جان لیا ہے اس پر عمل کرے، جسمانی اور روحانی یعنی ظاہری اور باطنی عبادتوں کو جمع کر کے ایک ساتھ کرے تاکہ علم اور عمل کی برکتوں سے نفس کی برائیوں سے صاف ہو کر خدائے تعالیٰ کے قرب کی نیکی حاصل کرے اور اچھی عادتوں اور تعریف کے لائق خوبیوں سے خدائے تعالیٰ کی

درگاہ میں مقبول ہو۔ ایسے شخص کا فیض ایک جہان کو روشن کرتا اور اس کی ہدایت ایک دنیا کو جہالت اور گمراہی کے بھنور سے نکال کر کمال کے درجے تک پہنچاتی ہے، اس کے سر پر عزت اور اقبال کا تلج پہنایا جاتا ہے اور سعادت کا خلعت جو اس نے پہنا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔ عَزَّةُ الدُّنْيَا وَشَرَفُ الْآخِرَةِ (یعنی: دنیا کی عزت اور آخرت کی بزرگی) میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور نَوْمُ الْعَالَمِ عِبَادَةَ (یعنی: عالم کی نیند عبادت ہوتی ہے) اسی کی شان میں بشارت ہے۔ اس کی زبان سعادت کے دروازوں کی چابی ہے، اس کا کلام سب کا سب فیض اور برکت ہے۔ بیت

علم آں باشد کہ جاں زنده کند مرد را باقی و پائندہ کند

(یعنی: علم وہی ہے جو جان کو زندہ کرے اور آدمی کو باقی اور قائم رہنے والا بنائے)۔

ایسا کامل دین پرور عالم جو اوپر لکھی ہوئی خوبیاں رکھتا ہے اس قابل ہے کہ دنیا کا پیشوا ہو اور ہدایت کے نور سے دنیا کو چمکادے لیکن وہ شخص جو علم کو کمینی دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے اور رتبہ اور شان و شوکت کا طالب ہو اور عزت اور اقبال کا خواہشمند ہو، رات دن دنیا کی نفسانی لذتوں میں مشغول رہے، نفس اور شیطان کے حکموں پر چلے، امر و نہی پر چلنا گوارا نہ کرے، دل کو حرص و ہوا اور دوسری بُری عادتوں سے پاک نہ کرے، نیک عملوں اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری میں پکنا نہ ہو اگرچہ اس میں علم کی صورت ہے مگر علم کی حقیقت نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفًا سَرًّا

(یعنی: جو لوگ توریت پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے ان کی اُس گدھے کی مثال ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہو) حقیقت میں یہ مثال اسی کے حق میں ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

كُلُّ عَالِمٍ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ فَهُوَ مُسْتَحْرَجُ الشَّيْطَانِ (یعنی: جو عالم اپنے علم کے ساتھ

عمل نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے) اس لئے کہ علم کا مقصود عمل ہے اور عمل اپنے مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور خدا کے راستے میں ترقی اور بزرگی و برتر خدا کی رضا کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ (مقولہ) الْعِلْمُ بِيَدٍ وَبِالْعَمَلِ وَبِالْعَمَلِ

بِدُونِ الْعِلْمِ ضَلَالٌ (یعنی علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے) نیز ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ جاہل کا عمل دیوانہ پن ہے لیکن وہ علم جس کے ساتھ عمل نہ ہو بیگانہ پن ہے۔ چنانچہ ایک دانا طبیب اگر بیمار ہو جائے تو محض دوائیوں کا نام جانتا ہی اس کی بیماری کو دور نہیں کر سکتا، نہ ہی صحت بخشتا ہے جب تک کہ وہ دوائی کا استعمال نہ کرے اور پرہیز نہ کرے۔ ایسے ہی روحانی بیمار بھی روحانی بیماری سے صحتیاب نہیں ہو سکتا اور اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل نہ کرے۔ بقول سعدیؒ

خلافِ پیمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرے گا وہ منزل پر ہرگز نہیں پہنچے گا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔ اول: ظاہری عبادت، جس کا جسم کے اعضا کے ساتھ تعلق ہے اور ظاہری لوگوں کو پہنچی ہے۔ دوم: باطنی عبادت یعنی اپنے نفس کو بُری عادتوں اور دل کو غیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے پاک کرنا کہ خاص الخاص لوگوں کو عطا ہوا ہے پس جس شخص کے حصہ میں ازل سے ہی نیک سخی آئی ہو وہ دونوں کاموں میں بہت کوشش کرتا ہے علم کو عمل کے ساتھ اپنا امام بناتا ہے اور اپنے ظاہر و باطن کو جمع کرتا ہے اور جانتا ہے کہ خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَشَرُّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْجَهْلِ (یعنی: دنیا اور آخرت کی بھلائی علم کے ساتھ ہے اور دنیا اور آخرت کی برائی جہالت کے ساتھ ہے)

امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا، جاہل کے تمام رات تہا زاد کرنے سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلِيٍّ عَلَى آدِنِيٍّ اُمَّتِي (یعنی: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے میری فضیلت میرے ایک ادنیٰ امتی پر ہے) کیونکہ اسلام کے مرتبے اور دین کی عزتیں علم کی روشنی سے ہی پہچانی جاسکتی ہیں اور سعادت کا راستہ اور نیکیوں کا طریقہ علم کے ذریعہ سے ہی پاسکتے ہیں۔ شریعت کے کاموں کی تعظیم اور حکموں کی پیروی اور نواہی سے بچنا علم ہی سے ہو سکتا ہے،

دین اور دنیا کی عزت و اقبال علم کی برکت سے ہی بڑھتی ہے اس لئے کہ کوئی عمل بھی علم و عمل کے راستے پر چلنے کے بغیر خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے پرہیزگار علم حاصل کرنے کو دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص علم کے بغیر فقیر بنے وہ پاگل ہوتا ہے یا کافر ہو کر مرتا ہے۔

پس سعادت مند طالب کو چاہئے کہ سب سے پہلے فضل و کمال والے لوگوں کی صحبت میں رہے جن کے ظاہر اور باطن نیک عملوں سے آراستہ ہوں اور ان سے دینی علوم یعنی فقہ و حدیث اور تفسیر وغیرہ جن کا شریعت کے ساتھ تعلق ہے سیکھے تاکہ علم کے ذریعہ حق تعالیٰ کی دوستی میں اس کو رغبت ہو اور تاکہ اس کا دل نیک بختی کے راستے پر مائل ہو اور دینی علوم سے فارغ ہونے کے بعد باطنی شغل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اہل حقیقت اولیائے کرام کے ساتھ صحبت رکھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کے طریق پر چلے تاکہ وہ محبت اور شوق کے بیج اس کے دل میں بوئیں اور نفس کی برائیوں اور اس راستہ کی منزلوں اور مقاموں سے واقف کریں اور اس کے دل کو غیر حق سے پاک کر کے بے خودی اور فنا کا شربت چکھائیں۔ اور تسفیہ اور تزکیہ، جذبہ و سلوک، فنا و بقا کو اچھے طریق سے پورا کر لیں۔

اگر ظاہری اور باطنی علوم کی دولت ایک ہی بزرگ کی صحبت سے حاصل ہو جائے تو نور علی نور ہے اس بزرگ کی صحبت کو کبریت احمد (سرخ گندھک) کی مانند سمجھنا چاہئے، کیونکہ اخبار و احادیث میں آیات کہ الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (یعنی علماء، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں)۔ وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے باقی اور جاری رہا ہے، دو قسم کا ہے، ایک احکام کا علم جس کو شریعت کا ظاہری پہلو کہتے ہیں اور جس کو عالموں اور مجتہد اماموں نے فقہ میں ترتیب دیا اور علم کلام یعنی عقائد میں بیان کر دیا ہے۔ دوسرا اسرار کا علم جو شریعت کا باطنی پہلو ہے اور یہ اسرار کا ظاہری کی حقیقت اور ان کے ثمرات میں جو عارف کو معرفت کے حاصل ہونے سے ظاہر ہوتے ہیں جس کو متاخرین کی اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں اور متقدمین اور حدیث

کی زبان میں احسان کہتے ہیں (جیسا کہ پہلے حصہ میں گذر چکے ہیں) پس وارث عالم وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں کا حصہ حاصل ہو۔ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم ملا ہو اور دوسرا علم اس کو نصیب نہ ہوا ہو اس میں وارث انبیا نہیں ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سبب قسم کے ترک سے حصہ ملتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ بعض چیزوں میں سے حصہ ملے اور بعض میں سے نہ ملے، کیونکہ وہ شخص جس کو بعض چیزوں سے حصہ ملتا ہے وہ وارث نہیں ہوتا بلکہ فرستخواہ ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو مورث سے کسی قسم کی نزدیکی اور جنسیت کا تعلق نہیں، برخلاف وارث کے کہ وہ قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کے مانند کہا جاتا ہے اور ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ (یعنی: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) پس جو شخص دونوں قسم کے علوم نہ رکھتا ہو وہ وارث نہیں اور جو وارث نہیں وہ یقینی منوں میں عالم بھی نہ ہو گا ناگرہ کہ اس کے علم کو ایک قسم کے ساتھ مقید کرینگے اور یوں ہیں گے کہ مثلاً علم احکام کا عالم ہے یا علم کلام کا عالم ہے۔ اور عالم کامل وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ ایسے ہی عالموں کو علمائے ربانی اور علمائے راسخین کہتے ہیں اور قرآن شریف کی آیت وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ اِنهٰی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی حضرات کی صحبت انسان کے لئے کیسا بڑا نالہ والی سرخ گندھاک ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا عالم تجھے دستیاب نہ ہو تو علمائے ظاہر کو غنیمت جان اور ان کی صحبت سے علوم ظاہری حاصل کر کیونکہ کہا گیا ہے کہ مَا كَا لَا يَدْرٰكُ كَلْمًا لَا يَتْرٰكُ كَلْمًا (یعنی: جو چیز پوری نہ مل سکے اسے پوری چھوڑنا بھی نہ چاہئے جتنی کچھ ملے اتنی تولے لینا چاہئے) کیونکہ ایسا عالم بھی ہاتھ میں چراغ تولے ہوئے ہے اگرچہ خود اس سے ذرہ نہیں اٹھانا لیکن دوسروں کی رہنمائی تو کر سکتا ہے بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ :-

جز بہ خرد مند مفر ما عمل گرچہ عمل کار خرد مند نیست

(یعنی: عقلمند کی رائے کے بغیر عمل مت کر۔ اگرچہ ضروری نہیں کہ ہر عقلمند اچھا عمل بھی کرے)۔

لیکن اس معاملہ میں صحیح فکر سے کام لے کر اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی

بہتر کو اختیار کرے کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہی گمراہی کا ہے اور جس طرح مخلوقات کی نجات خدا کے وجود پر وابستہ ہے، اسی طرح دونوں جہان کا نقصان بھی انھیں پر منحصر ہے۔ اچھا عالم تمام جہان کے انسانوں سے بہتر ہے اور برا عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے، کیونکہ تمام جہان کی ہدایت اور گمراہی انہی کے وجود پر موقوف ہے۔ کسی نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے تو اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں، بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند اور خوشن گم است کرار مہری کند

(یعنی جو عالم اپنا مطلب پورا کرنے اور تن پروری میں لگا رہے وہ تو خود ہی گمراہ ہے کسی کو کیا راستہ دکھائے گا)

ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف میں تنبیہ اور وعید آئی ہے

چنانچہ ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (اے ایمان والو! کیوں

وہ بات کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: اتأثمون الناس

بالبیر وتتنسئون أنفسکم و انتم تتلون الکتاب أفلا تعقلون (یعنی کیا تم دوسرے

لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرتے ہو اور اپنی خبری نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے)

اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے

علم از بس ضروری ہے "کہ بے علم نتواں خارا شناخت" (یعنی: بے علم خدائے تعالیٰ کو

نہیں پہچان سکتا) اور طالب علم گرفتار کو صوفی آزاد پر تقدم ہے کیونکہ وہ احکام شرعی

کی تبلیغ کر کے مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے جو نبوت کا حصہ ہے اور اس پیروی سے وہ بہت

بڑے ثواب کا مستحق ہے اور صوفی نے آزادی کے ہوتے ہوئے صرف اپنے نفس کو نذاب سے

رہائی دلانی خلقت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص افضل ہے جس پر

بہت لوگوں کی نجات وابستہ ہو اس سے جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے، ہاں وہ

صوفی جس نے شیخ کامل کی صحبت میں اپنے ظاہر کو شریعت سے آراستہ کیا ہو اور باطن میں

فنا و بقا کے بعد دنیا کی طرف رجوع کر کے باجائز شیخ مخلوق کو خدائے تعالیٰ کی طرف

بلانے میں مشغول ہو سرخ گندھک کی مانند ہے۔ فافہم

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

نام لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ صرف ظاہری اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کو شریعت کہتے ہیں۔ یہ لوگ باطنی اعمال کی نفی کر کے سراسر غلطی اور جہالت میں جا پڑتے ہیں اور اسی طرح دوسرا گروہ محض باطنی اعمال کو ضروری جان کر ظاہری احکام سے غفلت کرتا اور کہتا ہے کہ شریعت الگ ہے اور چھلکے کی مانند محض بیکار ہے۔ اور طریقت اور ہے یعنی مغز کی طرح حاصل کرنے کے قابل ہے اور اسی گمراہی میں ظاہری احکام (نماز، روزہ وغیرہ) پر عمل نہیں کرتے، اس لئے یہاں ان اصطلاحات کی تشریح اہل علم کے طریقہ پر نہایت تحقیق کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ تمام احکام کا مجموعہ جن کا انسان مکلف ہے خواہ وہ ظاہری اعمال سے تعلق رکھتے ہوں یا باطنی اعمال سے شریعت کہلاتا ہے اور متقدمین (صدر اسلام کے بزرگوں) کی اصطلاح میں فقہ کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے کہ **مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا** یعنی نفس کا اپنے متعلق ان احکامات کو پہچاننا جو اس کے ظاہر و باطن سے متعلق ہیں اور ثواب و عذاب کو لازم کرنے والے ہیں۔ پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے دو حصے ہو گئے، پس ظاہری اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام فقہ ہو گیا اور باطنی اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام تصوف ہوا۔ اور ان باطنی اعمال کے طریقوں کو **طریقت** کہتے ہیں۔ باطنی اعمال کے ٹھیک طور پر ادا ہونے سے دل میں جو صفائی اور روشنی پیدا ہوتی ہے اس سے دل کے اوپر موجودات کی بعض حقیقتیں خواہ آنکھ سے نظر آنے والی ہوں یا نظر نہ آنے والی خاص طور پر اچھے بڑے عموں کی حقیقتیں اور اللہ پاک کی ذات و صفات و افعال وغیرہ کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان کے معاملات کا اظہار ہوتا ہے، ان اظہارات کو **حقیقت** کہتے ہیں، اور ظاہر ہونے کو **معرفت** کہتے ہیں۔ اور جس بزرگ پر یہ باتیں ظاہر ہوں اس کو **محقق** اور

عارف کہتے ہیں۔ پس یہ سب باتیں یعنی طریقت و حقیقت و معرفت، شریعت سے ہی تعلق رکھتی ہیں نہ کہ کوئی الگ چیز ہیں۔

اب اس بات کو محققین اور عارفین کے انداز میں ذرا وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" (جس پر ایمان کا دار و مدار ہے اور جس کی برکت سے بڑے سے بڑا کافر بخشتا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت کا وارث ہو جاتا ہے) طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے دو جزو ہیں۔ پہلے جزو یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں تمام آفاقی اور انفسی خداؤں کی نفی کر کے خدائے واحد کے موجود و مقصود اور معبود ہونے کو ثابت کرنا ہے۔ پس جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے، جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام اسوا اس کی نظر سے مٹ جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے۔ جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف ترقی کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی اثبات اور اس طریقت و حقیقت اور اس فنا و بقا اور اس سلوک و جذبہ کے حاصل ہونے پر وہ شخص ولی اللہ کہلاتا ہے اور اس کا نفس، امارہ پن چھوڑ کر مطمئن ہو جاتا اور پاک صاف بن جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جزو اول کے ساتھ جو نفی و اثبات ہے وابستہ ہیں۔

باقی رہا اس کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے، یہ دوسرا جزو شریعت کو کامل کرنے والا ہے جو کچھ ابتداء اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا وہ شریعت کی صورت تھی اور اس کا اسم و رسم تھا۔ شریعت کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور نبوت کے کمالات جو کامل بعد اوروں کو انبیاء علیہم السلوٰۃ والسلام کی وراثت اور پیروی کے طور پر حاصل ہوتے ہیں وہ بھی اس مقام میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ طریقت اور حقیقت جن سے ولایت حاصل ہوتی ہے شریعت کی حقیقت

اور کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے کے لئے گویا شرائط ہیں۔ ولایت کو طہارت یعنی وضو کی طرح سمجھنا چاہئے اور شریعت کو نماز کی طرح۔ طریقت میں حقیقی نجاستیں دور ہوتی ہیں اور حقیقت میں حکمی نجاستیں، اور جس طرح انسان ظاہری اعضاء کی طہارت کے بعد نماز کے ظاہری احکام ادا کرنے کے لائق ہوتا ہے اسی طرح طریقت اور حقیقت کے ساتھ کامل طہارت حاصل ہونے کے بعد شرع شریف کے احکام بجالانے کے لائق ہو جاتا ہے اور اس نماز کے ادا کرنے کی قابلیت ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبوں کی انتہا اور دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔

ان تینوں معاملوں یعنی طریقت، حقیقت اور شریعت کے آگے ایک اور معاملہ ہے جس کے آگے ان معاملوں کا کچھ اعتبار و شمار نہیں۔ جو کچھ مرتبہ حقیقت میں حاصل ہوا تھا اور اثبات و بقا سے تعلق رکھتا تھا وہ اس معاملہ کی صورت تھی اور یہ معاملہ اس صورت کی حقیقت ہے جیسا کہ شریعت کی صورت، جو شروع میں عام لوگوں کے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے اور طریقت اور حقیقت کے حاصل ہونے کے بعد اس صورت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ وہ معاملہ کہ جس کی صورت شریعت کی حقیقت ہو اور جس کی تمہید ولایت ہو وہ کس طرح بیان کیا جائے، اور اگر بالفرض بیان کیا جائے تو کوئی اس کی حقیقت کو کیا سمجھے اور کیا معلوم کرے گا۔ یہ معاملہ اولوالعزم پیغمبروں کی وراثت ہے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور جب اس معاملہ میں اصول (اولوالعزم پیغمبر) ہی کم ہوں تو فروع (اس وراثت کو پانے والے پیرو) ضروری بہت کم و قابل ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس معاملہ کا صاحب، شریعت سے آزاد اور بے فکر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے۔ یہ دنیا، دارِ عمل ہے، باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے اور باطن کی ترقیاں ظاہری احکام کے بجالانے پر موقوف ہیں پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر و باطن کے لئے شریعت کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتیجے اور پھل باطن کے نصیب ہیں۔ بلکہ سالک جس قدر

مسئلہ: کسی شخص سے خواہ وہ ہی ہو یا ولی شرعی نکالیف سا قاطع نہیں ہو سکتا۔

شرعی پابندیوں کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ثرب میں ترقی کرتا جائے گا۔

مسئلہ نبوت افضل ہے ولایت سے اگرچہ اس نبی ہی کی ولایت ہو

بعض مشائخ نے سُکر کے وقت کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ اور بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد اس نبی کی ولایت ہے تاکہ نبی پر افضل ہونے کا وہم بٹا رہے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ کمالاتِ نبوت کے مقابلے میں کمالاتِ ولایت کی کچھ حیثیت نہیں۔ آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی کیا مقدار ہے۔ کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ ولایت دونوں میں عروج کے وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے بلکہ مرتبہ ولایت میں عروجی کمالات کی صورت ہے اور مرتبہ نبوت میں اس کی حقیقت ہے البتہ نزول کے وقت ولایت میں بظاہر خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باطن میں حق کی طرف۔ اور نبوت کے نزول میں ظاہر باطن سے خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کلی طور پر ان کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ پس ان کا مخلوق کی طرف متوجہ ہونا عوام کی طرح اپنی گرفتاری کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگوار ماسویٰ کی گرفتاری کو پہلے ہی قدم میں چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ان کی یہ توجہ مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہے تاکہ مخلوق کو خالق کی طرف رہنمائی کریں اور مولیٰ کی رضا جوئی کا راستہ دکھائیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی توجہ بخلق جس کا مقصد مخلوق کو ماسویٰ کی غلامی سے آزاد کرنا ہو، اس توجہ بحق سے کئی درجے فضیلت والی ہے جو اپنے نفس کے لئے ہو۔ المختصر ولایت میں سینہ کی تنگی کے باعث مخلوق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوت میں کمال شرح صدر ہوتا ہے اس لئے نہ توجہ حق تعالیٰ کی طرف کی توجہ مخلوق کی طرف توجہ کو روکتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے منع کرتی ہے اسی لئے مستقیم حالات والے بزرگوں کے نزدیک نبوت افضل ہے ولایت سے اگرچہ وہ ولایت اسی نبی کی ہو۔

بعض بزرگوں سے سُکر کی حالت میں بعض باتیں خلافِ شریعت واقع ہوئی ہیں

ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ تو عارضی طور پر واقع ہوئی ہیں، جب سُکران سے دور ہو جاتا ہے تو پھر وہ اصل حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں جیسا کہ آگے سُکر اور صبح کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔ یہاں تو یہی بات واضح کرنی ہے کہ اصلی مقصود شریعت کے سوا کچھ اور ہرگز نہیں ہے۔ طریقت، شریعت کی خادم اور شریعت کو کامل کرنے والی ہے اور دونوں ایک دوسرے کا عین ہیں، بال کے برابر بھی ان میں فرق نہیں، صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا فرق ہے: **كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَيْدٌ قَدْرٌ** (یعنی جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ اور گمراہی ہے)۔

پس شریعت تمام کمالات کی ماں اور تمام مقامات کی اصل ہے۔ شریعت کے نتیجے اور پھل صرف اسی دنیا پر موقوف نہیں ہیں بلکہ آخرت کے کمالات اور ہمیشہ کا ناز و نعمت بھی شریعت کے پھل ہیں۔ گویا شریعت شجرہ طیبہ ہے جس کے پھلوں اور میووں سے لوگ اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر قسم کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہیں۔ پس شریعت پر عمل کر کے حقیقت کو تلاش کرنا بہادروں کا کام ہے۔

رَزَقْنَا اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَاِيَّاكُمْ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰی مُتَابِعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ
عَلَيْهِ وَعَلٰى اِلٰهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ وَالتَّحِيّٰتِ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا

سیوراربعہ

سیور جمع ہے سیر کی، اربعہ کے معنی ہیں چار۔ پس سیور اربعہ کے معنی چار سیریں۔ اللہ والوں نے اس راستہ کو چار سیروں میں تقسیم کیا ہے اور یہ چاروں سیریں علمی اور روحانی طور پر ہوتی ہیں نہ کہ جسمانی۔ بات یہ ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے کے مرتبے اگرچہ بے انتہا ہیں لیکن عالم مثال میں کشف کی نظر سے تمام ایک دائرہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور سالک اپنے تئیں عالم مثال میں اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا وہ سیر کر رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ اب ان چاروں سیروں کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

۱) سیر الی اللہ: اے بھائی! جانتا چاہئے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفیں

سات یا آٹھ ہیں چنانچہ علمائے کرام نے اس کے متعلق بحثیں کی ہیں لیکن ان صفات کی
جزئیات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام وہ ہی نہیں ہیں جو احادیث میں
ذکر کئے گئے ہیں یا جو ہزار نام تورات میں مذکور ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ان ناموں کے علاوہ

جو شریعت سے ثابت ہیں نہیں پکارنا چاہئے۔ لیکن اتنے ہی ناموں میں محصور اور محدود نہ سمجھنا
چاہئے کیونکہ ان کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ
أَقْلَامٌ وَالْبَحْرِ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةَ مِائَةِ مِائَةِ كَلِمَاتٍ لَأَنبَغَتْ لَكُمُ الْكَلِمَاتُ** (یعنی
اگر تمام زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی اور اسی طرح کے سات اور دریا سیاہی ہو جائیں تب بھی
اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں) جیسا کہ سعدی نے کہا ہے۔ شعر

نہ خوش غایتے دار دنہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنه مستقی و دریا، همچاں باقی

(نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کی بات کی کوئی حد ہے۔ پیاس کا مریض (بقدر طرف پانی پینے
کے باوجود) پیاسا ہی مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے) اس یہ تمام موجودات جو اللہ تعالیٰ
کے اسماء اور صفات کے ظلال اور عکس اور مظہر ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی
طرح بے انتہا ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ** (یعنی

جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے)۔ جب سالک علم اسفل یعنی
اسماء و صفات الہی کے ظلال (موجودات) سے علم اعلیٰ یعنی ان اسماء و صفات الہی
کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل
کو پہنچ جاتا ہے اور رنگ میں اصلیت پاتا اور وجود میں اصل ہی دیکھتا ہے اور اپنے
آپ کو اس میں فانی اور مٹا ہوا پاتا ہے حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف
وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے پس اس دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح میں سیر الی
اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ اور اولیا کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے۔

اکثر اولیا، اسی ظلال کو دائرہ صفات یعنی ولایت کبریٰ اور انبیاء کی ولایت خیال
کرتے اور اسی کو عین صفات سمجھتے ہیں اور اسی حالت میں آذ اللہ ہمہ بنیتے ہیں،
حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے دراز اور ارفع ہے۔

اگر کوئی شخص ولایتِ صغریٰ اور ظلال کے مرتبوں میں تفصیل کے ساتھ سیر کرے تو یہ ابدالآباد تک بھی ختم نہ ہو۔ لیکن ہر شخص ان مراتب میں اتنی ہی سیر کرتا ہے جتنا کہ اس میں اس کا حق ہے۔ اور ایک ظل سے دوسرے ظل میں اور دوسرے سے تیسرے میں پہنچ جاتا ہے اور ایک بلندی سے دوسری بلندی کی طرف ترقی کر کے اس کی اصل میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی طرح جس ظل میں بھی پہنچ جاتا ہے اس میں اپنے آپ کو فانی پاتا ہے اور اس کے وجود میں باقی رہ جاتا ہے یہاں تک کہ ممکنات کے علوم طے کر کے اور کلی طور پر ان کے فنا ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک وصول حاصل کر لیتا ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور مولانا رومیؒ کے شعر کا یہی مطلب ہے:-

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ، ہچو سبزہ بارہار وئیدہ ام

(یعنی: سات سو ستر قالب (ظلال کے پردے) میں نے دیکھے ہیں اور ان میں فنا ہو کر) سبزے کی طرح بارہا آگاہوں)

(۲) سیر فی اللہ: اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے شامل ہو جائے تو اس جگہ سے ترقی کر جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اسماء و صفات کے دائرہ میں جو ظلال کے دائروں کی اصل ہے داخلہ میسر ہو جائے اور سالک اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء اور شیون و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں سیر کرتا ہے۔ پس وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسماء و صفات وغیرہ میں جو حرکتِ علمیہ (سیر علمی) واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہ سیر ولایتِ کبریٰ میں جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے واقع ہوتی ہے اور دوسروں کو یہ ولایت انبیاء علیہم السلام کی تابعداری ہی سے نسبت ہوتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو کہ عروج کی انتہا کو پہنچ جائے۔ عالم امر کے پانچوں لطیفے اس دائرہ کی انتہا ہیں اور یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے اور نہ کسی اشارے سے بیان کر سکتے ہیں اور نہ کسی نام سے اس کو پکارا جا سکتا ہے، نہ کسی کنایہ سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی عالم جان سکتا ہے اور نہ صاحبِ ادراک اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس سیر کا نام بقارکھا گیا ہے۔ یہ سیر آفاقی اور انفسی سیر یعنی سیر ان اللہ سے منزلوں و دراور و راء الوراء ہے۔ سیر آفاقی کو سیر الی اللہ

اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے کیونکہ انفس بھی آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہے۔ تو اس صورت میں دائرہ امکان کا قطع کرنا ناممکن ہوگا اور اس سے ہمیشہ کی ناامیدی اور نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، نہ کبھی فنا ثابت ہوگی نہ بقا تصور کی جاسکے گی۔ پھر خدائے تعالیٰ کا وصال اور اتصال کیسے ہوگا اور اس کا قرب و کمال کیا حاصل ہوگا۔

چوں توئی کے یار گردد یارِ تو
تا نباشی یار باشد یارِ تو

(یعنی: جب تک تو ہے یار تیرا یار کب ہو دے۔ تو اپنے تئیں فنا کر دے پس جب تو نہیں ہوگا تو یار تیرا یار ہوگا) یہی وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اسی مقام پر شرح صدر ہوتا ہے اور سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ صدارت کے تخت پر بیٹھتا ہے اور رضا کے مقام کی جانب ترقی کرتا ہے، یہ جگہ انبیاء علیہم السلام کی ولایت کبریٰ کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ** (یعنی: پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب

کی طرف سے ایمان کی روشنی رکھتا ہے) (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آ گیا ہے)۔ ان کمالات کے مقابلے میں جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں عالم امر سے تعلق رکھنے والے کمالات ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلے میں قطرہ۔ یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے اسم الظاہر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کمالات جو اسم الباطن سے تعلق رکھتے ہیں وہ اور ہیں اور اسم الباطن میں سیر کرنا ولایت علیا میں قدم رکھنا ہے جو فرشتوں کی ولایت اور سیر فی اللہ کا دوسرا اور اعلیٰ درجہ ہے اور اس کا معاملہ چھپانے اور باطن میں رکھنے کے مناسب ہے البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں ذات کے لحاظ کے بغیر ہے اور اسم باطن کی سیر بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ہے لیکن اس کے ساتھ ذات کا بھی لحاظ ہوتا ہے گویا کہ یہ صفاتی نام حضرت ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی سیر میں ذات کا کوئی لحاظ اور خیال نہیں ہوتا لیکن اس کے اسم علیم میں علم کی صفت کے پردے میں وہ ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے

اور عظیم کی سیر اسم باطن کی سیر ہے باقی تمام صفاتی ناموں کو بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

اسم ظاہر اور اسم باطن کے بیان میں علم اور علم کے درمیان جو فرق ظاہر کیا گیا ہے اس کو

تھوڑا نہ خیال کرنا چاہئے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان سیروں کا طے کرنا کہنے کی طرح آسان کام

ہے اور تھوڑی سی مدت میں ہو جاتا ہے بلکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں کامل طور پر

کبھی طے نہیں ہوتیں اور آیہ کریمہ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ قِيَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ

خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (یعنی: فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس (خدا کے تعالیٰ) کی طرف اس دن میں

کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب ان دو مبارک

ناموں کے سب کے سب کمالات حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لئے دو بازو ہیں جن کی

مدد سے عالم قدس میں پرواز کرتا ہے اور سالک کو وہ درجات حاصل ہو جاتے ہیں اور استفادہ

بے اندازہ ترقیاں حاصل کرتا ہے کہ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی صفوں میں رنگے جاؤ)

کی حقیقت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کو وہ صفیں حاصل ہو جاتی ہیں جو حق تعالیٰ

کی صفوں کے مناسب ہیں اور یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں

ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کیونکہ یہ ناممکن ہے اور شرک ہے اور اس سے حقیقتوں اور

صفوں میں تغیر لازم آتا ہے اور یہ خدا کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت خواجہ محمد یار ساقی سرہ اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کہ ”اور صفت بَلِکْ ہے اور مَلِکْ کے معنی سب پر قابو رکھنے والے (منتصرف) کے ہیں

جب سالک اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف

دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفت بَلِکْ سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت بصیر ہے اور بَصِيرٌ کے معنی دیکھنے والے کے ہیں جب سالک کی

دل کی آنکھ دیکھنے والی ہو جاتی ہے اور نور فرست (دانائی) سے اپنے تمام عیب دیکھ

لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے یعنی سب کو اپنے آپ سے

بہتر دیکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کو منظور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جو کچھ وہ کرتا ہے

حق کی رضا مندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت بصیر سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ سمیع ہے اور تمییز کے معنی سننے والا ہے۔ جب سالك حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سُنے بلا کلف قبول کر لیتا ہے اور چھپے ہوئے بھیدوں اور بے شہہ حقائق کو دل کے کانوں سے سُن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ مُحیی ہے اور مُحیی کے معنی زندہ کرنے والا ہے جب سالك طریقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی ہوئی (یعنی جن پر لوگ عمل نہ کرتے ہوں) سنتوں کو زندہ کرنے اور رواج دینے میں کوشش کرتا اور مشغول رہتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ مُمیت ہے اور مُمیت کے معنی مارنے والا ہے جب سالك بدعتوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوتی ہوں دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔

اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے اور عام لوگوں نے تَخَلَّفُوا کے معنی اور طرح سمجھے ہیں اس لئے مگر اسی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انھوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا ضروری ہے اور غیب کی چیزوں کا اس پر ظاہر ہونا لازمی ہے اور اس قسم کے کئی بیہودہ اور فاسد خیالات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ

اور وہ سیر حوان کمالات سے اوپر واقع ہو وہ کمالات نبوت کا شروع ہے، ان کمالات کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے پیدا ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری پیروی کرنے والوں کو بھی ان کی پیروی کے سبب سے ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ ولایت علیا تک ترقیاں اصلیت کے طور پر عناصرِ ثلاثہ سوائے خاک یعنی آگ، ہوا اور پانی کے نصیب ہیں بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان تینوں عناصر سے نصیب حاصل ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی تسبیح سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالسَّلْجِ (یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا) لیکن کمالات

نبوت کا مزہ عنصرِ خاک کے نصیب ہے اور باقی لطائفِ عالمِ امر و خلق اس کے تابع ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے۔ اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ، کبریٰ اور علیا کے

سب کمالات مقام نبوت کے کمالات کے ظلال اور ان کی حقیقت کے لئے مثال کی طرح ہیں اور ان کمالات کو ان کمالات سے وہی نسبت ہے جو دریا کو قطرہ سے بلکہ غیر تنہا ہی کو تنہا ہی سے اور لا محدود کو محدود سے۔ اس سے یہ بات اور واضح ہو گئی کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو۔

جب سالک کمالات نبوت کے دائرہ کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے تو یہ مرکز دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اس کا نام دائرہ کمالات رسالت ہو جاتا ہے جو کہ انبیاء مرسل کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر یہ رتبہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتا ہے تو رسولوں کی کامل تابعداری سے حاصل ہوتا ہے اور جب دوسرے دائرہ کے مرکز پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور یہ دائرہ کمالات اولوالعزم کا دائرہ ہے جو کہ مثالیت سے اونچا ہے۔ انبیاء اولوالعزم کو جب یہ رتبہ دیتے ہیں تو چیزوں کا قیام ان سے ہوتا ہے بعض صاحب نصیب اولیاء بھی انبیاء کی تابعداری سے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد عدم محض ہے اور بس۔ یعنی وجود کا معاملہ یہاں ختم ہے اور ممکن کی رسائی اس سے آگے بند ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ لَيْسَ وَرَاءَهُ إِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ (یعنی اس سے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں) اور یہ عدم وجود کی نقیض اور متضاد ہے لیکن کوئی اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ عنقا شکار ہو گیا اور مقصود حاصل ہو گیا۔ کیونکہ

عنقا شکار کس نہ شود دام باز ہیں کیں جا ہمیشہ باد بدست ست ام را

(یعنی: اے شکاری! عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال خالی رہتا ہے) پس حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اس وجود اور عدم سے ماوراء ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں، وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سُبْحٰنَهُ وَرَآءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَآءُ الْوَرَاءِ (یعنی: حق سبحانہ و تعالیٰ وراہ الوراہ ثم وراہ الوراہ ہے۔ یعنی بہت ہی بلند ہے)

ہنوز ایوان استغنا بلند ست مر افکر رسیدن ناپسند ست

(یعنی: ابھی استغنا کا مکان بہت بلند ہے اور میرا وہاں پہنچنے کا خیال ناپسند ہے)

باوجود اس کے کہ تمام پردے اٹھ گئے مگر وراثت قائم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت

اور کبریائی اس کے ادراک کو روکتی اور وجدان کو منع کرتی ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ خانہ کعبہ میں پہنچ کر اس کی عظمت و جلال کی وجہ سے اس کی چھت کی طرف دیکھنا شرع شریف میں منع کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو خانہ کعبہ کا وصول میسر نہیں ہو (فانہم) یہ ہے سیر فی اللہ کی مختصر تفصیل۔

(۳) سیر عن اللہ باللہ۔ سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں (۱) مستہلکین یعنی وہ لوگ جو ذات باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمال الہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے ہیں۔ (۲) راجعین الی الذمۃ۔ ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے کہ تم خود آتے ہو میری طرف لاؤ، اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو، تمہارا مشاہدہ اب بندہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی مشوق کی طرف تھی اور آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي (یعنی کہہ دے) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو) پر عمل تھا، سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ مشوق۔ اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے اور آیت مذکورہ کے دوسرے جز یعنی يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا) سے مشرف ہو جاتا ہے کیونکہ سالک تعالیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحب دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں سیر عن اللہ باللہ کے طریقے پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی توجہ تمام تر مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی اگرچہ ظاہر میں وہ بتدی کا شریکِ حال ہے لیکن گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور خلق کی طرف توجہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے اور اس میں وہ اپنی رغبت کچھ نہیں رکھتا بلکہ اس توجہ میں

حق تعالیٰ کی رضا مندی ہے برخلاف بتدی کے کہ اس میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضا مندی ہے۔ بتدی مشاہدہ حق سے سراسر دور ہے لیکن جو پردے انتہی سے دور ہو چکے ہیں وہ پھر واپس نہیں ہوتے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کا وزیر بادشاہ کے ساتھ قرب بھی رکھتا ہے اس طرح پرکہ کوئی ظاہری اور باطنی پردہ درمیان میں نہیں ہوتا، اس کے باوجود اس کو ضرورت مند لوگوں کی خدمت اور سلطنت کے کاموں کو انجام دینے میں مشغول کیا جاتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس مشغولی کے ہوتے ہوئے بادشاہ کے جمال سے اس کو کوئی پردہ ہے۔ پس اس سیر میں سالک علمِ اعلیٰ سے علمِ اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا، ایسا عارف اللہ کو اللہ کے ساتھ جھلانے والا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی طرف مشغول ہونے میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توجہ سہی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے اور باطن میں وہ اللہ کے ساتھ ہے) اور اللہ کی طرف اللہ کے ساتھ رجوع کرنے والا اور ظاہر میں گم کرنے والا، جدا ہونے والا اور دور ہونے والا ہے اور باطن میں پانے والا اور ملنے والا اور نزدیک ہونے والا ہے۔

(۴) سیر فی الاشیاء بالشریہ سالک کی چوتھی سیر ہے جو رجوع کے بعد

اشیاء میں ہے اور سیر اول میں جو اشیاء کے علوم بالکل مٹ گئے تھے اب پھر یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کلی طور پر مخلوق کے ساتھ بلا جلا رہتا ہے اور اگرچہ ظاہر میں اس کے تمام افعال عوام کی طرح دنیا کی مشغولی میں گزرتے ہیں لیکن وہ اصل میں اس شعر کا مصداق ہوتا ہے

ازدروں شو آشنا و از پروں بیگانہ و ش این چنین زیاروش کم می بود اندر جہاں

(یعنی: اپنے باطن میں ذاتِ حق سے واقف ہو جاؤ اور ظاہر میں بیگانوں کی طرح رہو، اور اس قسم کے طریقے والے لوگ

دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں)۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پانی بھر کر لانے والی عورتیں کئی کئی منگے اوپر نیچے

سر پر رکھ کر بظاہر بے تکلف ایک دوسری سے باتیں کرتی ہوئیں چلی جاتی ہیں کیا مجال جو

ان کی رفتار میں فرق آجائے یا مشکوں میں کسی قسم کی جنبش ہو اور چھلکیں۔ کیونکہ دل کی توجہ پورے طور پر مشکوں پر لگی رہتی ہے اور یہ توجہ ان میں راسخ ہو کر طبیعت بن جاتی ہے۔ یہی حال سالک کامل کی توجہ کا حق کی طرف ہے۔ چاروں سیروں کا بیان تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے اب اس بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جائے۔

خلاصہ بیان | یہ راستہ چار سیروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) سیر الی اللہ: اس میں سالک اپنے آپ کو اور تمام موجودات کو مٹاتا ہے اور ایک ذات حق کو ثابت کرتا ہے۔ سیر کے اس دائرہ کو دائرہ امکان (مجموعہ لطائف عالم خلق و امر) کہتے ہیں اور اس مقام کو مقام فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے صاحب پر ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۲) اب ولایت صغریٰ میں وہ سیر شروع ہوتی ہے جو اولیاء اللہ کی ولایت ہے اس سیر میں سالک اسما و صفات الہی کے ظلال میں سیر کرتا ہے۔ دائرہ ظلال کے قطع کرنے کے بعد اسما و صفات الہی میں مستحی کے لحاظ کے بغیر سیر کرتا ہے، جس کو ولایت کبریٰ یعنی انبیا علیہم السلام کی ولایت کہتے ہیں یہ ولایت کبریٰ کے نیچے کا نصف حصہ ہے جو اسما و صفات زائدہ کو شامل ہے پھر اس کے اوپر کے نصف دائرہ میں جوشیوں و اعتبارات کو شامل ہے سیر واقع ہوتی ہے۔ یہ ولایت بلا را علی یعنی فرشتوں کی ولایت کہلاتی ہے اور ان تینوں ولایتوں میں خاک کے سوا باقی تینوں عناصر مورد فیض ہوتے ہیں ان تینوں ولایتوں کے حاصل ہونے پر فنا نفس حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد محض فضل خداوندی سے کمالات نبوت، رسالت اور اولوالعزم میں سیر واقع ہوتی ہے جس میں عنصر خاک کا زیادہ حصہ ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بعد عدم محض ہے۔ مطلوب حقیقی کو اس عدم محض سے بھی ورار الورا تلاش کرنا چاہئے۔ اسی ولایت سے گانہ اور نبوت سے گانہ کے کمالات کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقام بقا کہتے ہیں۔

(۳) و مستہلکین جو ہر وقت مشاہدہ جمال الہی میں ڈوبے رہتے ہیں اور رخ

عاشقان را جز تماشاے جمال یار نیست“ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔ ب راجعین الی الدعوة ان لوگوں کو خدا کی طرف بلانے کیلئے عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اس کو سیر عن اللہ کہتے ہیں۔

(۴) راجعین کو مخلوق کی طرف لوٹا کر ان کی اصلاح میں مشغول کر دیا جاتا ہے اور عام مخلوق کے ساتھ ان کے ظاہر کو خلط ملط کر کے احکام شرعیہ ان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اس سیر کو سیر فی الاشیاء بالشر کہتے ہیں۔ شرافت مستہلکین کے لئے ہے اور فضیلت راجعین کے لئے۔ پس سیر اول سیر چہارم کے مقابل ہے اور سیر دوم سیر سوم کے مقابلہ میں ہے۔ پہلی اور دوسری سیر نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو فنا و بقا سے مراد ہے اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگوں کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُو اِلَى اللّٰهِ عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِي الْاٰیۃ** (یعنی: کہدیکھے ایہ ہے میرا راستہ، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں)۔ (ف) ہر شخص کا عروج ایک خاص مقام تک ہوتا ہے جو اس کا مبدیہ تعیین ہے اس کے بعد اس کا رجوع اسی لحاظ سے ہوتا ہے۔ جس قدر کسی کا عروج کامل ہوگا رجوع بھی اسی قدر کامل ہوگا۔ اور جس قدر کوئی شخص شریعت و سنت کی پیروی کرے گا اور تقویٰ میں کمال پیدا کرے خالص اللہ کی عبادت کرے گا اتنا ہی عروج و رجوع کامل ہوگا۔ **ذٰلِكَ فَضَّلَ اللّٰهُ يُوْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ**۔

علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین

کسی چیز کے متعلق واقع کے مطابق پکے اعتقاد کو یقین کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرنے میں یقین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) علم الیقین: اور یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کے

مشاہدہ کرنے سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان نشانیوں کے

شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ سالک اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے۔ قطب المحققین:

سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبد اللہ الاحرار قدس سرہ الاسرار نے فرمایا کہ سیر

الی اللہ دو قسم ہے (۱) سیر مستطیل اور وہ یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرے کے

باہر تلاش کریں (سیر آفاق) اور یہ دُور در دُور ہے۔ (۲) سیر مستدیر یعنی اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی اندر تلاش کریں اور یہ قریب در قریب ہے (سیر انفسی) پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اتوار کے پردوں میں ہوں، خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو، وہ نور خواہ رنگین ہو یا بی رنگ ہو، محدود ہو یا غیر محدود، اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔ اس شعر میں سی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کے لئے مفید ہے۔

اے دوست ترا بہر مقامے حستم ہر دم خبرت ز این دآن مے حستم

(یعنی: اے دوست میں تجھ کو ہر مقام میں ڈھونڈتا تھا اور ہر وقت اس اور اس (کائنات) سے تیری خبر تلاش کرتا تھا)

یہ مشاہدہ چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا اور سوائے نشانی اور دلیل کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا اس لئے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کے وجود پر رہنمائی کرتا ہے۔ پس یہ مشاہدہ علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا اور نہ علم الیقین کے سوا کچھ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے قائم ہو سکتا ہے۔

(۲) عین الیقین: علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے

بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے۔ اور وہ بعض کے نزدیک سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔)

اور اس ذاتی شہود اور حضور کو سیر انفسی کہتے ہیں جو سیر الی اللہ کا دوسرا جزو ہے۔ لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیر انفسی بھی علم الیقین میں داخل ہے اور مقصود حقیقی کا پتہ دینے والی اور اس کے ظلال میں سے ہے چنانچہ

حَقُّ تَعَالَىٰ كَالرَّشَادِ بِ: سُرِّيهِمْ اَيْتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

اِنَّهُ الْحَقُّ الْاَلِيِّ (یعنی: ہم ان کو دنیا میں اور ان کے اپنے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ

ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے) بلکہ بندہ سے حق تعالیٰ تک قرب کی جانب میں، ایسا اور یہ

واقع ہوتی ہے جس کے قطع کرنے پر وصول الی اللہ منحصر ہے۔ یہ تیسری سیر بھی حقیقت میں علم الیقین ہی کو ثابت کرتی ہے۔ اور اگرچہ دائرہ ظلیت سے باہر اسما و صفات الہی میں ہے لیکن ظلیت کی آمیزش سے پاک و صاف نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے اسما و صفات حقیقت

میں حضرت ذات تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اس لئے وہ آثار و آیات میں داخل اور علم الیقین میں شمار کئے گئے ہیں۔ پس عین الیقین کا مشاہدہ سالک کے فنا کو لازم کرتا ہے اور اس مشاہدہ کے غلبہ میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اپنے محبوب کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کو ادراک بسیط اور معرفت بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مقام میں سالک مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) سے

مشرف ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ میں سراسر حیرت اور نادانی ہے علم کی اس میں گنجائش نہیں ہے اور سالک مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ كَلَّ لِسَانُهُ (یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی) کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کے لئے پردہ ہے اور عین الیقین علم الیقین کے لئے پردہ ہے۔

تو دل میں تو آتا ہی سمجھ میں نہیں آتا بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

۳۔ حق الیقین: جب سالک فنا کے بعد سیر فی اللہ کے مقام میں بقا باللہ سے

مشرف ہوتا ہے اور اس کا یہ مشاہدہ حق حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے

ساتھ۔ اور بِنِي يَتَمَعُ (مجھ ہی سے سنتا ہے) اور بِنِي يُبْصِرُ (مجھ ہی سے دیکھتا ہے) کا مرتبہ حاصل کرتا

ہے تو فنا کے مطلق (حقیقی فنا) حاصل کرنے کے بعد (جو ذات و صفات کی فنا ہے) حق تعالیٰ

محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک ایسا وجود (یعنی کیفیت) عطا کرتا ہے کہ سکر، حال

اور بخودی دور ہر ذکر صحوا اور ہوشیاری میں آجاتا ہے۔ اور اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے

کا پردہ نہیں رہتے بلکہ عارف عین مشاہدہ کی حالت میں عالم اور عین علم کی حالت میں مشاہدہ

کرنے والا ہوتا ہے، یہ حق الیقین ہے۔

یقین کے ان تینوں مرتبوں کو آپ اس مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً کوئی شخص بزرگوں کے

اقوال سے (تو اتر کے طور پر) یہ معلوم کر لے یا دوسرے مضبوط قریبوں اور دلیلوں سے

یہ جان لے کہ آگ کی تاثیر جلانا اور زہر کی تاثیر مارنا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ اگر کسی شخص کو آگ میں جلتا یا زہر کھا کر مرتا دیکھے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر خود آگ میں جلے یا زہر کھا کر حالت موت میں مبتلا ہو جائے تو یہ حق الیقین ہے۔ القصد سیرالی اللہ کا پھل علم الیقین ہے اور سیر فی اللہ میں مقام فنا فی اللہ کا نتیجہ عین الیقین اور بقا باللہ کا ثمرہ حق الیقین ہے فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ یرجع الاحوال فی المال۔

فنا اور بقا کی مزید تشریح

بات یہ ہے کہ جب سالک اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت سے کرتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ سالک کے قلب و قالب پر ہو جاتا ہے اس وقت اس کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوب حقیقی کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اسی کو تصوف کی اصطلاح میں مرتبہ جمع کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقام جہل اور مقام حیرت بھی کہتے ہیں، لیکن یہ وہ جہل ہے جو محمود ہے اور یہ وہ حیرت ہے جو ممدوح ہے۔ اور قول انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی و لیس فی بطنی سوی اللہ و کعبۃ من گرد من طواف کن وغیرہ شیطیات سب اسی مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اور اسی یک بینی کے اثرات و ثمرات ہیں۔ اور اسی حالت سکر سے ناشی ہیں۔ اَلسُّکْرٰی مَعْدُوْرُوْنَ کے تحت ان حضرات کے ان اقوال کی تاویل کی جاتی ہے اور یہ اقوال ظاہر کی طرف سے مصروف ہیں اور جو شخص اس حال کے حاصل ہونے اور کمال کے اس درجے تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کا کلام کرتا اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا ایسا شخص زندقہ و ملحد ہے۔ پس اس قسم کے خلاف شریعت کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی۔ سچے کے لئے آب حیات ہیں اور جھوٹے کے لئے زہر قاتل جس طرح کہ دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کے حق میں آب خوشنوار تھا اور قبیلوں کے حق میں خون۔ اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اور وہ ارباب سکر کی باتوں کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی و خسار میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔

پس جانتا چاہئے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول ہونا چند شرائط پر مشروط ہے جو اربابِ
سکر میں موجود ہیں اور ان کے غیر میں مفقود ہیں۔ ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسویٰ اللہ کا
نیان ہے جو اس قبولیت کی دلیل ہے۔ سچے اور جھوٹے کے درمیان شریعت کی استقامت
اور عدم استقامت سے فرق ظاہر ہو سکتا ہے یعنی جو سچا ہے وہ باوجود سُکروستی اور
عدم تمیز کے ایک بال بھر بھی شریعت کے برخلاف نہیں کرتا۔ منصور باوجود انا الحق کہنے
کے قید خانہ میں زنجیروں کے اندر جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ
کھانا جو ان ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال سے ہوتا نہ کھاتا تھا اور جو شخص
جھوٹا مدعی ہے اس پر احکامِ شرعیہ کا بجالانا کوہِ قاف کی طرح بھاری ہوتا ہے: **كَبُرَ عَلَى
الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ الْآيَةَ** (یعنی: شاق ہے مشرکین پر وہ چیز جس کی طرف (لے پیغمبر)
آپ انہیں بلاتے ہیں)۔ **رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا الْآيَةَ** (یعنی:
اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے معاملہ میں ہمیں ہدایت ہیا فرما)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و
اسلام ہے۔ بس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال
ہے طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے، کفر طریقت مقام
جمع ہے جو استتار یعنی پوشیدہ ہونے کا محل ہے اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود
ہو جاتی ہے کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے و بُرے آئینوں میں وحدت
محبوب کا جمال ہوتا ہے پس وہ خیر و شر نقص و کمال کو اس وحدت کے ظلال اور مظاہر
کے سوا نہیں پاتا۔ کبھی منظر کو عین ظاہر جان کر مخلوق کو عین حق خیال کرتا اور مرئوب
کو عین رب جانتا ہے۔ اس قسم کے سب پھول مرتبہ جمع ہی سے کھلتے ہیں۔ منصور اسی
مقام میں کہتا ہے

كَفَرْتُ بِدِينِ اللَّهِ وَالْكَفْرُ وَاجِبٌ لَدَائِي وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ قَبِيحٌ

(یعنی: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب تھا اور مسلمانوں کے نزدیک قبیح ہے)

یہ کفر طریقت کفر شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے لیکن شریعت کا کافر

مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور طریقت کا کافر مقبول اور اعلیٰ درجات کے لائق ہے کیونکہ یہ کفر و استتار محبوب حقیقی کے غلبہ محبت سے پیدا ہوتا ہے جس کے باعث محبوب حقیقی کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے اس لئے مقبول ہے۔ اور کفر شریعت چونکہ مرد یعنی سرکشی اور جہل کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے مردود ہے۔ اسی کفر طریقت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فنا سے حقیقی یا فنا فی الوجود یعنی فنا فی نفس کے بعد بقائے حقیقی یا بقا البقا کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اسی کو اسلام طریقت اور فرق بعد الجمع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے ۷

بچ کس راتا نگر در او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

(یعنی کسی شخص کو جب تک کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت میں فنا نہ ہو جائے بارگاہ الہی تک رسائی نہیں ہوتی۔) اس شعر میں رہ در بارگاہ کبریا سے مراد بقا باشر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پس اسلام طریقت جو تمیز کا مقام ہے جہاں حق باطل سے اور خیر شر سے متمیز ہے اور سکر صحو میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے بڑی مناسبت ہے۔ جب اسلام شریعت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو اس اسلام طریقت کے ساتھ اتحاد کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ہر دو اسلام اسلام شریعت ہیں اور ان میں فرق صرف ظاہر شریعت و باطن شریعت اور صورت شریعت و حقیقت شریعت کا ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بلند تر ہے اگرچہ حقیقت شریعت کے اسلام کی نسبت کمتر ہے ۷

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تور

(یعنی آسمان عرش کے مقابلے میں نیچا ہے لیکن مٹی کے ٹیلوں کے مقابلے میں بہت اونچا ہے) اسلام حقیقی کی دولت زوال سے محفوظ اور کفر کے عارض ہونے سے مصئون ہے۔ ماثورہ دعاؤں میں جو آیا ہے

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ (یعنی: اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان طلب

کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) یہ وہی ایمان ہے جو زوال سے محفوظ ہے اور آیت کریمہ

الْآنَ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یعنی: خبردار رہو، بیشک اولیاء اللہ پر

نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اسی ایمان والوں کے حال کا نشان ہے۔ کیونکہ ولایت اس ایمان کے بغیر منظور نہیں۔ اگرچہ مرتبہ جمع میں بھی اسم ولایت کا اطلاق کر سکتے ہیں لیکن نقص و قصور ہر وقت اس مرتبہ کا دامنگیر ہے۔ پس جب تک کفر طریقت سے متحقق نہ ہوں اسلام حقیقی سے مشرف نہیں ہوتے۔ یہ خواص بلکہ اخص الخواص کا مقام ہے اور وہ سچوے جو سکر کے بعد ہے اور جو سچوے پہلے ہے وہ عوام کا حال ہے۔

پس فنائے قلب جو دوام بے شعوری ازیا سوی سے عبارت ہے حاصل ہو جاتی ہے تو ولایت صغریٰ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور یہ فنا کی صورت ہے نہ کہ حقیقت اور اس فنائے قلبی میں خطرہ دل سے دور ہو جاتا ہے اور دماغ سے ریزاں رہتا ہے اس کے بعد فنائے نفس حاصل ہوتی ہے جو ولایت کبریٰ کے حصول پر منحصر ہے اس میں خطرہ دماغ سے بھی منتفی ہو جاتا ہے۔ اس وقت فنائے حقیقی اور حقیقت اسلام و شرح صد و مقام دوام شکر و رضا حاصل ہوتا ہے کہ حکم قضا پر چون و چرا کی مجال نہیں رہتی اور تکلیفات شرعیہ کے قبول میں دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلالی بدیہی ہو جاتا ہے۔ دیگر لطائف کی فتا ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے۔ تیار کرنا خواہد و میلش بہ کے باشد (یعنی تیار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہوتا ہے) جب فتا فی المعروف حاصل ہو جاتی ہے تو کمال عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور سالک مصدر باریت مقبولہ ہو جاتا ہے، اور سالک کا ہر قیل و فعل و حرکت و سکون جو اس سے سرزد ہوتا ہے اصل سے ہے اور از خود بخود ہے۔

کے بود خود ز خود جدا مانده من و تو رفتہ و خدا مانده

(یعنی: اپنے آپ سے جدا ہو کر خود کب رہتا ہے، میں اور تو ختم ہو گئے اور صرف خدا رہ گیا) اور اس قرب کا مطالب

یہ نہیں کہ حق و خلق و عبد و معبود و رب و مرئوب ایک ہو جاتا ہے جو عینیت ذاتی و اتحاد فاعل و

مفعول کا شبہ ہو۔ العبد عبد و الحق حق (بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے) بلکہ بات یہ ہے کہ

اتصالے ب تکلیف بے قیاس ہست رب الناس رابا جان ناس

یعنی: لوگوں کی جانوں کے ساتھ لوگوں کے پروردگار کو بے کیف و بے قیاس اتصال ہے۔

لَحْنٌ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ الْآيَةَ (یعنی ہم اُس سے ۲۱، شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) دیگر آیات و احادیثِ قدسی اسی اتصالِ بے کیف و بے قیاس کی خبر دیتے ہیں۔ اور اس قرب کا

بھی ادنیٰ و اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ادنیٰ یہ ہے کہ فاعل بندہ ہو اور آلہ حق، اور اس کو قرب نوافل و فنا سے تعبیر کرتے ہیں: لَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ الْقَدْسِيِّ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ التَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهِ وَرِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ (یعنی: بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے)۔

اور اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آلہ بندہ ہو اور فاعل حق جل جلالہ و غم نوالہ۔ اور اس قرب کو قربِ فرائض اور بقا سے تعبیر کرتے ہیں۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى الْآيَةَ (یعنی اے پیغمبر) جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں) اس پر دال ہے: ع: تَا كْرِبَايَا مِنْ دَوْلَتِ مُشْرَفِ سَا زَنْدِ (یعنی: دیکھئے کس کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں)۔

تو لگو ما را بداراں شہ بار نیست بر کر میاں کار ہا دشوار نیست

(یعنی: تو یہ نہ کہہ کہ اس بادشاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے، اس لئے کہ) کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہے) بناؤ کی حکایت جو حضرت شیخ سعدیؒ نے نظم کی ہے: مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ: بتا بد شب کر کے شب چراغ۔ الخ۔ اور دیگر نظم از سعدی: یکے قطرہ باراں ز ابرے چکیدہ چغل شد چو پینائے دریا بیدیدہ کہ جائے کہ دریاست من کیستم الخ اسی استعارہ و پوشیدگی اور فنا اور توحیدِ شہودی وغیرہ کا پتہ دیتے ہیں فلیرجع الیہما لے ہر جا بود ہر آشکارا سہارا جز نہاں بودن چہ چارا (یعنی: لیکن جس جگہ کہ آفتاب نکلا ہو، سہارا (ستارہ) کو چھپنے کے سوا کیا چارا ہے)۔

مبادی تعینات و حقیقتِ ظلال

مبدی فیاض: ذاتِ حق کو کہتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر چیز کو اسی ذات سے فیض پہنچتا ہے اور ہر چیز کی ابتدا اور انتہا اسی کی طرف لوٹی ہے۔

مبدی تعین: فیض کی مختلف صورتوں اور قسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے مختلف صفتوں اور ناموں سے بیان کیا اور پکارا جا رہا ہے، ان میں سے ہر نام اور ہر صفت کسی نہ کسی مخلوق سے خاص مناسبت ہے اور وہ مخلوق اسی کے فیض سے دوسرے اسماء و صفات کا فیض اخذ کرتی ہے۔ بس یہی اس مخلوق کا مبدی تعین ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے دو قسم کا ہوتا ہے

ایک قسم تو وہ ہے جو ایجاد (موجود کرنا)، بقا (باقی رکھنا)، تخلیق (پیدا کرنا) تزیق (رزق دینا) اجزاء (زندہ کرنا) اور امانت (مارنا) وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ایمان و معرفت اور مراتب و ولایت و نبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے۔

پہلی قسم کا فیض سب کو صفات کے ذریعے سے آتا ہے اور دوسری قسم کا فیض بعض کو صفات کے ذریعے سے اور بعض کو شیونات کے واسطے سے آتا ہے اور صفات اور شیونات کے درمیان بہت نازک فرق ہے جو محمدی المشرب اولیاء کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔

غرض کہ وہ صفات جو حق تعالیٰ کی ذات پر وجودِ زائد کے ساتھ خارج ہیں موجود ہیں اور وہ شیونات جو حق تعالیٰ کی ذات میں مجرد اعتبار ہیں آپس میں فرق رکھتے ہیں۔ ان کی مثال یوں سمجھئے کہ پانی کی فطرت ہے کہ وہ اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات، علم، قدرت اور ارادت کا اعتبار پیدا کرتا ہے کیونکہ علم والے ثقل اور علم کے اقتضائے وجہ سے اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف نہیں جاتے اور علم خود حیات کے تابع ہے اور

ارادت علم کے تابع ہے۔ پھر ارادت میں قدرت کی قوت بھی ثابت ہے۔ پس یہ اعتبارات جو پانی کی ذات میں ثابت کئے جاتے ہیں بمنزلہ شیونات کے ہیں۔ اگر ان اعتبارات کے

۱۔ ماخوذ از کتابات شریف جلد ۱ ص ۲۸۴۔ ۲۔ شیونات کا تعلق اعتبارات سے ہے۔

باوجود پانی کی ذات میں صفاتِ زائدہ ثابت کئے جائیں تو وہ وجودِ زائدہ کے ساتھ ہوں گے کیونکہ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حی و قادر و مرید نہیں کہہ سکتے بلکہ ان اسموں کے ثابت کرنے لئے صفاتِ زائدہ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔

شیونات و صفات میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مقامِ شیون صاحبِ شان کے مواجہ اور درو برو ہے اور مقامِ صفات ایسا نہیں ہے جو درو برو کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اولیاء کو جو آپ کے زیرِ قدم ہیں فیضِ ثانی، شیونات کے واسطے سے پہنچتا ہے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان لوگوں کو جو ان کے زیرِ قدم ہیں یہ فیض بلکہ فیضِ اول بھی صفات کے واسطے سے پہنچتا ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ وجودیہ، حقیقیہ، اضافیہ اور صفاتِ سلبیہ اور ان اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے جو کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور اولیاء اللہ کے کشفوں اور احادیث کے اشارات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں کے ظلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات نبیوں اور فرشتوں کے مبادیٰ تعینات ہیں اور ان اسماء و صفات کے ظلال دوسرے انسانوں اور مخلوقات کے مبادیٰ تعینات ہیں۔

ظلال کی حقیقت: ظلال (جمع ظل) سے سایہ مراد نہیں ہے جو شبہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ اصلی لطافت میں کامل نہیں بلکہ ظلالِ مخلوقاتِ الہی میں سے وہ لطیف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور اس مناسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور نسبتوں کو سمجھنے کی آسانی کے لئے ظلال کہا جاتا ہے، یا سکر کی حالت میں معلوم کیا جاسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: **إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابًا مِّنْ نُورٍ وَظُلْمَةٍ لَّوْ كَشِفَتْ لَأَخْرَقَتْ سُبْحَانَاتٍ وَجْهَهُ مَا أَنْتَقَى إِلَيْهِ بَصَرَةٌ مِّنْ خَلْقِهِ** یعنی: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کیلئے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجاب ہیں اگر وہ حجاب دور ہو جائیں تو جہانک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ يَا مُحَمَّدُ ذُو نُورٍ مِّنْ
اللَّهِ ذُو اَمَادٍ نُورٍ مِّنْهُ قَطُّ فَقَالَ كَيْفَ كَانَ يَا جِبْرِيلُ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ
سَبْعُونَ اَلْفَ حِجَابًا مِّنْ نُورٍ (یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں اللہ تعالیٰ سے اتنا نزدیک
ہو گیا تھا کہ کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا کیفیت تھی؟ جبریلؑ
نے جواب دیا کہ میرے اور ذاتِ حق کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے۔

یزید مسلم نے حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرٌ
مِّنْ خَلْقِهِ (یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ اسے کھول دے تو جہان تک
اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلادے)۔

بہت ممکن ہے کہ ان پردوں سے مراد ظلال ہی ہوں یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو دنیا اپنی
ضعف استعداد اور پستی مرتبہ کے باعث صفاتِ ذاتِ حق سے بغیر واسطہ ظلال اقتباس
فیض کے لئے غیر صالح ہونے کی وجہ سے مٹ جاتی بلکہ سرے سے ہی معدوم ہوتی اسلئے کہ
إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ الْآیۃ (یعنی: اللہ تعالیٰ دنیاؤں سے بے نیاز ہے)۔

اور سَبْعُونَ کا لفظ غرب کے محاورہ میں کثرت کے ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے پس احادیث
شریہ میں جو نورِ ظلمت کے پردوں کا ذکر ہے یہ صوفیائے کرام کے قول کی تائید کرتا ہے اسلئے
مومنوں کے مبادیٰ تعینات نور کے پردے ہیں جو اسمِ اَلْهَادِيّ کے ظلال ہیں اور کافروں
کے مبادیٰ تعینات ظلمت (سیاہی) کے پردے ہیں جو کہ اسمِ الْمُضِلِّ کے ظلال ہیں۔
حضرت غوث الثقلینؒ فرماتے ہیں

خَرَقْتُ جَمِيعَ النَّجْبِ حَتَّى وَصَلْتُ اِلَى مَقَامٍ لَقَدْ كَانَ جَدِّي فَاذِنَانِي

(یعنی: میں نے تمام پردوں کو پھاڑ ڈالا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں میرے نانا تھے تو انہوں نے مجھ کو قریب کر لیا)
مطلب یہ ہے کہ میں نے ظلال کے تمام مرتبوں کو طے کر لیا جس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور
اس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبادیٰ تعین پر پہنچ گیا جو کہ اسماء و صفات کے مرتبہ
میں ہے اور اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ تمام تعینات کے مبادیٰ اعتبارات ہی ہیں

سب سے پہلا اعتبار جو ظاہر ہوا وہ حُب ہے اگر حُب نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا جیسا کہ حدیث قدسی میں آیات: كُنْتُ كَنْزًا خَفِيًّا فَأَحْبَبَهُ أَنْ أَعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ -

(یعنی: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا)

اور دوسرا اعتبار کہ جو ظاہر ہوا وہ وجود ہے جو ایجاد کی تمہید اور مقدمہ ہے گویا تعین وجود، تعین حُب کا ظل ہے اور تعین حُب تعین وجود کے لئے واسطہ ہے۔ ایک دوسری حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے: لَوْلَا أَنَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ وَالْمَاءَ أَظْهَرْتُ الرَّبُّوبِيَّةَ (یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں تجھ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں (مراد عالم) کو پیدا نہ کرتا اور میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) نیز حضور علی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي (یعنی: سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے)۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے کمالات سے اچھی طرح واقف ہی پس ان کمالات کو ظاہر کرنے کے لئے تعین ثانی یعنی تعین وجود کا صادر اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور تمام دنیا کی پیدائش کا ذریعہ بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ مرتبہ علم میں ہے اور جس کا اظہار تعین وجود ہی کے صادر اول (صلی اللہ علیہ وسلم)

لہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا (نشر الطیب ص ۱۳)

آیہ کریمہ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الاحزاب آیت) (ترجمہ: اور جب ہم نے سب نبیوں سے ان کا عہد لیا اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے عہد لیا۔) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی پیدائش سب نبیوں سے پہلے ہوئی کیونکہ عالم ارواح کی ترتیب میں آپ کو مقدم بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ترجمان السنہ ص ۳۸۵) یعنی باعتبار پیدائش کے

میں سب اول اور باعتبار بعثت کے سب سے آخری نبی ہوں) نیز حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ترجمان السنہ ص ۳۸۵) یعنی میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلے ہوں اور سب نبیوں میں باعتبار بعثت پچھلے) اس حدیث کو ابن سعد نے مرسلًا اور ابن ابی شیبہ نے مسندًا روایت کیا ہے۔

سے ہوا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبدی تعین صفت العلم یا شان العلم ہوا۔ اور باقی مخلوق کے مبادی تعینات صفت العلم کے ظلال ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبدی تعین کے واسطے سے باقی صفات باقی انبیاء اور ملائکہ کے تعینات کے مبادی ہیں اور باقی مخلوق کے مبادی تعینات انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات کے ظلال ہیں اور چونکہ ہر صفت مختلف تعلقات کی بنا پر بہت سی جزئیات رکھتی ہے جیسے تکوین (وجود دنیا) کہ اس سے مختلف تعلقات کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) تزریق (رزق دینا) اجیا و امانت (زندہ کرنا اور مارنا) وغیرہ جزئیات پیدا ہوتی ہیں، اس لئے یہ جزئیات بھی اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور ہر صفت کلی کسی اولوالعزم نبی کا مبدی تعین ہی اور دوسرے اشخاص جن کے مبادی تعینات اس کلی کے جزئیات ہیں اس اولوالعزم نبی کے تابع ہوں گے اور اس کے زیر قدم زندگی بسر کریں گے۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اور فلاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور فلاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اور جب ان جزئیات کو سلوک کے طریقے پر ترقی ہوتی ہے تو اپنی کلیات سے جا ملتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کلیات ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے، فرق اصلی اور پیرو ہونے کا ہے اور وسیلہ اور بے وسیلہ کا ہے کیونکہ پیروی کرنے والا جو کچھ پاتا اور دیکھتا ہے یہ اصل کے وسیلے کے بغیر ممکن نہیں ہے، اگرچہ بعض وقت اپنی کمزوری کی وجہ سے اصل کو واسطہ نہیں جانتا حالانکہ حقیقت میں اصل اس کے اور مشہود کے درمیان اس طرح سے واقع ہوتا ہے جو خود مانع نہ ہو کر اس کے مشاہدہ کو قوی کرتا ہے، جیسا کہ عینک، کہ اس کے واسطے سے دیکھنے والا بعض اوقات اس کا واسطہ ہونے سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ عینک ہی مشاہدہ کی صفائی کا سبب ہے نیز جو لوگ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہیں

۱۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جانتا چلے کہ تعین اول و تعین ثانی کے یہ معنی نہیں کہ حق تعالیٰ تنزل کر کے حُب ہو گیا یا وجود ہو گیا بلکہ اس کے معنی ایسا ظہور ہے جو تنزیہ کے لائق ہے اور جو انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مناسب ہے۔ (مؤلف)

اُن کے لئے یہ جائز نہیں کہ تبدیل ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہو جائیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم آجائیں بلکہ ہمیشہ آئیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم رہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رب، رب الارباب ہے اور آپ کا واسطہ سب واسطوں کی اصل ہے۔

ملائکہ اور انبیاء کے مبدرِ تعینات میں یہ فرق ہے کہ خدائے تعالیٰ کی صفیں اپنے ظہور اور دنیا کے لئے مصادرِ وجود (ہونا) کے اعتبار سے نبیوں کی تربیت کرنے والی ہیں اور اپنے بطون اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ قیام کے اعتبار سے فرشتوں کی تربیت کرنے والی ہیں پس فرشتوں کی ولایت نبیوں کی ولایت کی نسبت حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوئی اسی لئے اس ولایت کا نام ولایتِ علیا ہوا۔ لیکن فرشتے اس مقام سے ترقی نہیں کر سکتے جیسا کہ آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے: وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (یعنی: ہم فرشتوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کا ایک مقام مقرر نہ ہو۔)

البتہ نبی فرشتوں کے مقام پر بھی ترقی کر سکتے ہیں اور اُن سے بالاتر بھی اُن فریبوں پر کہ جہاں فرشتے پر نہیں مار سکتے، اور وہ نبوت کے کمالات اور نبی اولوالعزم کے کمالات ہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام اور بھی بہت سے کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اور ان کی ولایت، ولایتِ کبریٰ ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو ملائکہ پر اس لئے فضیلت ہے کہ نبوت بشر کے ساتھ مخصوص ہے، آیہ کریمہ: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا اِلَّا يَدْرِي (یعنی: اور اگر ہم رسول کا مددگار کوئی فرشتہ بناتے تو اس کو بھی آدمی ہی بناتے) اس پر دل ہے۔ یہ تجلیات ذاتیہ بحتہ سے ہے جب سالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ یا بلا واسطہ محبت کی تاثیر حاصل کر کے مقامِ قلب سے ترقی کرتا ہو خدائے تعالیٰ کی نزدیکی کی طرف آتا ہے اور اتنا قریب حاصل کر لیتا ہے جو اس کا مبدرِ تعین ہے اس وقت سالک کو اصطلاحاً حوالی کہنا چاہئے۔

مسئلہ: صوفی ہر وقت ترقی کرتا رہتا ہے: وَمِنْ اَسْتَوٰی يَوْمًا فَهُوَ مَغْبُوْنٌ،

(یعنی: جو اپنی حالت پر ایک دن بھی ترقی سے رکے گا تو وہ خارہ میں ہے) صوفی کو ہر وقت کوئی نہ کوئی ترقی

ماتا رہتا ہے جو کہ پہلے مرتبوں سے بہتر ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ۵

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

(یعنی: زاہد کی سیر روز ایک دن کی راہ ہے اور عارف کی سیر ہر وقت بادشاہ کے تخت تک ہے)۔

مسئلہ: زیادہ قرب الہی والے اولیاء کی عبادت کا ثواب ان سے زیادہ ہے جو

قرب میں ان سے کم ہیں اور قرب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم پر رکھنا چاہئے۔ (یہ مضمون مکتوبات

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ و حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ و ارشاد الطاہرین مصنفہ قاضی ثناء اللہ

پانی پتی سے ماخوذ ہے۔ مزید تفصیل و اطمینان کے لئے ان کی طرف رجوع کریں)۔

عالم خلق، عالم امر، عالم مثال، عالم کبیر و صغیر جسم مثالی

اہل کشف پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے اور قرآن شریف کے اشارات اور احادیث

سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات مادہ اور مقدار والی پیدا کی ہیں، ان کو

مادیات کہتے ہیں۔ تمام آسمانی جسم (مثل ستارے، سیارے، سورج، چاند، ہوا، پانی،

مٹی، آگ وغیرہ) مادیات کہلاتے ہیں۔ اور بعض مخلوقات مادہ اور مقدار سے خالی پیدا

کی ہیں ان کو مجردات کہتے ہیں۔ انسانی روہیں اور دیگر لطیفے یعنی قلب، سر،

خفی و اخفی مجردات ہیں۔ اور یہ جو صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ یہ لطائف فوق العرش

(عرش کے اوپر) ہیں اس سے یہی مراد ہے کہ مادہ سے الگ اور اوپر کے درجے میں ہیں۔

مادیات کو عالم خلق یا عالم شہادت یا عالم اجساد یا اجسام کہتے ہیں۔ اور مجردات کو

عالم امر یا عالم غیب یا عالم ارواح کہتے ہیں۔ (اگرچہ علم کلام والوں نے مجردات کا

انکار کیا ہے مگر وہ انکار بلا دلیل ہے۔ اور فلسفہ والے اگرچہ اس کو مانتے ہیں مگر وہ اس لئے

گمراہ ہو گئے کہ مجردات کو قدیم ماننے لگے اور عقول کے قائل ہیں یعنی حکما مانتے ہیں کہ پہلے

حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا پھر اس فرشتے نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا

پھر دوسرے فرشتے نے تیسرا فرشتہ اور دوسرا آسمان پیدا کیا اسی طرح دس فرشتے اور نو

آسمان پیدا ہو گئے اور دسویں فرشتے نے تمام دنیا کو حق تعالیٰ کے حکم سے پیدا کیا۔ اور

یہ عقیدہ سراسر گمراہی اور خلابانہ نقل و عقل ہے جیسا کہ اس فن کی کتابوں میں لکھا ہے۔
 عرش مجید حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنوعات میں سے ہے اور عالم کبیر میں عالم نطق
 اور عالم امر کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور اگر پہ زمین
 کی نسبت آسمانوں کے ساتھ زیادہ مناسبت ہونے کی وجہ سے آسمانوں میں کتابت ابواب لیکن
 ان دونوں سے الگ ہے اور اس کے احکام و آثار ان دونوں کے اثر و آثار سے جدا ہیں۔
 عالم مثال: ایک عالم ہے جو عالم نطق اور عالم امر کے بین بین ہے اس کو برزخ
 بھی کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد قیامت تک اسی میں رہنا ہوگا اور خواب میں بھی عالم مثال
 کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم مثال مقادیری
 ہے مگر یاری نہیں۔ پس مقدار ہونے کے اعتبار سے عالم نطق سے مشابہ ہے اور شیریاری
 ہونے کی حیثیت سے عالم امر سے مشابہ ہے۔

ف چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں اور مقدار سے محدود لازم آتی ہیں اسلئے عالم امر
 غیر محدود ہے اور چونکہ عالم امر میں مادہ بھی نہیں ہے اور کمزوری اور کسی دوسری چیز کا اثر
 قبول کرنے کا زیادہ سبب مادہ ہوتا ہے اسلئے عالم امر کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔
 عالم کبیر: تمام کائنات کے مجموعہ کو عالم کبیر کہتے ہیں خواہ وہ عالم نطق یعنی
 نفس ناطقہ اور خواص اربعہ (آگ، پانی، مٹی، ہوا) ہو یا عالم امر یعنی قلب، روح، ستر، مخفی، انفی ہو۔
 عالم صغیر سے مراد انسان ہے جو کہ لطائف عشرہ عالم نطق و امر (دسوں لطیفوں)
 سے مرکب ہے اور ان دس لطیفوں کی اصل عالم کبیر میں ہے۔

جسم مثالی: اہل کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث بھی اس کی تائید
 کرتی ہیں مثلاً: ایک روایت میں ہے کہ "قبلہ کی یعنی سامنے کی دیوار اور پیر در بیان
 جنت و دوزخ کی صورت دکھائی گئی" اور اسی حدیث میں ہے کہ "مسنو علی اللہ علیہ وسلم
 نے جنت کے پھلوں کا ایک نمونہ لینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا مہا یعنی اللہ تعالیٰ نے
 انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک مسم غمضری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آمرت میں آئی
 جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اسی پر ثواب و عذاب ہوگا۔ اور دوسرا جسم مثالی کہ

عالم مثال میں موجود ہے اور نواب میں نظر آتا ہے اور حقیقی روح جو امرِ رب سے ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: قِيلَ الرَّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (یعنی: کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے) (نہ کہ طبی روح کہ اس کا تعلق صرف جسمِ عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسمِ عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے یا بیہوشی و استغراق وغیرہ کی حالت میں یہ جسمِ مثالی کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اس بیہوشی یا سونے کی حالت میں روح کے جسم سے نکلنے اور عالمِ مثال میں جانے سے یہی مراد ہے کہ جسمِ عنصری سے تعلق کمزور ہو کر جسمِ مثالی سے بڑھ جاتا ہے اور پھر جاگنے اور ہوش کی حالت میں عالمِ مثال سے بدن میں آنے سے یہی مراد ہے کہ جسمِ مثالی سے تعلق کمزور ہو کر جسمِ عنصری کے ساتھ زیادہ ہو جاتا ہے۔

(عالمِ مثال اور جسمِ مثالی کی کچھ تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیے)

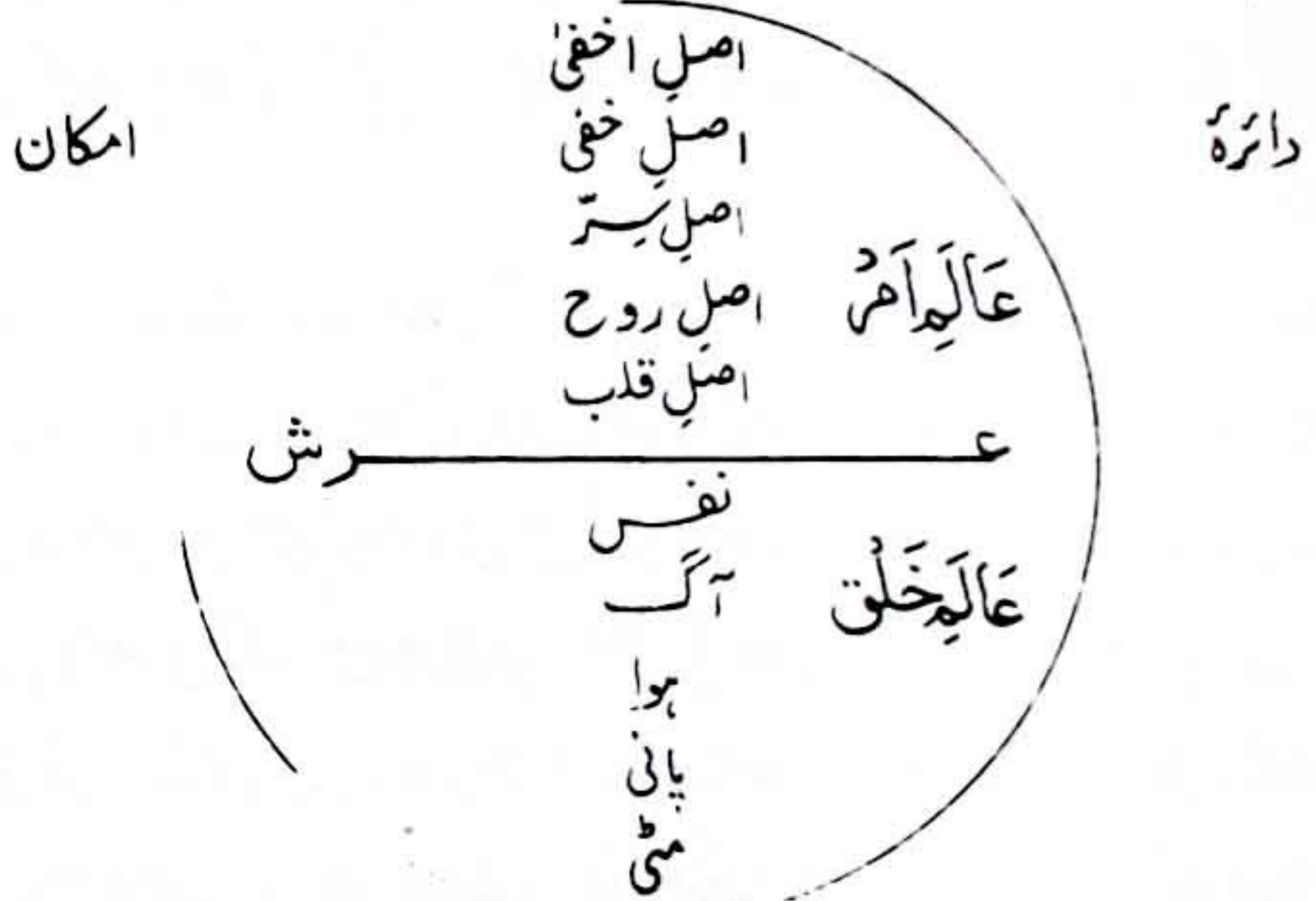
لوا لف عشرہ کا بیان

تدریجہ کشف یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے ان میں پانچ یعنی قلب، روح، سہر، خفی اور اخفی، عالمِ امر سے ہیں اور پانچ یعنی نفس (ناطقہ) آگ، پانی، ہوا اور مٹی، عالمِ خلق سے۔ عالمِ امر کا مطلب یہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ الْآیہ (یعنی: بیشک اس کا امر (حکم) یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جائے) پس جو دنیا کن کے کہتے ہی بن گئی وہ عالمِ امر ہے اور عالمِ مجردات بھی اسی کو کہتے ہیں اور عالمِ خلق کے لطیفوں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تدریج یعنی وقفہ کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الْآیہ (یعنی: بیشک تمہارا رب وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن میں)۔

بزرگوں نے ان لطائف کو ایک دائرہ کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔ نصف دائرہ عرش

کے اوپر عالمِ امر میں ہے اور نصف دائرہ عرش کے نیچے عالمِ خلق میں ہے اس کو عالمِ امکان

بھی کہتے ہیں اور یہ عالم امر کو بھی شامل ہے یعنی عالم امر کے اصول بالائے عرش ہیں اور فروع عرش کے نیچے عالم خلق کے ساتھ ہیں لیکن نصف دائرہ بالائے عرش میں عالم خلق نہیں ہے۔ اس دائرے کی صورت یہ ہے:-



جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل کو بنایا تو اس کے بدن میں عالم خلق کے ساتھ عالم امر کے لطائف کا بھی چند جگہوں میں تعلق پیدا کیا تاکہ عالم امر کا جذب اور عشق پیدا ہو، اور یہ بدن انسانی جو عالم خلق میں ہے اس کو عالم امر کی طرف لیجا کر آخرت کی بھلائی اور ہمیشہ کی نجات حاصل کرائیں۔ پس وہ تعلق جو عالم امر کا عالم خلق میں بدن انسانی کے ساتھ ہے یہ ہے:-

پہلا لطیفہ قلب: یہ ایک مسنغہ (گوشت کا لوتھڑا) سنوہری یا محرومی شکل کا بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہوا (قلب) اس شکل کا ہے۔ اس کا نور زرد ہے زمین کی رنگت کا یا سرسوں کے پھول جیسا۔

دوسرا لطیفہ روح: اس کا نخعہ یا مقام جسم انسانی میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے۔ اس کا رنگ سرخ سنہری مائل یعنی جیسا کہ سونے کا رنگ ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفہ سیر: اس کا مقام بائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو

دوانگشت کے فاصلے پر ہے۔ اس کا نور سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ خفی: اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو

جھکا ہوا دوانگشت کے فاصلہ پر ہے اس کا نور سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ اخفی: اس کا مقام سینہ کے وسط میں ہے۔ اس شکل کا (اخفی)

اس کا نور سبز ہے۔

یہ تمام لطائف اپنے اصول کے ساتھ مجرد نور اور صاف چمک اور روشنی سے

بھر پور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ حق میں لگے رہتے تھے۔

لیکن اس عالم خلق میں اپنی پڑوسنوں یعنی بڑی صفتوں کے میل سے خراب ہو کر اپنے

اصلی وطن کو بھول گئے، ان کا رجحان اسفل کی طرف ہو گیا اور مدارِ اعلیٰ کی کچھ بات

یاد نہ رہی مگر جن کے دلوں میں ایمان قائم رہا اور انھوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے

غیر ممنون اجر مرتب ہوا۔ کقولہ تعالیٰ: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ

رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

(یعنی: بیشک ہم نے آدمی کو بہت اچھے اندازے میں پیدا کیا ہے پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے پس ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے)۔ اور

ان لطائف کی بڑی پڑوسنیں یعنی بڑی صفتیں یہ ہیں۔ شہوت جو قلب سے تعلق

رکھتی ہے اور اس کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کر دیتی ہے۔ روح کے

ساتھ خصہ و غضب ہے جس نے روح کی نورانیت کو ترائل کر کے درندوں جیسی عادت

پیدا کر دی ہے۔ لطیفہ سر کے ساتھ حرص ہے، جس نے اس کو اپنا متوالا بنا کر ذات

الہی کے مشاہدے سے محروم کر دیا اور طلب مال، زینا، چوری اور خونریزی وغیرہ کی

بڑی عادات انسان کے اندر بکھردیں۔ لطیفہ خفی کے ساتھ حسد اور بغل ہے کہ

اس میں ایک ہی چیز ہے جو دو کام کرتی ہے اور اس لطیفہ کی سیاہی کو جو مدارِ اعلیٰ کے

مقامات دکھانے والی اور بطون البطون کے پردوں میں آنکھ کی سیاہ پتلی کی مانند

دیکھنے والی ہے بے نور کر دیتی ہے۔ اور لطیفہ اخفی کے ساتھ تکبر اور فخر ہے

جس نے اس لطیف کو مکرر اور میل کر کے سرکشی اور نافرمانی کی طرف دھکیل دیا اور غضب الہی میں مبتلا کر کے راندہ درگاہ بنا دیا ہے (العیاذ باللہ)

اب جاننا چاہئے کہ عالم امر کے ان پانچوں لطیفوں کے کمالات کے اعتبار سے ولایت کو پانچ درجوں

میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک درجہ اولوالعزم نبیوں میں کسی ایک نبی کے زیر قدم ہے اور صفات حقیقہ سے ہر ایک کلی ایک اولوالعزم نبی کا مبدی تعین ہے اور اس کے اجزا دوسرے نبیوں اور انسانوں کے مبادی تعینات ہیں اور وہ صاحب جزئی اپنے صاحب کلی سے تبعیت اور پیروی کے طور پر فیض اخذ کرتا اور اس اولوالعزم پیغمبر کے زیر قدم کہلاتا ہے اور اس پیغمبر کے مشرب والا کہا جاتا ہے پس ولایت کا پھلا درجہ جو مرتبہ قلب ہے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور اس درجے والے کو آدمی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب (تربیت کرنے والا) صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ پس آدمی المشرب صفات افعال کی تجلی کا فیض اخذ کرتا اور اپنے اسمِ قیوم کی سیر اسی کی متابعت میں نقطہ تک پہنچاتا ہے اور دوسرے اسماء و صفات کی تجلیات بھی اسی کے ضمن میں حاصل کرتا ہے۔ ولایت کا دوسرا درجہ جو مقام روح ہے حضرت ابراہیم

علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں اس درجے والے کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے جمع ہے۔ ابراہیمی المشرب صفات ذاتیہ ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض حاصل کرتا ہے۔

ولایت کا تیسرا درجہ جو مقام بیوت ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

کے زیر قدم ہے۔ اس درجے والے کو موسوی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب مقام شیونہ سے شان الکلام ہے۔ اس مقام کا سالک موسوی المشرب شیونہ و اعتبارات ذاتیہ کا

تمام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے زیر قدم دوسرے انبیاء ہوتے ہیں اور ہر نبی کے زیر قدم ایک ولی ضرور ہوتا ہے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں پس ہر زمانے میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے موافق اولیاء کی تعداد ضرور رہی ہے۔

عالم امر کے لطائف خمس کی ولایت کو انبیاء کرام علیہم السلام کے زیر قدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کو جو قرب ولایت اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے سالک کو اس قرب کا ظل حاصل ہوتا ہے مثلاً لطیف روح میں جو قرب سالک کو حاصل ہوتا ہے وہ ولایت خلیلی کا ظل ہے و قدس علی ہذا۔ نیز جانا چاہئے کہ یہ انبیاء کی ولایت کا ذکر ہے مقام نبوت اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور معارف مقام نبوت معارف ولایت سے کچھ مناسب نہیں رکھتے بلکہ ان سے ارفع و افضل و ورار اور ارس ہیں۔

فیض حاصل کرتا ہے۔

ولایت کا چوتھا درجہ مقامِ خفی ہے جو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے۔ ان کا رب صفاتِ سلبیہ سے ہے جو مقامِ تقدیس و تنزیہ ہے نہ کہ صفاتِ ثبوتیہ اور اکثر بلائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شانِ عظیم حاصل ہے۔ اس مقام والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں جو صفاتِ سلبیہ کا فیض حاصل کرتا ہے جو تقدیس و تنزیہ کا مقام ہے۔

ولایت کا پانچواں درجہ جو مقامِ اخفی ہے حضرت خاتم الرسل محمد مصطفیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے اس درجے والے کو محمدی المشرب کہتے ہیں، ان کا رب رب الارباب ہے جو صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور شانوں اور صفتوں کے مرتبہ میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ یہ شانِ عظیم الشان تمام کمالات کی جامع ہے (اسی مناسبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ اُن کا قبلہ بنا، علیہما الصلوٰۃ والسلام) محمدی المشرب شانِ جامع کا فیض اخذ کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ولایت کے درجات کا ایک دوسرے سے افضل ہونا ان کے پہلے یا پیچھے ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ صاحبِ قلب سب سے کم درجے میں ہے اور صاحبِ اخفی سب سے افضل ہے بلکہ اصل سے قریب اور دور ہونے اور ظلال کے درجوں کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ صاحبِ قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحبِ اخفی سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں افضل ہو اور ولایت کے ان پانچوں مرتبوں میں استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیر نقطے تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ ایسے سالک کو تمام الاستعداد یا تمام المعرفت کہتے ہیں۔ نیز ولایت کے مرتبوں میں فرق جو ذکر کیا گیا ہے یہ اولیاءِ کرام کے لئے ہے اور انبیاءِ علیہم السلام اس تفاوت سے بالاتر ہیں۔ پس نبی کی ولایت جو مقامِ قلب سے حاصل ہوئی ہو ولی کی ولایت سے جو مقامِ اخفی سے حاصل ہوئی ہو افضل ہے اگرچہ اس ولی نے

سالک تمام الاستعداد یا تمام المعرفت

اخفی کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو، اور اس صاحبِ ولایت کا سر ہمیشہ اس ولایت کے نبی کے زیرِ قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ

إِنَّمَا كَلِمَةٌ مِّنْهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّا جُنْدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ الْآیۃ (بیشک ہمارے مرسل بندوں کیلئے

ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے) یاں یہ فرق انبیاء علیہم السلام کے

درمیان ایک دوسرے کے ساتھ عالمِ امر کے دائرہ کمالات کے اخیر تک ہے اس سے اوپر

یہ فرق متصور نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

مِنْهُمْ مِّنْ كَلِمَةِ اللَّهِ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ الْآیۃ (یعنی: یہ سب پیغمبران میں ہم نے ایک کو دوسرے

پر بڑائی دی۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے)۔

جب سالک شیخِ کامل کی صحبت اور توجہات کے فیض سے سلوک کا راستہ طے کرتا

اور لطائفِ خمسہ میں ذکر کرتا ہے تو ان بُری خصلتوں کی اصلاح ہو کر عالمِ امر کے لطائف

تورانی ہو کر اپنے اسول میں جا پہنچتے ہیں اور ان کی کشش حق تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے

اور مقاماتِ عشرہ سلوک (جن کا بیان آگے آئے گا) حاصل کر لیتا ہے تو اس کو اپنی حقیقت

کے موافق اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو جاتا ہے اسی کو سیرِ قدمی یا وصول کہتے ہیں۔

اپنے مقام سے آگے سالک کی سیرِ قدمی نہیں ہوتی البتہ سیرِ نظری ہوتی ہے جس کو

حصول بھی کہتے ہیں اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس سیرِ قدمی یعنی وصول مقام

سے تعلق رکھتی ہے جو سالک کا مبدیہ تعین ہے اور سیرِ نظری یعنی حصول حال سے تعلق

رکھتی ہے جو دوسرے کاملین کا مقام ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الأحوال۔

مقاماتِ عشرہ سلوک

صوفیائے عظام نے سلوک کے طے ہونے کی بنیاد میں عادتوں کے حاصل

ہونے پر رکھی ہے، ان کو اصطلاح میں مقاماتِ عشرہ کہتے ہیں، ان کا پہلا مقام

توبہ ہے اور آخری رضا اور ان کے درمیان میں آٹھ مقامات ہیں: (۱) زہد (۲) توکل

(۳) قناعت (۴) عزلت (۵) ہمیشگی ذکر (۶) توجہ (۷) صبر (۸) مراقبہ۔ اور ان کو

اصولِ عشرہ بھی کہتے ہیں۔ ان مقاماتِ عشرہ کا طے کرنا تجلیاتِ ثلاثہ یعنی (۱) تجلی افعال (۲) تجلی صفات (۳) تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور مقامِ رضا کے سوا سب کے سب تجلی افعال اور تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اور رضا تجلی ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے ساتھ وابستہ ہے اور انعامات اور تکلیفات میں سے جو کچھ محبوب کی طرف سے پیچھے محبتِ ذاتی کی وجہ سے محب کے حق میں برابری کو لازم کرتی ہے پس محبتِ ذاتی سے رضا حاصل ہو جاتی اور کراہیت و ناپسندیدگی جاتی رہتی ہے۔ باقی نو مقامات بھی تجلی افعال و صفات میں اسی طرح سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً جس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اپنے اوپر اور تمام چیزوں پر حاوی دیکھتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے، پرہیزگاری اپنا طریقہ بناتا ہے، جو کچھ خدا کی طرف سے مقدر ہے اس پر صبر کرتا اور بے سرو سامان ہونے کی پروا نہ کر کے قناعت کو اپنا پیشہ بناتا ہے اور جب اس کو نعمتوں کا مالک جانتا ہے اور بخشش کا ہونا یا نہ ہونا اسی سے پہچانتا ہے ناچار شکر کے مقام میں آتا اور توکل کو اپنا پیشہ بناتا ہے۔ جب حق سبحانہ و تعالیٰ کی مہربانی اور شانِ رحمت کو جلوہ فرما دیکھتا ہے تو رجا (امید) کے مقام میں آجاتا ہے اور یہی پڑھتا ہے عِزِّ كَرِيمٍ اور برائی بندہ ایم (یعنی: اگرے خدا! تو اپنے دروازے سے ہمیں ہنکائے اور یا بٹلائے ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے سوا کوئی اور نہیں رکھتے) اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کو مشاہدہ کرتا ہے تو کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتبار معلوم ہونے لگتی ہے، ناچار دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور فقر اور زہد اختیار کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے لئے ہے اور مجذوب سالک کے حق میں ان مقامات کا حاصل ہونا اجمال کے طور پر ہے کیونکہ اس کو غنایتِ ارثی سے محبت میں گرفتار کیا ہے جس کی وجہ سے ان مقامات کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا بلکہ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا پھوٹا اور ان منزلوں کا خلاصہ مکمل طور پر اس کو حاصل ہے، جو کہ صاحبِ تفصیل کو سیر نہیں ہوا۔

مقاماتِ عشرہ کے حصول کا آسان طریقہ اور جذبہ اور سلوک کا ضروری بیان
حصہ اول میں ہو چکا ہے۔ اب نفس کی ضروری توضیح درج کی جاتی ہے کیونکہ اسی کے
اطمینان پر مقاماتِ مذکورہ کے حصول کا دار و مدار ہے۔

حقیقتِ نفس انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے
خواہ وہ خواہش بھلائی کی ہو یا بُرائی کی، اس کو نفس کہتے ہیں۔ پس

اگر نفس اکثر بُرائی کی طرف خواہش کرے اور اس پر شرمندہ بھی نہ ہو تو اس وقت نفس تارہ
کہلاتا ہے یعنی بُرائی کی طرف زیادہ امرِ حکم کرنے والا۔ قال اللہ تعالیٰ: **إِنَّ النَّفْسَ**
الْأَمَّارَةَ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمْنَا (یعنی: بیشک نفس زیادہ بُرائی کی طرف حکم کرنے

والا ہے مگر جبکہ میرا رحم فرمادے) اسی مرتبہ کو ہوتی کہتے ہیں اور **وَاتَّبِعْ هَوَاہ** (اس نے

اپنی خواہش کی پیروی کی) میں خواہش کا یہی مرتبہ مراد ہے۔ اور کبھی کبھی بھلائی کی بھی

خواہش کا پیدا ہونا نفس کو امارگی سے نہیں نکالتا کیونکہ زیادہ حکم کرنے سے یہ لازم

نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ ہی بُرائی کا حکم کرے۔ اور اگر نفس اپنے کئے پر شرمندہ بھی ہونے

لگے تو اس وقت **لَوَّامٌ** کہلاتا ہے۔ **لَوَّامٌ** کے معنی ہیں بہت ملامت کرنے والا۔

آیہ کریمہ **وَلَا تُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوِيْمَةِ** (یعنی: اور قسم کھانا ہوں میں بہت ملامت

کرنے والے نفس کی) اسی مرتبہ کا پتہ دیتی ہے۔ پس جب نفس خوب سنور جاتا ہے اور

اکثر بھلائی کی خواہش کرتا ہے تو نفس **مُطْمَئِنٌّ** کہلاتا ہے یعنی نیکی کی طرف اطمینان

پکڑنے والا۔ اگرچہ کبھی اس میں بُرائی کی بھی خواہش پیدا ہو جائے بشرطیکہ اس خواہش پر

اسرار اور غم نہ ہو، کیونکہ محض رغبت بغیر عمل سکون اور اطمینان کی نفی نہیں کرتی۔

الْبَنَّةُ عمل بھی واقع ہوں تو مطمئن نہ رہے گا۔

غرض بھلائی اور بُرائی کی دونوں خواہشیں نفس ہی سے متعلق ہیں البتہ ہر خواہش

کے اسباب جُدا جُدا ہیں بعض تو مشاہدہ ہیں جیسے نصیحت و نیک صحبت وغیرہ، نیکی کی

خواہش کے لئے۔ اور اغوا، رہکانا اور بُری صحبت بُرائی کی خواہش کے لئے۔ اور بعض

اسباب ایسے ہیں جو مشاہدہ میں نہیں آتے، جیسے فرشتے کا القاء بھلائی کی خواہش کے لئے،

اور شیطان کا القاب برائی کی خواہش کے لئے۔ اسی کو حدیث شریف میں لَمَّةُ الْمَلِكِ اور لَمَّةُ الشَّيْطَانِ اور اِيعَادٍ بِاَنْخِرٍ اور اِيعَادٍ بِالشَّرِّ سے تعبیر فرمایا ہے۔ بزرگوں نے جو رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے اور مباحات کے ترک کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ مباحات کی خواہش ہوئے نفسانی ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ ہو (خواہش) کی طرف لے جانے والی نہ ہو جائے۔ اس تقریر میں غور کرنے سے امید ہے کہ اس قسم کے سب شبہات دور ہو جائیں گے۔

توحید و جودی - توحید شہودی

جب سالک عشقِ الہی کے راستے کی منزلوں سے گذرتا اور اہِ سلوک کرتا ہے تو ایسے ایسے عجیب و غریب احوال و واردات سے مشرف ہوتا ہے اور قدرت کے وہ جلوے چشمِ بینا سے ملاحظہ کرتا ہے کہ بے اختیار زبانِ جذب سے نکلتا ہے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کر شتمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجا ^{ست}

(یعنی: اٹری سے چوٹی تک جہاں کہیں میں دیکھتا ہوں خدا کی قدرت کا کرشمہ دل کا دامن کھینچتا ہوں کہ جگہ ہی ہے) اور غلبہ عشقِ الہی میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ ما سوائے حق اس کی نظر سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس حال کے غلبہ میں "اَنَا الْحَقُّ" اور "سُبْحَانِي مَا اعْظَمَ شَأْنِي" (یعنی:

"میں خدا ہوں" اور "میں سبحان ہوں میری شان بڑی ہے") وغیرہ قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکلنے لگتے ہیں۔ پس اس قسم کے الفاظ بظاہر شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں اور اس قسم کے الفاظ کہنا غیر مغلوب الحال اشخاص کے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ صوفیوں کا ایک گروہ اس قسم کے الفاظ کا زبان سے نکلنا توحید و جودی کی وجہ سے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب سالک ایک کو موجود جانتا اور اس کے غیر کو نیست و نابود سمجھتا ہے اور

غیر کو معدوم جانتے ہوئے بھی اسے اس ایک کا مظہر اور جلوہ گاہ خیال کرتا ہے تو اس قسم کے الفاظ سالک مغلوب الحال کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اسی کو وہ توحید و جودی کہتے ہیں، اس گروہ کے امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان سے پہلے مشائخ

کی عبارتیں اگرچہ توحید و جودی کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی کے مطلب کے زیادہ قریب ہیں۔ امام موصوف کے بعد کے بزرگوں نے امام موصوف کی تقلید میں اس توحید کی خبر دی اور اس مقام پر قیام کیا ہے۔ لیکن ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قسم کے سُکریہ کلمات یعنی انا الحق وغیرہ توحید شہودی سے ہیں۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو اس مقام میں خطائے اجتہادی واقع ہوئی ہے، اور طریقت کی خطائے اجتہادی، فقہ (ظاہر شریعت) کے مجتہد کی خطائے اجتہادی کی طرح قابل عمل اور باعث ثواب نہیں ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ کیونکہ سالک جب اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اپنا اثبات نہیں کرتا نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے۔ پس سالک کی نگاہ میں ایک (ذات حق) کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اور اسی کو حضرت موصوف توحید شہودی فرماتے ہیں۔ (سرمن) ^۱ توحید و جودی میں سب کے وجود کا انکار کر کے ایک ذات کا وجود ثابت کرتا ہے اور ہر وجود کو اسی ذات کا وجود جان کر ہر باتوں کی پرستش کرتا ہے اور توحید شہودی میں تمام وجودوں کو ثابت کرتے ہوئے ان سب کو توحید کے ناقابل جاننا اور ایک ہی ذات واجب الوجود کو اپنا قبلہ بنا کر ایک کی پرستش اور یا سوی کی نفی کرتا ہے، اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ پس توحید و جودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض سالکوں کو یہ گھائی پیش بھی نہ آئے اور وہ اس کل بالکل ہی انکار کر دیں لیکن توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے اور فنا و بقا اور ولایت صغریٰ و کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لئے اس کا ہونا ضروری ہے تاکہ فنا ثابت ہو جائے اور یا سوی کا نسیان حاصل ہو جائے کیونکہ کمال اس صورت میں ہے کہ چیزیں موجود ہوں اور سالک کمالی فنا اور اپنے مطلوب حقیقی کے ساتھ پوری پوری محویت کے باعث کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اس کی بصیرت (دل) کی آنکھوں میں نہ آئے۔

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھیں مکتوبات شریف جلد اول ۳۱ و ۳۳

اگر چیزیں موجود نہ ہوں تو فنا کس سے ثابت ہوگی اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراموش

کرے گا اس لئے بزرگوں سے جہاں اس قسم کا کلام صادر ہوا ہے یہی مراد یعنی چاہئے مثلاً

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے سبحانی ما اعظم شانی فرمانے کا مقصد

حق تعالیٰ شانہ کی پاکیزگی اور بزرگی بیان کرنا ہے اپنی پاکیزگی اور بزرگی بیان کرنا مقصود

نہیں ہے کیونکہ جب سالک عین الیقین کے مقام میں پہنچتا ہے جو کہ حیرت کا مقام ہے

تو اس سے تمام احکام (وجود) ساقط ہو چکے ہوتے ہیں سالک کا وجود اس کی نظر سے بالکل محو

ہو جاتا ہے اور جو کچھ کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا چونکہ اسوائے حق اس کی نظر سے

بالکل مخفی ہو چکا ہوتا ہے اس لئے وہ اس غلبہ حال کے وقت حق تعالیٰ کے سوا اس کے

غیر کو ثابت نہیں کرتا اور اس قسم کے الفاظ اس سے ظاہر ہوتے ہیں جنہیں وہ ذات حق

کے لئے تنزیہ و اثبات کرتا ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ اس قسم کی باتیں مقام

عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے بعض بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں، جب وہ اس مقام

سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتیں ان سے صادر نہیں ہوتیں اور

وہ اعتدال کی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ (شیخ ابن عربی اور ان کے تبعین کے کلام توحید

و جودی کو بھی اسی معنی پر حمل کرنا چاہئے اور مخلوق کو ذات حق کا عین کہنا ان معنوں کے

محاذ سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ عالم اپنے بنانے والے کے ساتھ متحد ہے ہرگز ایسا نہیں ہے

بلکہ ان معنی کے اعتبار سے ہے کہ عالم عدم قبول کرنے والا اور فانی ہے اور واجب الوجود

یعنی حق تعالیٰ موجود ہے۔ اس طرح سے یہ اختلاف دور ہو کر محض لفظی رہ جاتا ہے یہی فائدہ

حضرت امام ربانی موصوف کی تحریرات سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔ (احقر مؤلف)

لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللَّهِ (یعنی: میرے جبتے میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں) اور لَيْسَ

فِي الدَّارِ غَيْرُهُ دَيَّارٌ (یعنی: گھر میں اُس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے) وغیرہ یہ سب پھول

ایک ہی "یک بینی" کی شاخ سے بکھلے ہیں اور یہ سب عباراتیں وحدت شہود پر دلالت

کرتی ہیں۔ (ف) ایک بزرگ نے ان کلمات کی کیسی عمدہ توجیہ بیان فرمائی ہے: فرماتے

ہیں کہ جب سالک کو کمال فنا کے اندر ذات حق کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا تو کشف کی

نظر سے جمال الہی سے مشرف ہوتا اور دل کے کانوں سے انا الحق وغیرہ آوازیں سنتا ہے
 پیدا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اپنی "اَنَا اللهُ" (بیشک میں اللہ ہوں) کی
 آواز سنی تھی تو عارف غائبہ حال اور مقام حیرت میں ایسا مست اور اپنی خوش قسمتی پر
 ایسا خوش ہوتا ہے کہ اسی غیبی آواز کو بار بار اپنی زبان سے دہرانے لگتا ہے اور انا الحق
 انا الحق وغیرہ کی رٹ لگانا اور سر دھنتا ہے لیکن جب یقین الیقین سے گذر کر جو حیرت
 کا مقام ہے حق الیقین کے ساتھ ممتاز ہو جاتا ہے تو اس قسم کے ناہموار کلمات اس کی
 زبان سے سرزد نہیں ہوتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کوئی انی انا اللہ نہیں کہا۔ یہ توحید
 وجودی اور شہودی کا مختصر بیان بطور تمہید تھا۔ اب چند عنوانات کی جو توحید وجودی
 سے تعلق رکھتے ہیں تشریح درج کی جاتی ہے تاکہ اس بارے میں جو خرابی اعتقادات میں
 پیدا ہوتی ہے وہ دور ہو جائے اور شبہات مٹ جائیں۔

ظاہریت و منظریت

ابن بزرگوں کے کلام (مثلاً: "لانا رومی" و شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہم) سے
 عام لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک (نعوذ باللہ) مخلوق کی شکل میں
 حلول کرا یا ہے اور اس کے ساتھ متحد ہے یا اس کا بالکل عین ہے وغیرہ۔ جس میں الجھ کر
 اکثر صوفی غلط عقیدہ رکھ کر کفر تک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے یہاں چند ضروری
 مسائل اس کے متعلق لکھے جاتے ہیں لیکن یہ علمی مسائل ہیں عوام کو اپنا سیدھا سادہ
 عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ اس جہان کو اپنے خالق کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مصنوع
 کو اپنے صانع کے ساتھ ہے۔ اس کا عین اور اتحاد نہیں ہے بلکہ وہ ذات حق ہر
 مقام سے درایا اور اہتم و راء اور اہم ہے۔

جہان کیا چھوٹا کیا بڑا (صغیر و کبیر) حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات کا

منظر ہے اور اس کی شان اور ذاتی کمالات کا آئینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ایک چھپا ہوا

خزانہ تھا اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور اجمال سے تفصیل

میں ظاہر کرے تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ اس کی ذات و صفات پر دلالت کرے
جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاجَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ

الْمَخْلُوقَ (یعنی: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا)

پس جہان کو اپنے صانع (خدائے تعالیٰ) کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں

کہ وہ اس کی مخلوق ہے اور اس کے اسماء و شیون و کمالات پر دلالت کرنے والا ہے

نہ کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہے یا خدائے تعالیٰ کا عین ہے یا اس ذات کا احاطہ

و سر بیان کئے ہوئے ہے یا معیتِ ذاتیہ کا حکم رکھتا ہے جن بزرگوں سے اس قسم کے مضمون

کا اظہار ہوا ہے وہ غالبہ حال اور سُکرِ وقت کی وجہ سے ہے۔ اپنے حال میں استقامت

رکھنے والے بزرگ ہو کہ نحو کے پیالہ سے سیراب ہوئے ہیں جہان کے لئے اپنے صانع

(خدائے تعالیٰ) کے ساتھ سوائے مخلوق اور مظہر ہونے کے کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے

اور علمائے اہل حق کے مطابق (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا اجرِ عظیم عطا فرمائے)

احاطہ و سر بیان و معیت کو علمی جانتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے ساتھ ہے

اور اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

محیط است علم ملک بر بسیط قیاس تو پورے نہ گردد محیط

(یعنی: خدائے تعالیٰ کا علم بسیط کو بھی احاطہ کئے ہوئے ہے اور تیرا قیاس خدا کے علم کو احاطہ نہیں کر سکتا)

تعجب ہے کہ صوفیوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ذاتِ حق مخلوق کا احاطہ کئے

ہوئے ہے اور مخلوق کے ساتھ متحد ہے۔ ساتھ ہی اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ ذاتِ حق کسی

کسی چیز کو کوئی بھی نسبت نہیں حتیٰ کہ صفاتِ ذاتیہ کو بھی کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے

حالانکہ یہ تناقض اور تضاد ہے اور اس تناقض کو دور کرنے کے لئے فلسفی کی طرح

ذات میں مرتبے اور درجے ثابت کرتے ہیں اور بعض لحاظ سے معیت اور احاطہ ثابت کرتے

ہیں اور بعض لحاظ سے اس کی نفی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ بیجا تکلف اور سراسر احوال

ہے۔ صحیح کشف والے بزرگ ذاتِ حق کو بسیط حقیقی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور اس کے

سوا جو کچھ ہو اس کو اسماء و صفات میں شمار کرتے ہیں۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست میان دیدہ اگر نیم دوست کمتر نیست

یعنی دوست کی جدائی اگرچہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہو تھوڑی نہیں ہے جیسا کہ اگر آنکھ میں ایک آدھا بال بھی پڑ جائے تو وہ تھوڑا نہیں ہے اور بہت بے چین کر دیتا ہے۔ اس مضمون کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کی جاتی ہے:-

مثال: اگر فاضل عالم بڑے ہنر والا چاہے کہ اپنے پوشیدہ بتروں کو ظاہر کرے اور اس مطلب کے لئے حرفوں اور آوازوں کو ایجاد کرے اور ان کے اشارات مقرر کرے تاکہ ان کے ذریعے اپنے ہنروں کو ظاہر کرے تو اس صورت میں ان معنوں پر دلالت کرنے والے حرفوں اور آوازوں کو ان پوشیدہ معنوں کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا بلکہ وہ ان پوشیدہ معنوں کے مظہر اور کمالات کے آئینے ہیں۔ حرفوں اور آوازوں کا ان معانی کے ساتھ احاطہ و سر بیان کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ معانی اسی طرح اپنی پہلی پوشیدگی کی حالت پر ہیں۔ ان معانی کی ذات اور صفات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی چونکہ معانی اور ان پر دلالت کرنے والے حرفوں اور آوازوں میں ایک قسم کی دلیل اور مدلول ہونے کی نسبت ثابت ہوتی ہے تو وہ معنی واضح طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ پوشیدہ معنی زیادتیوں سے پاک و صاف ہیں۔

بالکل اسی طرح مخلوقات کی ذات جو کسی صفت یعنی وجود یا علم یا قدرت وغیرہ کے ساتھ موصوف ہوتی ہے تو اس موصوف ہونے میں خدا کی ذات و صفات واسطہ ہی کیونکہ اس کی ذات و صفات قدمیہ ہے اور مخلوق صفات حادثہ (نئی یعنی جو قدیم نہ ہوں) کے ساتھ منصف ہوتی ہے اس لئے ذی واسطہ ہوتی۔

اب جاننا چاہئے کہ کسی ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے کسی صفت میں واسطہ ہونا تین طرح پر ہے (۱) یہ کہ اصلی اور ذاتی طور پر وہ صفت واسطہ میں پائی جائے اور ذی واسطہ میں وہ صفت بالکل نہ ہو، مگر چونکہ واسطہ کے ساتھ اس ذی واسطہ کو ایک طرح کا تعلق اور لگاؤ ہے۔ اس لئے مجازاً اس کی طرف بھی اس صفت کو منسوب کر دیتے ہیں۔ پس اصل میں وہ صفت واسطہ میں پائی جاتی ہے اور مجازاً ذی واسطہ کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی

شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے تو کشتی متحرک ہے نہ کہ کشتی میں بیٹھنے والا۔ پس حرکت میں کشتی واسطہ ہے کشتی میں بیٹھنے والے کے لئے اور دراصل حرکت کے ساتھ موصوف ہے اور کشتی میں بیٹھنے والا ذی واسطہ ہے جو مجازاً حرکت کے ساتھ موصوف ہے نہ کہ حقیقت میں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ کشتی نشین کو بالکل حرکت نہیں ہوتی مگر کشتی کے تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے اس کو بھی متحرک کہتے ہیں۔ ایسے واسطہ کو منطقیوں کی اصطلاح میں واسطہ فی العروض کہتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت اس کا عکس ہے یعنی وہ صفت ذی واسطہ میں پائی جائے اور واسطہ میں ہرگز نہ ہو بلکہ وہ ذی واسطہ کو موصوف کر دینے میں محض اپنی کام کرتا ہو جیسا کہ کپڑے کو رنگین کرنے میں کپڑا رنگنے والا (رنگریز) واسطہ ہے اور رنگین ہونے کی صفت صرف ذی واسطہ (کپڑے) میں پائی جاتی ہے چنانچہ اسی کو رنگین کہتے ہیں اور واسطہ یعنی رنگریز میں یہ صفت بالکل نہیں پائی جاتی چنانچہ اس کو نہیں کہا جاتا کہ وہ رنگین ہو گیا بلکہ کپڑے کے رنگین ہونے میں محض اس کا ایک تعلق اور واسطہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رنگریز میں رنگینی کی صفت ہی نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ خود بھی کل جسم یا بعض اعضا کو اس رنگ سے رنگین کر لے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو صفت کپڑے میں ہے بالکل اسی طرح سے رنگریز اس کے ساتھ موصوف نہیں ہے اگرچہ مستقل طور سے ایسی ہی صفت اس میں بھی پائی جائے اور اس صورت میں کپڑے کے رنگین ہونے کا ثبوت اس کی اپنی مستقل دلیل سے ہوگا اور رنگریز کے رنگین ہونے کا ثبوت اس کی اپنی مستقل دلیل سے ہوگا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ کپڑا رنگین ہے اس لئے رنگریز بھی ضرور رنگین ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ رنگریز رنگین ہے اس لئے کپڑا بھی رنگین ہے۔ ایسے واسطہ کو اصطلاح میں واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں۔

(۳) وہ صفت، واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقتہً پائی جائے لیکن واسطہ میں پایا جانا علت کے طور پر ہو اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول کے طور پر ہو، پس اس صورت میں پہلے اس صفت سے واسطہ موصوف ہوگا پھر ذی واسطہ موصوف ہوگا،

جیسے قتل کھولتے وقت کبھی کو گھماتے ہیں تو ہاتھ واسطہ ہے حرکت میں اور کبھی ذی اسطہ حرکت حقیقت میں دونوں کے ساتھ قائم ہے۔ مگر ہاتھ کی حرکت غلت اور کبھی کی حرکت معلول ہے۔ اس کو واسطہ فی الثبوت کہتے ہیں۔

پس واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الاثبات میں صفت ایک ہی ہے دوسری صفت موجود ہی نہیں اور واسطہ فی الثبوت میں خود صفتیں دو ہیں۔ جب یہ تمہید سمجھ میں آئی تو باننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا مخلوق کے لئے ان کی صفات میں واسطہ ہونا فی العروض و فی الثبوت تو ہو نہیں سکتا۔ واسطہ فی العروض تو اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں صفتیں ہیں وہ سب حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں اور مخلوق کی طرف تو صرف مجازاً ان کی نسبت ہے۔ اس لازم میں دو خرابیاں ہیں اول یہ کہ مخلوق میں بعض صفتیں بری اور نقص کو لازم کرنے والی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی پاکی واجب اور قرآن و احادیث و ثبات ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن و احادیث میں جگہ جگہ ایسی اور بری دونوں صفتوں کو مخلوقات کی طرف نسبت دی گئی ہے اور یہ نسبت اصلی معنی میں کی گئی ہے۔ جب اس لازم میں دو خرابیاں ہوئیں تو یہ باطل ہوا۔ جب لازم یعنی مخلوق کی صفتوں کا حقیقت میں حق تعالیٰ کی صفتیں ہونا باطل ہوا تو لزوم یعنی واسطہ فی العروض بھی باطل ہوا۔ البتہ اگر ان خرابیوں کے جواب میں یہ کہا جائے کہ جو صفتیں مخلوق میں بری ہیں وہ ان مخلوقات کی قابلیت کی خرابی کی وجہ سے ہیں ورنہ اصل اور واسطہ ان کا بھی خدائے تعالیٰ کی پاکیزہ صفتیں ہیں مثلاً حق تعالیٰ کی صفت قابض جب انسان کے ساتھ متعلق ہوئی تو جن میں نیکی کی صلاحیت تھی انھوں نے امر حق کو قبض (اختیار) کیا اور اپنے حقوق پر بس کی اور جن کی استعداد خراب تھی انھوں نے باطل کو قبض کیا اور لوٹ مار اور چوری کرنے لگے، جیسا کہ حصہ اول میں بیان ہو چکا ہے کہ اخلاق کی جڑ نہیں جاتی بلکہ محل اور موقع بدل جاتا ہے اور بری جگہ کی بجائے پسندیدہ جگہ پر اس کا استعمال ہونے لگتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ سورج کا نور جو ایک بسیط وحدت کا حکم رکھتا ہے، جب مختلف رنگ کے آئینوں کے ساتھ متعلق ہو تو سرخ آئینے میں وہ نور سرخ ہو گا اور زرد آئینے میں زرد، و علیٰ ہذا القیاس۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں

کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ خرابی اول کا جواب دیا جائے اور خرابی دوم کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ کشف سے ثابت ہے اور جب نسبت کے غیر حقیقی ہونے پر دلیل قائم ہے تو اس نسبت کو مجازی کہا جائے گا اس تاویل پر وسط فی العروس کی گنجائش نکل آئے گی، اور اس کے ثبوت کا مدار کشف پر ہوگا۔ چنانچہ اکثر زبردگوں کی تقریر سے یہ مضمون ظاہر ہوتا ہے اور مولانا رومی کے اشعار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے مگر اس میں تین احتیاطیں ضروری ہیں (۱) ان کو نص شرعی سے ثابت شدہ عقائد کی طرح سے عقائد میں داخل نہ کیا جائے اور اس کے غلط ہونے کا بھی شبہ کیا جائے۔ (۲) یہ نہ سمجھے کہ جس قدر اور جس حالت سے مخلوقات میں صفات اور کمالات نظر آتے ہیں بس اللہ تعالیٰ میں اسی مقدار اور کیفیت کے ساتھ ہیں اس سے زائد نہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ بلکہ بندوں میں محدود اور نقص دار ہیں اور حق تعالیٰ میں لا محدود اور عین کمال کے ساتھ ہیں۔ (۳) مذکورہ بالا تاویل چونکہ بہت گہری اور مشکل ہے اس لئے عام لوگوں کے سامنے اس کو بیان نہ کرے اور جو خود ہی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو واسطہ فی العروس بالکل غلط سمجھے کیونکہ عام سمجھ کے اعتبار سے واقعی وہ غلط ہے۔ اور واسطہ فی الثبوت ہونا اس لئے صحیح نہیں کہ اول تو اس میں وہی خرابی لازم آتی ہے کہ جتنی صفات اچھی یا بری مخلوقات میں حقیقی طور پر موجود ہیں وہ سب نعوذ باللہ حقیقت میں باری تعالیٰ میں پائی جائیں پس اس کی تردید اوپر واسطہ فی العروس میں بیان ہو چکی ہے اور اگر اوپر بیان کی ہوئی تاویل سے اس کی اصلاح بھی کر لی جائے تو دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ معلول علت سے خلاف نہیں ہوتا۔ پس باری تعالیٰ کی صفات جو کہ قدیم ہیں مخلوق کی صفتوں کے لئے علت ہوں گی تو مخلوق کی صفتوں کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور یہ عقل و نقل کے خلاف اور محال ہے جیسا کہ علم بلام عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جب واسطہ کی دونوں صورتیں یعنی واسطہ فی العروس اور واسطہ فی الثبوت باطل ہیں اور واسطہ ہونا یقینی اور ضروری ہے ورنہ ممکن (کائنات) کا واجب (ذات حق) سے نفعی اور آزاد ہونا لازم آئے گا۔ پس واسطہ کی تیسری قسم یعنی واسطہ فی الاثبات کا صحیح ہونا ثابت اور مقرر ہو گیا۔ یعنی

باری تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے سے مخلوق کو جو صفت پاب خطا قیام اور اللہ تعالیٰ ان صفات سے بالکل پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات متقل غتلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہیں۔ اور ان صفاتِ حادثہ (مخلوقات کی صفات) کو ان صفاتِ قدیمہ (ذات حق کی صفات) سے سوائے لفظی مشارکت کے (اور وہ بھی بعض میں) کوئی نہایت و مشارکت و شائبہ نہیں۔

خ پر نسبت خاک را با عالم پاک (وَدَيْتُهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ) یعنی اللہ کی مثال تو بہت بڑی ہے) اس صورت میں دنیا ذات حق کا مظہر اس معنی سے ہے کہ جس طرح چیز کا بتانا اس کے بنانے والے (کارِ بیکر) کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور لکھی ہوئی (تحریر) اس کے لکھنے والے پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ دلیل سے مدلول کا علم اور ظہور ہوتا ہی ہے۔ اس لحاظ سے دنیا کا ہر ذرہ اور جز، ذات حق کا مظہر ہے لیکن بعض مخلوقات کی صفتوں سے حق تعالیٰ کی صفتوں کا اچھی طرح اتا پتا چل جاتا ہے ان میں ایک ایسی صفت اور زیادہ ہے جیسے کسی بات کا واضح کرنے کے لئے مثال ہوتی ہے اور بعض مخلوقات میں بھی چونکہ انسان کی صفات کو ان صفاتِ حق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے عارف لوگ انسان کو مظہر جامع و اتم (یعنی مظہر کامل) کہتے ہیں۔ یعنی دوسری مخلوقات کے مقابلے میں، نہ کہ اپنی ذات میں وہ کامل مظہر ہے۔ اور جہاں کہیں بزرگوں کے کلام سے واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت کا مفہوم ہوتا ہے، مثلاً مولانا رومی کے اشعار سے

آں جو ادے کو جوادے را بدار
این نبر باوین امانت وین سداد

واسطہ فی الاثبات کے اور اس سے اوپر کے اشعار یعنی

پند باران خطا باران شدہ
تا بداراں آں بگرد را فشاں شدہ

ظاہر اور واسطہ فی العروض کے متعلق معلوم ہوتے ہیں وہاں وہی تاویل کی جائے گی جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ (یہاں بخوف طوالت تمام اشعار اور ترجمہ اور تشریح سے گریز کیا گیا ہے) یا ان کو واسطہ فی الاثبات کی طرف اس طرح لوٹایا جائے گا کہ مثلاً مولانا کے اشعار

محولہ بالا میں ابرو بکروارض میں ان صفات کے ثابت ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادہ کا واسطہ ہونا لازمی ہے اور صفاتِ باری تعالیٰ ایک دوسرے کو لازم کرتی ہیں

اس نے اس کا جو دو کیم و عدل وغیرہ سب واسطہ ہو گئے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان
مخاوتہات کا جو دو کیم و عدل بعینہ وہاں موجود ہے۔ یہ ہے مسئلہ مظہریت کی تحقیق، جو
مسئلہ توحید کا ایک عنوان ہے۔ اس مسئلہ کے باقی عنوانات ہی اسی تقریر سے حل ہو جاتے
ہیں اور یا وہ اسی عنوان کی مثالیں ہیں، بخوف طوالت ان کے بارے میں صرف مجمع
عقیدہ مطابق علمائے حق درج کر دیا جاتا ہے۔ (۱) عینیت و غیرت (۲) وحدۃ الوجود۔
(۳) اتحاد وجود۔ ان تینوں عنوانات اور ان کے فروعات میں یہ عقیدہ رکھے کہ اشیاء
نہ اللہ تعالیٰ ہائیں ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی ذات اشیاء میں
حلول کئے ہوئے ہے، نہ واجب ممکن ہوا۔ نہ چون چون میں آیا، نہ تزیہ تنزل کر کے تشبیہ
بن گیا ہے، کیونکہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی اور زندقہ ہے، وہاں نہ اتحاد ہے، نہ غیرت
نہ تنزل، نہ تشبیہ۔ فَرُّهُ سُبْحَانَهُ الْاَلَانْ كَمَا كَانَ قَسْبِحَانَهُ مَنْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهِ
وَكَافِي صِفَاتِهِ وَكَافِي اَسْمَائِهِ بِحُدُوثِ الْاَلَاوَانِ (یعنی: اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے
جیسا کہ پہلے تھا اور وہ ایسی پاک ذات ہے جو موجودات کے حدوث سے ذات صفات و اسماء میں متغیر نہیں ہوتا
اور صوفیائے کرام کے کلام سے جہاں کہیں اس قسم کا مطالب نکلتا ہے اس کو
سک پر وقت اور ثابہ حال پر موتوت رکھا جائے اور ان کو معذور سمجھتے ہوئے سن ظن کے
ساتھ ان کے کلام کی اس طرح پڑنا دلیل کی جائے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اشیاء حق تعالیٰ کے
ظہورات ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے آئینے ہیں، اور ان کے کلام ہمہ اوست
کے معنی ہمہ اوست ہوں گے اور ان کا اور علماء کا نزاع حقیقت میں صرف لفظی نزاع
ہوگا، اور نتیجہ دونوں کے قولوں کا ایک ہی ہوگا۔

یہ بھی توحید و ہدیٰ کا ایک عنوان ہے،
توحید ذاتی و صفاتی و افعالی | توحید افعال کے متعلق عنوان اس طرح

مشہور ہے کہ لَا تَاْعِبِلْ اِلَّا اللّٰهَ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کی
طرف کوئی فعل نسوب نہیں کیونکہ اول تو یہ عقائدِ حقہ کے خلاف ہے پھر یہ کہ اس سے
جناب باری سے برائیوں کا صادر ہونا لازم آتا ہے جو سراسر کفر اور زندقہ ہے پھر مشاہدہ

اور وجہ ان سے بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے، نیز یہ کہ شرع کی تمام باتیں اس سے بیکار اور باطل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ افعال کے تمام اسباب کا منتہا اور تمام افعال کا خالق حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے اگرچہ ظاہری اسباب اور ویسے اور بھی ہیں، چونکہ عارف کو دوسرے فاعلوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے وہ ان کی نفی کر دیتا ہے۔ پس دراصل یہ نفی اس اعتبار سے ہے کہ کوئی فاعل سبب و اسطہ قابل توجہ نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اسی طرح توحیدِ صفاتی و توحیدِ ذاتی کو سمجھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے سوا کوئی صفت یا ذات موجود نہیں، بلکہ عارف کو کسی اور کی ذات و صفات کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور اس مرتبہ میں وہ وحدت کا حکم کرتا ہے پس یہ تینوں مراتب توحید و جود کی شاخیں ہیں جن کے متعلق بعونہ تعالیٰ عقیدہ کی درستی بیان ہوئی۔

تنزیلات کا بیان

توحید و جود کا ایک عنوان نزولاتِ ریاضات (ریاضت) ہے یعنی ذاتِ احدیت اور انسان کے درمیان نزولاتِ ذات پانچ ہیں اور چھ مرتبے میں حضرت آسمان ہے جو ان پانچوں مراتب کا مظہر ہے۔ ان نزولات کی تفصیل و وصیائے کرام نے اس طرح کی ہے کہ ذاتِ حق کا تصور جبکہ بلا لحاظ صفات اور اس کی قابلیت کے ہو، اس حیثیت سے کہ تمام چیزوں سے مجرد ہو، تو اس تجرد کو مرتبہ **احدیت** کہتے ہیں اور اسی مرتبہ کو **محببت** صرفہ اور **لا تعین** اور **غیب** مطاق اور **باطن** وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو **نزولات** سے کوئی تعلق نہیں۔

اور نزولِ اول جس کو **طریقہ نقشبندیہ** میں **تعین اول** کہتے ہیں یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ

کا علم اسکی ذات و صفات کے لئے اور تمام موجودات کے لئے اجمال کے طور پر ہو یعنی بعض موجودات کو اجس سے ممتاز کئے بغیر جو جیسا کہ درخت کے بیج کے دانے میں پھل پھول پتے اور شاخیں محمل طور پر پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن یہ سب نظری ہیں نہ کہ ظاہری

معنی کے مطابق یعنی وہ سبحانہ و تعالیٰ خود اپنی ذات سے قائم ہے اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہے (اور تنزل کے اصطلاحی معنی اپنی پہلی ہی ذات اور صفات کو قائم رکھتے ہوئے کسی چیز کا ظاہر ہونا) اس کو مرتبہ **وحدت** کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق و حقیقت محمدی اور تعین اول اور قلم اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

نزول دوم یا تعین دوم یہ ہے کہ علم حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور تمام موجودات کے واسطے تفصیل کے طریق پر ہو یعنی وہ علم بعض موجودات کو بعض سے ممتاز کر دیتا ہو، جیسا کہ مثال سابق میں دانے سے پتوں اور شاخوں اور پھل وغیرہ کا امتیاز اس مرتبہ کو **واحدیت** کہتے ہیں اور حقیقت انسانی اور انجیان ثابتہ بھی کہتے ہیں۔

نزول کے یہ دونوں مرتبے قدیم ہیں اور ان میں تقدم و تاخر عقلی اور بیانی ہے نہ کہ زمانی، کیونکہ وہ سبحانہ و تعالیٰ مع اپنی ذات و صفات کے ہر وقت **اَلَا نَ لَمَّا كَانَتْ** (ابتداً ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) ہے۔ ان مراتب مذکورہ کو مراتب الہیہ کہتے ہیں اور واحدیت کے مرتبے میں الوہیت کی صفات سے متصف ہونا ہے کہ وہ صفتیں وجودیہ ذاتیہ ہیں۔ اگر یہ حیثیت مجموعی ذات کا تمام صفات سے متصف ہونا ملحوظ ہو تو اس کو لاہوت کا مرتبہ کہتے ہیں اور اگر تفصیل وار جدا جدا ہر صفت سے متصف ہونا ملحوظ ہو تو مرتبہ جبروت کہلاتا ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ذاتی صفتوں مثلاً علم، سمع، بصر اور قدرت وغیرہ سے متصف ہونے کے مرتبہ کو لاہوت کہتے ہیں اور عملی صفتوں مثلاً جلالنا اور بارنا وغیرہ سے متصف ہونا جبروت کہلاتا ہے۔

نزول سوم: یہ مرتبہ عالم ارواح کا ہے اور یہ اشیائے کونیہ سے عبارت ہے جو کہ مجرد اور بیط ہیں اور اپنی ذاتوں اور شانوں پر ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو عالم ملکوت یعنی ارواح اور فرشتوں کی دنیا اور عالم غیب بھی کہتے ہیں۔

نزول چہارم: یہ مرتبہ عالم مثال کا ہے اور یہ ان اشیائے کونیہ سے مراد ہے جو کہ مرکب اور لطیف ہیں اور وہ اجزا ہونے، تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور مل جانے کو قبول نہیں کرتیں اور یہ عالم اجسام اور ارواح کے درمیان برزخ ہے۔

نزولِ پنجم: یہ مرتبہ عالمِ انسام کا ہے جو اشیائے کونیہ مرکبہ کثیفہ سے عبارت ہے جو کہ جزو اور ٹکڑے ٹکڑے اور تقسیم ہونے کو قبول کرتی ہیں، اس کو عالمِ ناسوت بھی کہتے ہیں۔ ناسوت، ناس سے مشتق ہے یعنی انسان۔ عالمِ ناسوت کو عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں، اس سے آگے حضرت انسان مظہرِ اتم و اکمل صفاتِ الہی ہے۔ ان مراتب سے گانہ (نزولِ سوم، چہارم و پنجم) کو مراتبِ امکانی کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ (ذاتِ احدیت) ایک مخفی خزانہ ہے اس نے اپنی معرفت کرانے کے لئے پہلے مرتبہ وحدت اور واحدیت میں اپنی صفات اور اسماء کو ممیز کیا پھر عالمِ ارواح، مثال اور اجسام کی ترتیب اور تکوین کے ساتھ انسان کو پیدا کر کے مظہرِ اتم و اکمل اپنی صفات اور اسماء کا بنایا۔ ان مراتب پنجگانہ میں فرق نہ کرنا اور ایک مرتبہ کے احکام دوسرے پر ثابت کرنا ان حضرات کے نزدیک زندگی ہے۔

ہر مرتبہ از وجود کے دارد کہ فرق مراتب نہ کنی ز نریقی

(یعنی: وجود کا ہر درجہ ایک الگ حکم رکھتا ہے اگر ان درجوں میں مرتبہ کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ الحاد و بے دینی و کفر ہے)

پس توحید کے اس عنوان کو بھی عقیدے کی خرابی سے بچانا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مصنوع کو صانع کے ساتھ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہئے جیسا کہ سابقہ تقریرات میں گذرا۔ نیز توحید و جود کی ایک تقریر اس طرح پر بھی کی گئی ہے کہ وجودِ مشترک جو ماہیتِ واحدہ اور ایجادِ حق کا ظل ہے، سب وجودوں میں مشترک ہے اور کوئی وجود یا اس کا جزو دوسرے سے مختلف بالماہیت نہیں صرف آثار و عوامل کا اختلاف ہے اور ایجادِ حق کا تعلق اس فیضان میں سب کے ساتھ یکساں ہے اس معنی کے لحاظ سے اشیاء میں وحدت وجود کہہ سکتے ہیں۔

برہمہ عالم ہے تا بدہیل جائے انباں مے کند جائے ادیم

(یعنی: ہیل ستارہ تو تمام دنیا پر چمکتا ہے لیکن تاثیراتِ ایجاد کہیں ادھوڑی دکھال) اور کہیں نری دکھال) پیدا کرتی ہے

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاک کی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کاٹکے اگر ذرہ کا دل چیریں

(اقبال)

نقشہ مراتب تنزلات ستہ

| | | | | | | |
|--------------|---------------|-------------|--------------|-------|-------|-------|
| مرتبہ اولیٰ | ثانیہ | ثالثہ | رابعہ | خامسہ | سادسہ | سابعہ |
| ذات | تنزل اول | تنزل دوم | سوم | چہارم | پنجم | ششم |
| احدیت | وحدت | واحدیت | روح | مثال | جسم | انسان |
| باطن | حقیقتِ محمدیہ | اعیانِ ثابۃ | x | x | x | x |
| لا تعین | تعین اول | تعین ثانی | x | x | x | x |
| x | لاہوت | جبروت | ملکوت | x | ناسوت | x |
| مراتبِ الہیہ | | | مراتبِ کونیہ | | | |

مرتبہ جامعہ

مراتبِ کونیہ

حضراتِ خمسہ

تنزلاتِ ستہ

عینیت و غیریت

معنی اول: دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا، جیسے

انسان اور حیوانِ ناطق، زید اور ذاتِ زید، یہ عینیت ہے۔

اور دونوں میں امتیاز اور غیریت ہونا، غیریت ہے۔ اس معنی سے دونوں میں تضاد اور تناقض

ہے، اس لئے اس معنی سے کوئی چیز خواہ وہ حادث و مخلوق ہو یا صفاتِ باری تعالیٰ،

ذاتِ حق کا عین نہیں ہے۔ اور صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا

عقیدہ یہ ہے کہ لاہو و لا غیرہ، یعنی نہ اس کا عین ہیں نہ غیر۔ یہ معنی لغوی ہیں۔

معنی ثانی: عینیت کے معنی تو وہی ہیں جو معنی اول میں بیان ہوئے ہیں، اور

غیریت کے معنی یہ ہیں کہ ایک کا دوسرے کے بغیر وجود ہو سکتا ہو، اس میں تناقض نہیں تضاد

ہے۔ یعنی دونوں ایک موقع پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں۔ اس معنی

سے ذاتِ حق اور مخلوق میں عینیت نہیں غیریت ہے، کہ خدائے تعالیٰ بغیر مخلوق کے تھا اور

مخلوق بغیر خدائے تعالیٰ کے نہیں ہوئی، لیکن ذات و صفاتِ حق میں نہ عینیت ہے نہ غیریت

بسیا کہ ظاہر ہے، یہ قول متکلمین کا ہے۔

معنی ثالث: عینیت کے معنی ایک چیز کا دوسری چیز کی طرف محتاج فی الوجود

ہونا۔ اگرچہ دوسری چیز اس پہلی کی محتاج نہ ہو، اور غیریت کے معنی وہی ہیں جو معنی اول میں

مذکور ہوئے۔ اور اس میں نہ تناقض ہے نہ تضاد۔ یہ اصطلاح صوفیائے کرام کی ہے۔

اتصال و اتحاد

لغوی اعتبار سے اتصال و اتحاد کے معنی دو چیزوں کا ذاتی طور پر مل جانا اور ایک ذات ہو جانا ہے۔ اس قسم کا اتحاد اللہ تعالیٰ کی جناب میں محالِ عقلی و نقلی ہے اور اتحاد و زندیقہ ہے۔ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے (یعینیت) یعنی ایک چیز کا بتوابع اور محتاج الیہ اور موقوف علیہ ہونا اور دوسری کا محتاج اور تابع اور موقوف ہونا۔ یہ تعلق مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے۔ عرفی معنی کے اعتبار سے محبت اور محبوب ہونے کا تعلق خاص روزاتوں میں ہونا۔ یہ تعلق خاص مقبول بندوں کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔

ہمہ اوست کی وسامت کے لئے بزرگوں نے بہت سی مثالیں بیان فرمائی

ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے عدالت کا منصف (زج) پوں پوچھے کہ

تم نے اس معاملہ کی پولیس میں ریپٹ لکھوائی، وکیل سے مشورہ کیا؟ وہ شخص جواب

میں کہے کہ جناب پولیس و وکیل سب کچھ آپ ہی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے کہنے والے

کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب سب معاملہ ظاہر ہے تو پولیس اور وکیل کی کیا

ضرورت ہے۔ توجید و جودی کی تمام تقریریں اسی طرف راجع ہیں کہ سالک تمام وجودوں

کو ناقابل التفات سمجھتا اور ایک وجود حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا اور سب کو فنا کے

قابل جان کر ایک ذات کو باقی اور پائندہ جانتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: **مَنْ عَلَيْهِمَا قَاتِنٌ**

وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (یعنی: ہر چیز فنا ہونے والی (اور ناقابل التفات)

ہے اور اللہ تعالیٰ بزرگی اور عزت والے کی ذات باقی رہنے والی (اور قابل التفات) ہے۔) اور توجید و جودی

کی تقریر بھی اسی طرف راجع ہے۔ حضرت شیخ سعدی نے بورتاں میں مثال لکھی ہے جو اس

معنی کو خوب واضح کرتی ہے: **ما دیدہ باشی کہ در بارغ و بارغ الخ۔ ترجمہ: شاید تو نے**

دیکھا ہوگا کہ باغوں اور جنگلوں میں رات کے وقت ایک کیرا (جگنو) چراغ کی مانند چمکتا ہے

کسی نے اس سے پوچھا کہ اے رات کو روشنی کرنے والے کیرے کیا وجہ ہے کہ تو دن میں تو

نظر آتا نہیں؟ دیکھے اس خاک زاد آتشیں کیرے نے کس عقلمندی سے جواب دیا کہ میں

دن رات رہتا تو اسی جنگل میں ہوں لیکن سورج کے سامنے میری روشنی بے توجہ ہو جاتی اور میرا وجود کالعدم ہو جاتا ہے۔ بوستاں ہی میں ایک اور مثال بھی ہے کہ یکے قطرہ باراں ازا برے چکیدار یعنی ایک قطرہ بارش کا کسی بادل سے سمندر کی سطح پر پڑنے کا اور سمندر کی وسعت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جس جگہ دریا اور سمندر ہو وہاں میری کیا حقیقت ہے میری ہستی تو اس کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس قسم کی سب مثالیں وحدتِ شہود پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ نہیں کہہ سکتے کہ سورج کے سامنے جگنو کا وجود نہیں ہے بلکہ سورج اور سمندر مشہود اور ملتفت الیہ ہیں، اور جگنو اور قطرہ غیر مشہود اور ناقابلِ التفات ہیں۔ اور اہل توحید کا بھی یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا وجود مشہود نہیں ہوتا اور کوئی قابلِ توجہ نہیں اگرچہ بادی النظر میں اشیاء بھی موجود ہیں۔

(ف) اس مسئلہ کو ضروری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پس چاہئے کہ بزرگوں کے اختلاف کو لفظی سمجھا جائے اور کسی بزرگ کی شان میں کسی قسم کا طعن روانہ نہ رکھا جائے اور اپنے عقیدے کی درستی کے بعد زیادہ چیتاں میں نہ جائیں اور اگر کہیں اطمینانِ قلب نہ ہو تو کسی واقف عالم سے بالمشافہ پوچھ کر اطمینان کر لیں۔

ذاتِ حق کو بعض چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی تحقیق

اکثر عارفوں کے کلام میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو مختلف چیزوں جیسے سورج، دریا، ہوا وغیرہ سے تمثیل دی جاتی ہے اور یہ تشبیہ و تمثیل ہر لحاظ سے نہیں ہوتی جیسا کہ بعض خشک مزاج لوگ یہی سمجھ کر بزرگوں کو برا کہتے ہیں اور ناواقف صوفی بھی یہی سمجھ کر اپنے عقیدوں کو شرع شریف کے خلاف کر لیتے ہیں بلکہ یہ تشبیہ کسی خاص چیز میں ہوا کرتی ہے مثلاً ذاتِ حق کو دریا سے صرف اس بات میں تشبیہ دی جاتی ہے کہ دریا میں خشکی کی نسبت بسیط اور واحد ہونے کی صفت ہوتی ہے اور مچھلی کی طبیعت اس سے نہیں بھرتی۔ اسی طرح ذاتِ حق کی وحدت ہے کہ طالبِ حق کو اس سے سیری نہیں ہوتی۔ اگرچہ خود ان

دونوں وحدتوں میں فرق ہے کہ دریا کی وحدت عارضی اور دوسرے کے تعلق سے ہے اور ذات حق کی وحدت حقیقی ہے، مگر مطلق وحدت میں تو مناسبت ہے اس لئے یہ نسبت صحیح ہوگئی۔ بات یہ ہے کہ عالم مثال میں واجب سے لے کر ممکن تک ہر چیز مثال ہے اگر یہ اس چیز کی مثل کوئی چیز نہ ہو۔ کیونکہ مثل (میم کے زیر اور ث کی جزم کے ساتھ) کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری چیز کی صفتوں میں شریک ہونا اور اس جیسا ہونا۔ پس ذات و صفات الہی میں اس کی مجال نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ الْآيَةُ (یعنی: اس کی مثل کوئی چیز نہیں) اور مثل (میم و ث کے زیر کے ساتھ) اور مثال کی حقیقت یہ ہے کہ دو چیزیں کسی صفت میں کسی لحاظ سے شریک ہوں، اگرچہ ان دونوں میں ہزاروں درجہ فرق ہو۔ جیسا کہ اکثر دفعہ بادشاہ کی مثال سورج سے دیتے ہیں جس سے مراد بادشاہ کی عظمت و جلال بیان کرنا ہوتا ہے کہ سورج کی طرح سے روشن اور ظاہر ہے حالانکہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بے مثل اور غیر مادی ہو اس کی مثال دی جاسکتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر نے خواب میں قحط کے سالوں کو ڈبلی اور لاغر گایوں اور گہیوں کے خشک خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا۔ اور رزانی اور فصل کے سالوں کو موٹی تازی گایوں اور گہیوں کے تروتازہ خوشوں کی صورت میں دیکھا۔

اور صحیح بخاری شریف میں حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دفعہ جبکہ میں سو رہا تھا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ میرے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے جسموں پر کھرتے ہیں بعض کے گرتے سینے تک پہنچے ہیں اور بعض کے اس سے کم و بیش ہیں اور (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) اس حال میں پیش کئے گئے کہ ان کے جسم پر جو کرتہ تھا وہ اتنا بڑا تھا کہ وہ اس کو لمبا ہونے کی وجہ سے زمین پر کھینچتے تھے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے عمر کے اس کرتہ کھینچنے کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا: "دین" (متفق علیہ منقول از مشکوٰۃ شریف)۔ چنانچہ ان کی خلافت کا زمانہ دراز ہوا اور اس میں دین کو قوت حاصل ہوئی۔ (مؤلف)۔

پس اسی طرح سے ذاتِ حق کی تمثیل بیان کرنا بھی صحیح ہے اور اس کو کشف کی نظر سے مشاہدہ کرنا بھی صحیح ہے۔ اگرچہ روایتِ حق تعالیٰ اس دنیا میں ممکن نہیں (اس کا ذکر آگے آئے گا) ذاتِ حق کے لئے اس تمثیل کا ہوا قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔ قولہ تعالیٰ: **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ** (یعنی: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ روشن ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو، شیشہ ایسا صاف ہو گا جیسا موتی جیسا تارا۔) اور حدیث شریف میں بھی اللہ تعالیٰ کی مثال وارد ہوئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سَيِّدُ بَنِي قَصْرَاتِهِمْ جَعَلَ مَادُبَةً فَدَاعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ وَمَنْ لَمْ يَجِبْهُ عَاقِبَهُ أَوْ قَالَ عَذَّبَهُ** (یعنی: ایک سردار نے ایک گھر بنایا اور اس میں ضیافت کا انتظام کیا پس لوگوں کو اس کے کھانے اور پینے کی دعوت دی۔ پس جس شخص نے اس دعوت کو قبول کیا اس نے اس دعوت کا کھانا کھایا اور مشروبات پیئے اور جس نے وہ دعوت قبول نہیں کی اس پر ناراض ہوا، یا یہ فرمایا کہ اس کو عذاب دیا) اس روایت میں سردار سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکایت سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہو سکتا ہے، کیونکہ قرآن شریف میں **فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ** صاف موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں ”جس وقت اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی“ بس یہی دیدار و رویت ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ دیدار و رویت کے معنی ہیں دیکھنا۔ اور یہ فعل موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جس کا انکار قرآن شریف میں صاف موجود ہے یعنی **إِنَّكَ لَنْ تَرَاني** ”تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا“ (مراد ہے اس دنیاوی زندگی میں) اور تجلی کے معنی ہیں کھل جانا اور ظاہر ہونا۔ یہ فعل حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہے۔ قرآن شریف

کی آیت فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ فِي اسْمِ كُوْتَابَتِ كَمَا كَانَتْ۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے ایک کے ثابت ہونے سے دوسرے کا ثبوت لازم نہیں آتا، ورنہ قرآن مجید میں نعوذ باللہ تعارض لازم ہو جائے گا۔ پس اس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوا اور حجابات اٹھادیئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بیہوش ہو گئے۔ (خوب سمجھ لیجئے) اور یہ جو بعض بزرگوں مثل امام احمد حنبلؒ و امام ابو حنیفہؒ وغیرہم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب یا حال و مکاشفہ میں دیکھا ہے، یہ البتہ ممکن اور واقع ہے کیونکہ یہ دیکھنا عالم مثال میں ہے نہ کہ عالم اجساد میں ظاہر کی (حسی) آنکھوں سے۔

تحقیق مسئلہ تجدید امثال و تعاقب تجلیات

حق تعالیٰ کے اسماء ہر وقت فاعل رہتے ہیں (اگرچہ یہ عقلی طور پر لازمی نہیں مگر کشف سے ثابت ہے) پس جب اجزاء کا فعل ہوا عالم موجود ہو گیا، جب امانت کا فعل ہوا سب معدوم ہو گیا۔ اور چونکہ فعل کے لئے محل کا قابل ہونا ضروری ہے اور اجزاء کے لئے میت ہونا اور امانت کے لئے حی ہونا شرط ہے اس لئے حیات کے وقت اجزاء کا تعطل اور موت کے وقت امانت کی صفت کا بیکار رہنا لازم نہیں آتا، کیونکہ فعل پایا گیا مگر محل قابل نہ ہونے وجہ سے اثر نہیں ہوا (یہ سب ایک علمی مسئلہ ہے، عوام کسی سے سمجھ لیں)۔

تشریح اصطلاحات نقشبندیہ

اے عزیز جاننا چاہئے کہ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی چند اصطلاحات ہیں، جن پر ان کے طریقے کی بنیاد ہے۔ بعض اصطلاحوں میں تواضع کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں ان کی تاثیر کی شرطوں پر اور وہ یہ ہیں :- (۱) ہوش دردم۔ (۲) نظر بر قدم۔ (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن۔ (۵) یاد کرد۔ (۶) بازگشت۔ (۷) نگہداشت۔ (۸) یادداشت۔ یہ آٹھ کلمات تو سنسرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں (۱) وقوف زبانی (۲) وقوف عددی۔

(۳) وقوف قلبی، حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ ان اصطلاحات کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(د) ہوش اور دم: اس سے یہ مراد ہے کہ سالک ہر سانس کے ساتھ بیداری اور ہوشیاری رکھے کہ ذکر لسانی اور قلبی بھی حضورِ دل سے ہونہ کہ غفلت سے، اور ہمیشہ بیدار اور متلاشی رہے کہ اس کا سانس خدا کی یاد میں گزرا یا غفلت میں، اور یہ آہستہ آہستہ ہمیشہ کی حضوری حاصل کرنے اور نفس کے تفرقہ کو دور کرنے کا طریقہ ہے اور بتدی کے واسطے اس کی پابندی نہایت ضروری اور از حد مفید ہے، چنانچہ حضرت خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں دم کی نگہبانی از حد ضروری ہے اور جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا گویا وہ طریقہ شریفہ بھول گیا۔ اور حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا دار و مدار ہی دم پر ہے، کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے اور ان کے بیچ کے وقفے میں خدا کی یاد کے بغیر نہ گزرے، اس کو پاسِ انفاس بھی کہتے ہیں۔

دم بدم، مراغینت، او و ہمدم شو بدم، واقف دم باش در دم بیچ دم بے جا دم (یعنی: ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہمدم ہو جا، دم کا واقف رہ اور کوئی سانس بے جا مت لے)

(ف) اسی ہوش در دم کی برکت سے اس طریقہ علیہ میں سیرِ آفاقی اسی سیرِ انفسی کے ضمن میں درج ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہا جائے کہ اس طریقہ علیہ میں ہدایت میں نہایت مندرج ہے تو مناسب ہے۔

(۲) نظر پر قدم۔ بتدی کے حق میں اس سے یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت سوائے قدم کی پشت کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالے تاکہ کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے اور یہ کہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ مختلف نفوس اور متفرق محسوسات کی طرف لگ جانا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور دل کی جمعیت کو پریشان کرتا ہے اور جس کی وہ طلب میں ہے اس سے روکتا ہے۔ چلنے پھرنے کے وقت نظر کو پشتِ قدم پر لگانا اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے کی طرف نظر کرنا جمعیتِ قلب کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ الْآبَاءَ (یعنی: اے پیغمبر مسلمانوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں) اور نماز میں قیام کے وقت سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں پشتِ قدم پر اور سجدہ میں پرۃ بینی پر اور نعرہ میں مانوں پر نظر رکھنے کے لئے جو شرع شریف میں نکتہ ہے اس میں بھی ہی منسلحت ہے اور اس میں بھی بحیثیت قلاب کا نائدہ حاصل ہوتا ہے نیز وَلَا تَمْسُقْ فِي الْآسْرِضِ مَرَّحًا الْآبَاءَ (یعنی: اور مت چل زمین پر اگر کڑکھ) میں بھی لازم ہے کیونکہ اگر کڑکھ کرنا چلنے میں نظر اوپر رہتی ہے جو جمعیت اور بندگی سے دور اور پرانگی اور تکبر کا باعث ہوتی ہے مِمَّا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ آرْبَابِ الْعِلْمِ — اور متوسط کے حق میں نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت ہیشا را در دانا بینا رہے تاکہ غفلات کا دخل مالک کے دل میں نہ ہو۔ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں میں نظر کرے تو عبرت کے ساتھ نظر کرے کہ نہ مالک معرفت کے سمندر سے ایک بہت قیمتی ذخیرہ نظر کرتے ہی حاصل کر لیتا ہے۔ اسی واسطے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ الْآبَاءَ (یعنی: پس عبرت حاصل کرو اے دیکھنے والو)

بات یہ ہے کہ انسان کے لئے اس راستے میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں ایک۔ آفاق بینی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے کہ انسان ان کی لذت اور مطالب میں مبتلا ہو کر یاد الہی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا انفس بینی انسان اپنے نفس کی رضا جوئی اور اس کی موافقت میں پڑ کر سنائے مولیٰ سے دور پھاڑتا ہے، تو یہ کلمہ دوم اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ اول رہوش دردم انفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور نتیجی کے حق میں نظر بر قدم سے مراد ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ہمسفر بنائے۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان و مکان اور بھی ہیں (تجربہ)

بات یہ ہے کہ باندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے اس کے بعد قدم آگے بڑھتا ہے

اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینے پر آجاتی ہے اور قدم بھی

اس کی پیروی میں اس زینے پر چڑھ جاتا ہے بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے

علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ مراد نہیں کہ نظر قدم سے زیادہ باندی کی نوازش نہ کرے

کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے اور یہ بات بھی غیر واقع ہے کہ قائم کے تمام ہونے کے بعد تنہا نظر کو اس سے آگے ترقی نہیں ہے کیونکہ اس سے آگے اگر نظر تنہا نہ ہو تو سالک بہت سے مرتبوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اصل میں قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے مراتب کی نہایت تک ہے بلکہ اس نبی کی استعداد کی نہایت تک ہے جس کے زیر قدم وہ سالک ہے۔ لیکن پہلا قدم بالاصالت زبلوا واسطہ ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی پیروی سے (بالواسطہ) ہے۔ اور دونوں استعدادوں کے مراتب کے اوپر اس کا قدم نہیں لیکن نظر ہے اور یہ نظر جب تیزی حاصل کر لے تو اس کا منتہا اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہے جس کے زیر قدم وہ سالک ہے، کیونکہ نبی کے کامل تابعداروں کو اس کے تمام کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن استعداد کے مرتبوں کی انتہا تک ہوتا ہے جو کہ اس سالک کی ذاتی استعداد ہے اور جو اس کو نبی کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔ اول میں قدم و نظر موافقت رکھتے ہیں اس کے بعد قدم کو تاہی کرتا ہے اور کہتا ہے

اگر یک سر موئے بر تر پر دم فروغ بجلی بسوزد پر دم

یعنی: اب اگر میں ایک بال بھر بھی اوپر اڑوں تو تجلی الہی کی چمک میری پرواز کو جلادے اور نظر تنہا ہی اوپر چڑھتی ہے اور اس نبی کی نظر کے مرتبوں تک ترقیاں کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بھی ان کے قدم کے اوپر سعود کرتی ہے اور انبیاء کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی نظر کے مقام سے حصہ حاصل ہے جیسا کہ ان کے قدم کے مقام سے حصہ حاصل ہے۔ اور آنحضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے زیر قدم مقام رویت ہے جس کا وعدہ دوسروں کو آخرت پر دیا گیا ہے اور جو دوسروں کے لئے ادھار ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی سزا حاصل ہے ان کے لئے اس دنیا میں رویت نہیں لیکن الصلوة

مِعْرَاجِ الْمُؤْمِنِينَ (یعنی نماز مومنین کی معراج ہے) کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں

فریادِ حافظاں ہمہ آخر بہرہ نیست ہم قصہ غریب حدیث عجیب ہست

(یعنی آخر حافظا کی یہ فریاد بہرہ دگی سے نہیں ہے، یہ تو ایک عجیب و غریب قصہ ہے۔)

پس اگر نظر بر قدم سے یہ مراد ہے کہ قدم نظر سے کسی وقت بھی چھپے نہ رہے تو نیک ہے
کیونکہ نظر کا قدم سے چھپے رہ جانا ترقی سے روکتا ہے۔ بلکہ چاہئے کہ ص
سمند شوق کو ایک اور تازا پانہ لگا

جب سالک یہ پہچان لے کہ وہ کس پیشوا کے زیر قدم ہے تو چاہئے کہ اپنے حالات و واقعات
اپنے پیشوا کے حالات و واقعات کے ساتھ مناسب کرے لیکن ہر سالک کو اس کا معلوم کر لینا
کہ وہ کس نبی کے زیر قدم ہے حاصل نہیں ہے اس لئے ہمارے حضرت تواجہ غریب نواز
محمد فضل علی شاہ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت نظر بر قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی آپ کی شریعت و سنت مقدسہ پر ہو کہ تمام حرکات و سکنات و اخلاق عین سنت نبویہ
کی میزان پر صحیح اتریں۔

(۳) سفر در وطن: اس سے مراد باطنی روحی سفر ہے یعنی سالک صفات
بشریہ خسیہ و رذیلہ (مثل حسد، تکبر، غیبت، ریا و غیرہ) سے صفاتِ ملکیتہ فاضلہ (مثل صبر،
شکر، خوف، رجا و غیرہ) کی طرف تبدیلی اور ترقی حاصل کرتا ہے اس طرح پر کہ مراقبہ و
تصور اور سنت پر عمل سے صفاتِ بشریہ خسیہ کو محو کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی فنا
کر کے صفاتِ ملکیتہ فاضلہ کی طرف ترقی کرتا اور مقاماتِ سیر میں سفر کرنے لگتا جیسے
ولایتِ سعوی، کبری و علیا، کمالاتِ نبوت، رسالت، اولو العزم، حقائقِ الہیہ و انبیاء
تھی کہ فیض ذاتِ غیب الغیب و لاتعین سے (بلا واسطہ) مشرف ہونے لگتا ہے۔ یہ ایک
عجیب بحیرہ ہے کہ اپنے گھر بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے پس سالک پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے
نفس کی دیکھ بھال میں رہے کہ اس میں کچھ غیر اللہ کی محبت تو نہیں ہے اگر ذرا بھی پائے تو اس کو
لا الہ کی نفی میں لا کر الا اللہ کی سرب سے اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں قائم کرے
رجائنا چاہئے کہ اللہ واسطے جس چیز سے محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہی
اور سفر در وطن بھی سیر انفسی کو متضمن ہے۔

(۴) خلوت در انجمن: اور یہ سفر در وطن پر متفرغ و مترتب ہے یعنی جب
سفر در وطن حاصل ہو جائے تو خلوت در انجمن اسکے ضمن میں یہ سیر ہو جائے گی اور اس کا

مطاب یہ ہے کہ سالك كادل اللہ تعالیٰ كى ياد میں ایسا مشغول ہو کہ ہر حالت میں یعنی پڑھنے، كلام كرنے، كھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاك ر رہے اور ذكركا خیال ایسا پختہ ہو جائے كہ خواہ كیسى ہى مجلس اور هجوم میں ہو، دل مولیٰ تعالیٰ كى ياد میں رہے جیسا كہ صحابہ كرام رضوان اللہ علیہم اجمعین كے متعلق ارشاد بارى تعالیٰ ہى

رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ الْآيَةَ (یعنى: وہ ایسے لوگ ہیں جن كو سوداگرى اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ كے ذكر سے غافل نہیں كرتى) اگرچہ شروع شروع میں یہ بات تكلف سے حاصل ہوتى ہے اور دوسرے بزرگوں نے اس جمعیت قلب كو حاصل كرنے كے لئے مختلف اوراد و اشغال تجویز فرمائے ہیں اور

چشم بند و گوش بند و لب بند گرنہ بینى سر حق بر من بخند

(یعنى: آنكھ، كان اور ہونٹ (مراد ظاہرى اعضاء) بند كرا پھر اگر توفى كے بھید نہ ديكھے تو مجھ پر سنس)۔

كا حكم لگا یا ہے لیكن اس سلسلہ كے بزرگوں كے نزدیک ظاہرى جو اس كا ڈھانپنا نہیں ہے بلكہ اجماع تفرقہ میں كسى طرف متوجہ نہ ہونا ہے۔ پس جب سالك اس پر بلكہ راستہ حاصل كر لیتا ہے تو عین تفرقہ میں جمعیت قلب كے ساتھ اور عین غفلت میں حضور دل كے ساتھ رہتا ہے۔ اس بیان سے كوئى یہ گمان نہ كرے كہ تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہى كے حق میں مطلق طور پر برابر ہے۔ نہیں بلكہ مراد یہ ہے كہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس كے باطن كى جمعیت میں برابر ہے۔ اس كے باوجود اگر ظاہر كو باطن كے ساتھ جمع كرے اور تفرقہ كو ظاہر سے بھی دفع كرنے كے ذریعہ ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبى عنیه الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: **وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً الْآيَةَ** (یعنى: اپنے رب كا نام ياد كرا اور سب سے توجہ اس كے ساتھ جوڑ)

جاننا چاہئے كہ بعض اوقات ظاہرى تفرقہ سے پارہ نہیں ہوتا تا كہ مخلوق كے

حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے لیكن تفرقہ باطنى كسى

وقت بھی اچھا نہیں كیونكہ باطن خالص اللہ تعالیٰ كے لئے ہے پس بندوں سے تین حصے

اللہ تعالیٰ كے لئے ہوتے، باطن سب كا سب اور ظاہر كا نصف حصہ، اور ظاہر كا دوسرا

نصف حصہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا۔ اور چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اس لئے ظاہر کیا یہ حصہ بھی حق تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔ وَلَا يَدْرِي رُجْعُ الْآخِرَةِ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ (یعنی: اور کام تمام تر حق تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر)۔

(۵) یاد کر دو۔ اس سے مراد ذکر کرنا ہے، خواہ ذکر لسانی ہو یا قلبی، نفی اثبات ہو یا اسم ذات، سالک کو چاہئے کہ جس طرح وہ اپنے مرشد مہرئی روحانی سے ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کرے ہر وقت اس کی تکرار میں بلا تانہ دل کی محبت کے ساتھ بیدار اور ہشیار رہے یہاں تک کہ حق جل شانہ کی مصوری حاصل ہو جائے۔

(۶) بازگشت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ذاکر خیال و تصور سے نفی اثبات (کلمہ طیبہ) کو طاق عدد کی رعایت کرتے ہوئے چند بار کہے تو اس کے بعد دل کی زبان سے مناجات کرے کہ "خداوند! مقصود من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت خود بدہ۔" (یعنی اے خدایا! مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، مجھ کو اپنی محبت و معرفت عطا فرما) اور کمال عاجزی اور انکساری سے کہے تاکہ اگر غرور و فخر یا گرفتاری لذت کا وسوسہ آئے تو اس دعا کی برکت سے نکل جائے۔

(۷) نگہداشت: اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دور کر دے اور اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے ورنہ اس کا دور کرنا دشوار ہو جائے گا اور اس کا بہترین اور مجرب علاج یہ ہے کہ اس وسوسہ سے بے خیال ہو جائے جیسا کہ پہلے حصہ میں گذر چکا ہے۔ دوسرا علاج فوراً ذکر اللہ میں محو ہو جانا ہے۔ اگر پھر بھی رہ جائے تو شیخ و مرشد کی صورت کا تصور عقیدہ کی درستی کے ساتھ (یعنی اس کو مقصود بالذات یا حاضر ناظر نہ جانتے ہوئے وغیرہ) بہت مفید ہے۔ جانا چاہئے کہ عوام کو یہ امر بہت مشکل ہے اور اولیائے کابلیں کو یہ دولت تازبان دراز حاصل رہتی ہے۔

(۸) یادداشت: اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ صرف (یعنی جو الفاظ و

خیالات سے خالی ہوں) واجب الوجود یعنی ذات حق کی طرف لگائے رکھئے تاکہ دوام آگاہی حاصل ہو جائے اور وہو معکم ایما کنتم الا یہ (یعنی: وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ تم ہو) کو ہر وقت نگاہ میں رکھئے۔ حق بات یہ ہے کہ دوام آگاہی، فنائے حقیقی اور بقائے کامل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوام توجہ منظور نہیں ہے اور مرتبہ حقیقت میں (فنا و بقا کے بعد) دوام توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔ پس یاد کرد و نگہداشت جو مرتبہ طریقت میں ہے بتدیوں اور توسطوں کے لئے ہے اور یادداشت حقیقت سے متعلق اور شہیوں کیلئے ہے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدروانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یادداشت سے آگے

پنداشت و وعیم ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں۔ اور دوام آگاہی بھی اسی یادداشت ہی کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لئے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحب دل کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غمزدیدی جائے تو بھی اس کے دل میں ہرگز کوئی خطرہ نہ آنے پائے" دوسروں کو بھی اس سے رغبت اور شوق حاصل کرنا چاہئے۔ (رزقنا اللہ ولکم)۔

(۹) **وقوفِ زمانی:** اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت اپنے حال کا واقف رہے یعنی ہر ساعت کے بعد تامل کرے کہ غفلت تو نہیں آئی اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنا اور آئندہ اس کے چھوڑنے پر ہمت باندھنی چاہئے۔

(۱۰) **وقوفِ عددی:** اس سے مراد یہ ہے کہ ذکرِ نفی اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: **اللَّهُ وَشَرُّهُ وَيُحِبُّ الْوِثْرَ** (یعنی: اللہ طاق (ایک) ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔)

(۱۱) **وقوفِ قلبی:** اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت قلبِ صنوبری کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھنا خصوصاً ذکر اذکار کے وقت۔ اور اس میں بھی ایسی حکمت ہے

جیسا کہ سلسلہ قادریہ میں ضربات کی رعایت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو، تاکہ آہستہ آہستہ صرف ذات الہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے جس دم اور رعایت عددِ طاق کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا مگر وقوفِ قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطہ مرشد اور مراقبات لازم ہیں۔ کیونکہ مقصود ذکر سے غفلت کا دور کرنا ہے اور یہ بغیر وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول مولانا رومیؒ:

بزرباں تسبیح و در دل گاؤن
این چنین تسبیح کے دار دائر

(یعنی: زبان پر تسبیح ہو اور دل میں کھیتی کا بیل ہو، یعنی دنیوی خیالات آتے ہوں تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟) کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

عَلَى بَيْضِ قَلْبِكَ كُنْ كَأَنَّكَ طَائِرٌ
فَمِنْ ذَلِكَ الْأَحْوَالِ فِيكَ تَوْلَدُ

مانند مرغے باش بر بیضہ دل پاسبان
کز بیضہ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ

(یعنی: تو اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح نگراں رہ تاکہ اس کی پابندی سے تجھ میں جوش و جذب اور عجیب عجیب حالات پیدا ہوں)

اور سنت مجرد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا حکم کیا جائے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے تاکہ ذکر اثر کرے اور قرآن شریف کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (یعنی: اے ایمان والو! اللہ کو بہت ہی زیادہ یاد کرو)۔ اور حدیث شریف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الذکر ای بی اعتبار القلب (یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکر کرنے والے تھے یعنی قلبی ذکر کے اعتبار سے) وقوفِ قلبی اور ذکرِ قلبی کے لئے دلیل ہیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

اندراج النہایت فی البدایت

جاننا چاہئے کہ یہ سیر (سیر الی اللہ) بہت دور دراز کی سیر ہے کہ جس کے طے کرنے میں بڑی بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک منزل مقصود کے پہنچے بغیر راستے ہی میں مر جاتا ہے، اس لئے خدائے تعالیٰ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک (سیر آفاقی) پر جذب (سیر انفسی) کو مقدم کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اس سلسلہ عالیہ میں پہلے پہل مرید کے عالم امر کے لطیفوں میں توجہ سی فیض القا کرتے ہیں تاکہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی اپنے اصول میں فانی اور مستہلک ہو جائیں۔ اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں اور اسی سیر کے ضمن میں بعض اوقات سیر آفاقی بھی حاصل ہو جاتی ہے، اس لئے لطائف عالم امر سے ظلمتیں اور کدورتیں بھی دفع ہو جاتی ہیں اور قرب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس تصفیہ قلب کے بعد نفس و قالب کے تزکیہ کی غرض سے ریاضت کا حکم دیتے ہیں تو سالک کو ریاضت اور تیغ کی توجہ سے نفس اور عناصر اربعہ کا تزکیہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، ایسے سالک کو مجذوب سالک کہتے ہیں اور اس سیر کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جذب جو دیگر سلسلوں میں سب سے اخیر میں ہوتا ہے اس سلسلہ میں شروع ہی میں ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ عالم امر کے لطیفے فنا ہونے کے بعد ریاضت کا حکم دیا گیا تھا اور نفس کی سختی و سیاہی لطیفوں کی صحبت اور پڑوس کے سبب سے جاتی رہی تھی اور ریاضت اس پر آسان ہو چکی تھی اور عبادت کا ثواب لطائف کے فنا ہونے کے بعد زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ سیر آسان اور جلدی ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اگر مرید اس میں کامل ہونے سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے گا، اس لئے کہ ذکر قلب پہلے ہی حاصل کر لیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تھی اس جملہ کی مختصر تشریح جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ”ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں“ جس پر بعض کوتاہ نظروں نے

یہ اعتراض کیا کہ جب اور سلسلوں کی انتہا اس سلسلہ کی ابتدا ہے اور ان سلسلوں کی انتہا ہے وصول الی اللہ، تو ان حضرات کی انتہا کیا ہوگی۔ جس کا ایک جواب جو الزامی کہئے یہ دیا گیا ہے کہ بیشک انتہا تو سب کی وصول الی اللہ ہی ہے لیکن ہر شخص کے وصول کی کیفیت جداگانہ ہے چنانچہ انبیاء اور اولیاء کے وصول میں اولیاء اور عام مومنوں کے وصول کے درجوں میں حتیٰ کہ رسولوں کے درجات وصول میں فرق ثابت ہے تو پھر ان حضرات کے وصول اور دوسروں کے وصول میں کیوں فرق نہیں ہوگا۔ دوسرا جواب جو تحقیقی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جذب و محبت جو دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو نہایت میں میسر ہوتی ہے اس طریق کے بتدیوں کو اس کی چاشنی ابتدا میں ہی چکھادی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کی حقیقت تو ان کو بھی انتہا ہی میں حاصل ہوگی لیکن گروہ بتداری میں فوت ہو جائیں تو اس دولت سے بے بہرہ نہیں جائیں گے۔

قیاس بن زنگتان من بہار مرا

اگرچہ یہ مطلب دوسرے سلسلوں میں بھی حاصل ہے لیکن اس سلسلہ کے بزرگوں نے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا ہے یعنی اس سیر کو لطائف عالم امر سے شروع کر کے تصفیہ قلب حاصل کیا ہے اور روح کو اپنے مقصود حقیقی کی طرف متوجہ کر کے تزکیہ لطائف عالم خلق میں مشغول ہوئے ہیں اس لئے ان کے مقام جذبہ میں ایک خاص شان ہے جو ادروں کو اتفاقی طور پر شاذ و نادر حاصل ہوتی ہے۔ پس اس لحاظ سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اس طریقہ علیہ میں ہدایت میں نہایت مندرج ہے یعنی نہایت کی صورت اور چاشنی درج ہے نہ کہ نہایت کی حقیقت، کیونکہ حقیقت کا ہدایت میں مندرج ہونا محال ہے اور بتدی کا جذب ہستی کے جذب کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور بھروسہ کے لائق نہیں ہے، البتہ ایک اچھی علامت ہے اور وہ جذب جو اس راستہ کی ضروریات میں سے ہے وہ جذب ثانی یعنی جذب ہستی ہے۔ حاشا و کلاً جو اس سلسلہ کے بزرگوں کا مطلب یہ ہو کہ اس سلسلہ کا بتدی دوسروں کے ہستی کے برابر ہے۔ یہ محض سمجھ کا دھوکا ہے۔

قاصرے گر کنڈایں طائفہ را طعن و قصور
حاشائے کہ بر آرم بزباں این گلہ را

(یعنی: اگر کوئی کم سمجھ اس گروہ کو طعن دے اور قصور وار بتائے تو ہرگز بھی اس شکایت کو زبان سے نہ نکالوں)

انتباہ

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسائل علم والوں کے لئے لکھے جاتے ہیں تاکہ وہ حقیقت کار سے واقف ہو جائیں ورنہ عوام کے لئے لازمی ہے کہ وہ تمام سلاسل کے پیشواؤں کو اپنا بزرگ اور مہما سمجھیں اور ان کے مرتبوں میں کسی قسم کا تعین و تفاد نہ کرتے ہوئے اپنے اپنے کام میں مشغول رہیں اور جہاں کہیں بزرگوں کا اختلاف پائیں اس کو لفظی یا فروعی اختلاف سمجھتے ہوئے اس مسئلہ میں اپنے مرشد کے مسلک پر عمل کریں کیونکہ لِكُلِّ وَجْهَةٍ هُوَ مَوْلِيٰهَا رِغْبَىٰ: ہر ایک کا ایک قبلہ ہے جدھر وہ منہ کرتا ہے (الحمد لله الذی ہدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان ہدانا الله۔

بعض دیگر اصطلاحات کی تشریح

اکثر سالکین اس سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلاں حالت میں کمی واقع ہوگئی یا فلاں کیفیت جاتی رہی اب پہلے جیسا جوش و جذب و خوابات و حالات نہیں ہوتے شاید ہم کو تنزل ہو گیا ہے اور اس سے وہ باپوس اور رنجیدہ دل ہو جاتے ہیں۔ کابلیں مشائخ نے ان کی اس غلطی کو دور کرنے کے لئے وضاحت فرمادی ہے کہ حالات کا غلبہ ہمیشہ نہیں ہوتا

خاص طور پر مبتدی کو تو بہت ہی تغیر و تبدل پیش آتا ہے اور اس تغیر کو اصطلاح میں تلویں کہتے ہیں، اور تلویں حالات کے لئے حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو صحیح مسلم شریف اور صحیح ترمذی شریف میں ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت حنظلہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے الگ ہونے کے بعد اپنی وہ حالت نہ پائی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوتی تھی تو اپنی اس حالت پر بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور اپنے آپ کو اس وجہ

سے منافق کی مانند سمجھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو تمام سرگشت

ان کو سنائی، حضرت صدیق نے کہا حالت تو ہماری بھی یہی ہے چلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں چنانچہ حاضر ہو کر عرض کی، حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَتَدُّ دُمُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي أَوْ فِي الذِّكْرِ
لَصَافَحْتَكُمْ الْمَلَائِكَةَ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَاحْنُظَلَةُ سَاعَةً سَاعَةً

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (یعنی: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اس حالت
پر رہتے جس پر میرے پاس رہتے ہوئے ہوتے ہو، یا یہ فرمایا کہ جس پر ذکر کی حالت میں رہتے ہو (شک
الراوی) تو البتہ فرشتے تم سے تمہارے فرشوں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کیا کرتے و لیکن
اے حنظلہ! انسان کی حالت کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ، اور یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے جواب کو نظم فرمایا ہے
جب کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ جب آپ نے مصر سے
جو اتنی دور ہے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سونگھ لی تو جب وہ کنعان کے کنوئیں
میں ڈال دیئے گئے تھے وہیں کیوں نہ دیکھ لیا تھا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے

بگفت احوالِ باری جہانِ ست درمے پیدا و دیگر دم نہانِ ست
گئے بر طارمِ اعلیٰ نشینم گئے بر پشتِ پائے خوردنہ بینم

(یعنی: آپ نے فرمایا کہ ہمارا حال کوندنے والی بجلی کی مانند ہے جو کبھی ظاہر ہوتی اور کبھی چھپ جاتی ہے
کبھی تو میں بہت بلند مکان پر بیٹھتا ہوں کبھی میں اپنے پاؤں کی پیٹھ پر بھی نہیں دیکھتا ہوں)

پس اس قسم کے تغیرات سے سالک کو ناامید اور شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ
یہ پریشانی نقصان دینے والی ہے بلکہ ان تغیرات کو راستے کی چیز سمجھے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے

ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیرِ اوست

(یعنی: جو کچھ طریقت میں سالک کو پیش آئے اس میں سالک کی بھلائی و بہتری ہے۔)

سکر کی حالت جس میں سالک سے بعض امور ظاہر شریعت کے خلاف سرزد
ہو جاتے ہیں اسی مقام تلویں سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مقام قلب کا ہے جب اس کا

قلب تصفیہ سے مزین ہو جاتا اور نفس تزکیہ حاصل کر کے مطمئن ہو جاتا ہے تو قالب

شریعت کا تابع اور حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے، اس مقام کو مقام تمکین

کہتے ہیں۔ اگرچہ اہل تمکین کی حالت میں بھی ان کے مرتبہ کے مطابق فرق ہوتا ہے اور

ان کے حالات میں تغیر ہوتا ہے لیکن وہ تغیر شریعت مقدسہ سے سرموتجا و زہد نہیں کرتا۔ اگر صاحب تلوین ابن الوقت ہے تو صاحب تمکین ابو الوقت ہے اور احوال کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے۔

مقام تلوین میں سالک کو مختلف حالتیں پیش آتی ہیں پس کبھی خدا کی تجلی جلالی یعنی اس کی بزرگی اور بے نیازی کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے اور اس سے کسی مصلحت کی بنا پر

واردات اور حالات کا ہونا سالک پر بند ہو جاتا ہے اور اس سے نفس کی پریشانی لطائف خمسہ کو منتشر اور مشوش کر دیتی ہے اس حالت کو اصطلاح میں قبض کہتے ہیں۔ اور اس

کی دلیل وحی کے آنے میں (ابتدائے نبوت میں) توقف سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مغموم ہونا اور اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرنے کے درپے ہونا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام

کا ظاہر ہو کر اطمینان دلانا ہے، جس کو امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ پس بعض اہل قبض جو تنگ ہو کر خودکشی کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ہو سکتا ہے

کہ وہ معذور ہوں اور ان کو مشائخ کا اس قسم کی تسلی دینا کہ تمہاری حالت محمود اور اچھی ہے اور اس حالت کی مصلحتیں اور حکمتیں پیش کرنا بھی نہایت مناسب ہے جیسا کہ

حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا۔ پس سالک کو چاہئے کہ کیسا ہی قبض پیش آئے محبوب حقیقی خدا تعالیٰ سے تعلق قطع نہ کرے اور رابطہ مرشد قائم رکھے اور استغفار کی کثرت کرے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو

چونکہ قبض آیدتو دروے بسط میں

(یعنی: اے راہِ طریقت کے چلنے والے جب تجھے کوئی قبض پیش آئے تو چونکہ اس میں تیری بہتری ہے اس لئے تو باہر سے

دل مت ہو پس جب تجھ کو قبض پیش آئے تو اس کو اپنے دل میں بسط سمجھ لے اور ہشاش بشاش رہ اور پیشانی پر ہمت)

قبض کے مقابل کی حالت کو بسط کہتے ہیں یعنی ذاتِ حق کے لطف و فضل کے

دروے سے قلب کو جو سرد و فرحت اور خوشی ہوتی ہے اور نفس لطائف خمسہ کے ساتھ

موافقت کر کے ترقی کی طرف مائل اور عبادت میں ذوق و شوق کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے

اس حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اپنی عاجزی اور کمزوری اور ذاتِ حق کے فضل و لطف پر

نظر رہنی چاہئے اور احوال سے منہ موڑ کر احوال کے خالق (خدائے تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ قبض اور بسط میں جب اور ترقی ہوتی ہے تو قبض کی ترقی کی حالت کو ہیبت اور بسط کے غلبہ کی حالت کو انس کہتے ہیں۔ یعنی قبض اور بسط کی حالت سالک کو ابتدا سے انتہا تک پیش آتی رہتی ہے۔ پس بتدی کو ہوتی ہے تو اسے خوف اور رجا کہتے ہیں، متوسط کے لئے قبض اور بسط اور منتہی کے لئے ہیبت اور انس کہتے ہیں (علی الترتیب)۔ جو واردات و کیفیات کہ حاصل ہونے کے بعد جلد ہی زائل ہو جائیں اور ہمیشگی نہ پکڑیں ان کو حال کہتے ہیں اور جو ہمیشگی اور قرار حاصل کریں ان کو مقام کہتے ہیں اور عمل باطنی اختیاری کو بھی مقام کہتے ہیں۔

بعض اہل طریق کا یہ مذاق رہا ہے کہ جب عارضی اسباب کے پیش آنے سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہو تو اس کے رفع کرنے کے لئے مجال ہونے کی شرطوں کے ساتھ قدر کے سماع سن لیا ہے تاکہ نشاط اور سرور پیدا ہو کر اطاعت الہی آسان ہو جائے۔ پس مقصود تو عبادت الہی ہوتی ہے اور سماع اس کے لئے مددگار ہوتا ہے کیونکہ یہ اکثر قدرتی بات ہے کہ کسی چیز کے خود پڑھنے سے وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو اس کو دوسرے کے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ باقی رہا سماع ہی کو مقصود بنا لینا اور اس میں شرائط کی رعایت نہ کرنا تلعب بالدین ہے اور بالکل ناجائز ہے۔ آج کل کے زمانے میں صوفیوں نے اس مسئلہ میں بہت افراط سے کام لیا ہے اور بزرگان دین کی طرف اس قسم کے سماع کو جو شرعاً تلعب بالدین ہے منسوب کر دیا ہے، اور اس طرح دین میں تساہل پیدا کر دیا ہے جس کی خرابیاں اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔

جاننا چاہئے کہ سماع و وجد شرائط اباحت کے ساتھ ان لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں جو کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب، کبھی پانے والے ہیں اور کبھی گم کرنے والے، یہ لوگ اربابِ قلوب ہیں جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے اور امیدوں کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا

حاصل ہے حال کی ہمیشگی اُن کے حق میں محال ہے اور وقت کا دوام ان کی شان میں
 منسل ہے کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں، یہ لوگ ابن الوقت یعنی وقت کے مغلوب
 ہیں، کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہیبوط کرتے ہیں لیکن تجلیاتِ ذاتیہ والے لوگ جو پورے
 طور پر قلب سے نکل چکے ہیں اور مقلبِ قلب یعنی خدائے تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں سماع و
 وجد کے محتاج نہیں، وہاں نہ وقت ہے نہ حال، نہ فقد ہے نہ وجد۔ یہ لوگ اب الوقت اور
 صاحبِ تمکین ہیں۔ ہاں منتہیوں میں سے بھی ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال کے
 درجوں میں سے کسی درجے تک پہنچنے اور جمالِ لائزال کے مشاہدہ کے بعد ان کو قوی برودت
 اور پوری پوری تسلی حاصل ہو جاتی ہے جو ان کو وصول کی منزلوں تک ترقی کرنے سے ہٹا رکھتی ہے
 کیونکہ وصول کی منزلیں ابھی آگے ہوتی ہیں اور قُرب کے مدارج نہایت تک طے نہیں ہوئے
 ہوتے، اس لئے اس برودت کے باوجود عروج کی خواہش اور محبوب کے کمال قُرب کی آرزو
 رکھتے ہیں اس صورت میں سماع فائدہ مند اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ ہر گھڑی سماع کی مدد سے
 ان کو قُرب کی منزلوں کی طرف ترقی میسر ہوتی ہے۔ پس وصل کی ہمیشگی کے باوجود یہ سماع و
 رقص و وجد وصول کی طرف ترقی کے لئے ہے۔ اور مشائخ میں سے ایک اور گروہ جن کے
 نفوس درجہ ولایت تک پہنچنے کے بعد بندگی کے مقام میں اُتر آتے ہیں اور ان کی ارواح
 نفوس کی روک ٹوک کے بغیر اپنے اصلی مقام میں جنابِ قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں اور
 ہر گھڑی نفسِ مطمئنہ کے مقام سے ان ارواح کو مدد پہنچتی رہتی ہے جس کے باعث روح کو
 محبوب کے ساتھ خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان بزرگوں کا آرام عبادت کے ساتھ ہی
 اور ان کی تسکین بندگی اور طاعت کے حقوق ادا کرنے میں ہوتی ہے، ان کو سماع و وجد کی
 کچھ ضرورت نہیں ہے۔ غرض سماع متوسطوں کے لئے اور ایک قسم کے منتہیوں کے لئے بھی
 مفید ہے، لیکن بندہ یوں کے لئے وجد و سماع نقصان دینے والا ہے اور ان کے عروج کے
 منافی ہے خواہ وہ شرائط کے موافق ہی ہو۔ اور بتدی سے مراد وہ لوگ ہیں جو اربابِ قلوب
 میں سے نہیں ہیں، ان کا وجد کسی بیماری سے ہے، ان کا حال وبال، ان کی حرکت طبعی اور
 ان کا رقص ہوائے نفسانی سے بھرا ہوتا ہے۔ اربابِ قلوب وہ ہیں جو بستدیوں اور

شہیوں کے درمیان متوسط ہیں اور شہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور اصل کامل ہو اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں اور وصول کے بہت سے مرتبے ہیں جن کا ہمیشہ تک قطع کرنا ناممکن ہے۔ سماع و وجد جن شہیوں کے حق میں درکار ہے وہ بھی ایک لحاظ سے متوسطین میں سے ہیں کیونکہ یہ لوگ عروج کے بہت سے مرتبے آگے رکھتے ہیں۔ جب عروج کے مرتبے جہاں تک ان کا حاصل ہونا ان کے حق میں ممکن ہے پورے طور پر طے نہ کر لیں انتہا کی حقیقت ان سے گم ہے۔ سماع کی شرائط میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ اس قسم کا سماع و رقص جو آجکل کے لوگوں میں پھیلا ہوا ہے اور اس قسم کی قوالی وغیرہ کی مجلسیں اور اجتماع جو اس زمانے میں رواج پائی ہوئی ہیں کچھ شک نہیں کہ محض نقصان دینے والی اور ترقی سے روکنے والی ہیں جن سے بچنا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔

سماع کی شرطیں صاحب استقامت بزرگوں کی کتابوں میں خوب اچھی طرح درج ہیں۔ البتہ چند ضروری شرطیں یہاں لکھی جاتی ہیں: سماع کی مجلس شراب نوشی اور تمام نشے والی چیزوں کے استعمال سے اور زنا اور لواطت سے اور تمام ان چیزوں سے جو شرع شریف نے حرام کر دی ہیں خالی ہو۔ ایسے وقت میں یہ محفل منعقد نہ کی جائے کہ اگر سماع میں بیٹھا رہے تو نماز جاتی رہے، یا کوئی اور فرض و واجب چھوٹ جائے یا شہادت واجبہ کا وقت جاتا رہے۔ مجلس میں شامل ہونے والوں میں کوئی اجنبیہ عورت یا لڑکی جس سے شہوت کا خوف ہو وہاں موجود نہ ہو۔ سننے والا دلی جذبات کے ضبط اور خطرات کی حفاظت پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی اپنے دل میں وہ خیالات نہ لائے جو حرام ہیں اور اگر دل میں وہ خیالات آجائیں تو ان کے دور کرنے پر قدرت ہو۔ اگرچہ اسی حال میں بار بار اس کے دل میں یہ خیالات آئیں ان کو قطع کرتا رہے۔ سماع کا مقصد نیک اور نیت اچھی ہو۔ اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو کیونکہ یہ اعتقاد ترقی سے روکتا ہے۔ اگرچہ وہ بھی عروج حاصل کرتا ہے لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔ مزا میر نہ ہوں۔

(ف) سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سماع میں خاص شغف رکھتے ہیں کیونکہ ان پر ذوق و شوق کا غلبہ ہے اور ان کا برنقشبندیہ پر احتیاط کا غلبہ ہے اس لئے یہ حسرات سماع سے پرہیز کرتے اور کراتے ہیں اور سوائے خاص ضرورت کے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ سالک کو چاہئے کہ کسی سلسلہ کے بزرگوں پر طعن نہ کرے اور اپنے مشائخ کے طریقے کو اپنا شعار بنائے اور سماع وغیرہ مسائل میں اپنے شیخ کی اجازت اور ہدایت پر عمل کرے اور عوام الناس کو تو اس قسم کے گانے وغیرہ کی محفلوں سے خصوصاً جو آج کل رائج ہیں پرہیز لازمی ہے۔

جمع | اس حالت سے مراد ہے جس میں سالک حق جل مجدہ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتا ہے اور خدا کی طرف متوجہ رہنا اس پر غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مخلوق کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہوتا جیسے چاند کو دیکھنے والا۔

فرق | اس حالت میں سالک دنیا کو دیکھتا ہے لیکن اس کو حق کے انوار کا آئینہ نہیں بنانا اور مصنوع سے صانع کی طرف اپنی توجہ کو نہیں لوٹانا گویا دنیا اس کی نظر میں اندھیری ہے۔

جمع الجمع | اس حالت میں سالک حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے یعنی تاریکی سے نکل کر مشاہدہ حق سے مشرف ہو کر خلق میں مشغول ہوتا ہے۔

غیبت و حضور، سکرو صحو، محو و اثبات، ظہور و استتار | اگر کوئی واردِ قوی قلب پر آیا خواہ صفات

خداوندی کا غلبہ ہو یا کچھ ثواب و عذاب کا خیال، اس کے غلبہ سے جو اس معطل ہو گئے اور اس کو کوئی خبر نہ رہی نہ غیبت ہے یعنی خلق سے اور جب ہوش آگیا تو حضور ہو گیا۔ انوارِ غیب کے غلبہ سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز کا اٹھ جانا سکری ہے اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے۔ محو و اثبات کے معنی قریب فنا و بقا کے ہیں تجلی ظہور کو کہتے ہیں اور استتار پوشیدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اس ظہور کو تجلی مثالی کہتے ہیں نہ کہ تجلی حقیقی جو رویت سے تعبیر کی جاتی ہے اور وہ آخرت ہی میں ہوگی۔

آداب رعایات برائے مرشدین

ارشاد و ہدایت کا منصب ایک بہت ہی بڑا منصب ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرًا جَامِنًا لِلَّهِ** (یعنی، اے نبی، بلاشبہ ہم نے تجھ کو بھیجا تا کہ تو امت کے اعمال پر گواہ رہے اور (نیک عمل والوں کو) خوشخبری دے اور (بدکاروں کو دوزخ کی آگ سے) ڈرائے اور ان کو اللہ کی اجازت سے اس کی طرف بلائے اور تو ایک ایسا چراغ ہے جو (دوسروں کو بھی) روشن کرتا ہے)۔

دارمی نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا جو کہ بنی اسرائیل سے تھے، ان میں سے ایک عالم تھا جو کہ صرف فرض نمازیں ادا کرتا تھا اور اس کے بعد لوگوں کو تعلیم کرتا تھا اور دوسرا شخص رات بھر عبادت کرتا اور دن بھر روزہ رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے شخص کو دوسرے شخص پر اس قدر فضیلت ہے جتنی کہ مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر ہے۔ پس ارشاد و ہدایت کا ثواب تمام عبادتوں سے زیادہ ہے اس لئے جو حضرات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ارشاد و ہدایت کے منصب پر مقرر ہوئے ہیں اور اپنے مشائخ سے باقاعدہ اجازت حاصل ہے ان کو اس نعمت پر مولیٰ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور اس کے مناسب آداب کی رعایت کرنی چاہئے۔ اس باب میں وہ آداب بیان کئے جاتے ہیں جو صاحب ارشاد اور پیروں کے لئے مناسب اور ضروری ہیں۔

شیخ کو طریقہ کے ظاہر کرنے اور پھیلانے پر زیادہ مائل ہونا چاہئے اور اپنے مریدوں پر مہربان اور شفیق ہونا چاہئے، اور زُثر و ثرونہ ہونا چاہئے، نہ مریدوں کو بلا وجہ ڈانٹے ڈپٹے، ہاں جبکہ شریعت اسلامیہ کا تقاضا ہو تو اس وقت ڈانٹنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

مرید کو شفقت اور مہربانی سے نصیحت کرے اور سخت کلامی اختیار نہ کرے۔ اگر مرید سے کوئی خطا سرزد ہو جائے جو کہ مرشد کی ذات ہی تک محدود ہو تو مرشد اس سے معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرے۔ مخلوق کی رضامندی کے واسطے راہِ مولیٰ کے

طالب علموں کو اپنے پاس سے ہٹانا کفر ہے، مریدوں سے کسی مالی یا جسمانی فائدے کی خواہش نہ رکھے کیونکہ ہدایت کرنا ایک عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا حرام ہے اور اس خدمت کا معاوضہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے طلب نہ کرے۔ اگر کسی مرید سے کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچے تو صبر سے برداشت کرے اور اس پر توجہات باطنی میں کمی نہ کرے اور معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور ہدایت کے لئے دعا کرے۔ مریدوں میں باوقار رہے، عام اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے تاکہ مریدوں کے دل سے اس کی عزت و عظمت نہ اٹھ جائے اور پھر وہ فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یکایک یعنی پہلے پہل دیکھتا تھا آپ سے ڈرا اور میت محسوس کرتا تھا، اور جو کوئی آپ سے ملتا رہتا اور آپ کے مزاج مبارک کو پہچان جاتا اور مصاحبت رکھتا تھا تو وہ آپ سے بہت محبت رکھتا یعنی پہلی ملاقات میں آپ کے وقار کے سبب سے ڈر جاتا تھا اور جب بیٹھتا اور مخالطت کرتا اور آپ کا حسن خلق معلوم کرتا تو آپ سے بہت محبت کرنے لگتا تھا (ترمذی عن علی کرم اللہ وجہہ)

شیخ کو چاہئے کہ اپنے مریدوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے، البتہ جو مرید خدائے تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبے و درجے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طے کئے ہوئے ہو، اس کو ترجیح دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ نہ اس شخص کو ترجیح دینے میں کچھ ہرج ہے جو خدائے تعالیٰ کی طلب دوسروں کی نسبت زیادہ رکھتا ہو۔ پیر کو چاہئے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو مخلوق کی بے اعتقادی کا سبب ہو جیسا کہ بعض نا سمجھ ملائیمہ فرقے کے لوگوں نے کیا ہے کہ خلاف شرع باتوں پر عمل کرتے اور اس کو اپنے لئے ملامت کا ذریعہ بنا کر اپنے نفس کی سزائیں جو بیز کرتے اور اس سے اصلاح نفس خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ البتہ ترک عزیمت اور اختیار رخصت کر کے نفس کو نشانہ ملامت بنا کر اصلاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایسے جائز شرعی فعل کرنا مثلاً گھر کی پچی ہوئی روٹیاں بیچنا وغیرہ جن کو عام لوگ حقارت سے دیکھتے اور بزرگی کی شان کے نشاں نہیں سمجھتے، اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اصل مطلب

ملا تیبہ کا بھی یہی تھا جو بعض جاہلوں نے بدل کر خلافتِ شرع کو اپنا شعار بنا لیا، اس کو
 خوب ذہن میں بٹھالیجئے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے: رِيَاءُ الْكَامِلِينَ خَيْرٌ مِنْ إِخْلَاصِ
 الْمُرِيدِينَ (یعنی: کاملوں کی ریاہمیدوں کے اخلاص سے بہتر ہے) ہمیشہ بارگاہِ خداوندی جل شانہ
 میں ذلیل و محتاج رہے۔ انکساری و زاری، التجا و تصرع کرے اور بندگی (بندہ ہونے) کے
 حقوق بجالائے، اور دینِ شرعیہ کی حفاظت کرے اور سنتِ سنیتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پیروی کرے اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو درست رکھے، اپنے باطن کو
 اللہ کے ماسوا سے پاک و صاف رکھے اور ظاہر کو ہمہ تن اللہ جل شانہ کے سپرد کر دے۔ اپنے
 عیبوں کو ہر وقت دیکھتا رہے اور خدائے تعالیٰ کے انتقام سے ڈرتا رہے۔ اپنے نیکیوں کو
 بہت کم خیال کرے، اور اپنی برائیوں کو بہت زیادہ سمجھے، شہرت اور مخلوق کی قبولیت سے
 ڈرتا اور ڈپنتا رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَحْسَبُ الْمُرْتَدُّ مِنَ الشَّرِّ
 أَنْ يَشَارَ إِلَى اللَّهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا أَلَا مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ (یعنی: آدمی کے لئے یہی
 برائی کافی ہے کہ اس کی طرف دین کے بارے میں یا دنیا کے بارے میں انگلیاں اٹھے لیس مگر جس کو حق تعالیٰ
 بچائے رکھے) اپنے فعلوں اور عیبوں کو تہمت دیتا رہے اگرچہ وہ صبح کی مانند روشن
 ہوں اور اپنے وجود و حال کی کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہی ہوں صرف
 مذہب اور شریعت کے رائج کرنے میں مدد کرے اور سہارا دے، اور مخلوق خدا کو اللہ جل شانہ
 کی طرف بلانے کو ہی کافی نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ کبھی
 ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی امداد کا فرو فاسق و فاجر آدمی سے بھی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (یعنی: جبکہ
 اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مردِ فاجر سے کر دیتا ہے)۔ اور جو مردیکہ طلبِ مولیٰ کے لئے آئے اور
 اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونے کا ارادہ کرے اس کو شیر بہر کی صورت میں جو ماننا چاہئے
 (یعنی اس کو اپنے لئے آزمائش سمجھنا چاہئے) اور ڈرنا چاہئے۔ کہیں اسی راستے سے اس کی
 خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کے ذریعے سے اس کا اندر لڑا جہ مضمیوب ہو جس
 اگر بالفرض مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی نہ ہو تو اس کو اس کو

ملائتہ کا بھی یہی تھا جو بعض جاہلوں نے بدل کر خدا کا شرع کو اپنا شعار بنا لیا، اس کو
 خوب ذہن میں بٹھالیجئے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے: رِيَاءُ الْكَاْمِلِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ
 الْمُرِيْدِيْنَ (یعنی: کالموں کی ریا پریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے) ہمیشہ بارگاہِ خداوندی جل شانہ
 میں ذلیل و محتاج رہے۔ انکساری و زاری، التجا و تضرع کرے اور بندگی (بندہ ہونے) کے
 حقوق بجالائے، اور دین شرعیہ کی حفاظت کرے اور سنتِ ستیہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پیروی کرے اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو درست رکھے، اپنے باطن کو
 اللہ کے ماسوا سے پاک و صاف رکھے اور ظاہر کو ہمہ تن اللہ جل شانہ کے سپرد کر دے۔ اپنے
 عیبوں کو ہر وقت دیکھتا رہے اور خدائے تعالیٰ کے انتقام سے ڈرتا رہے۔ اپنے نیکیوں کو
 بہت کم خیال کرے، اور اپنی برائیوں کو بہت زیادہ سمجھے، شہرت اور مخایق کی قبولیت سے
 ڈرتا اور کانپتا رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَحْسَبُ اَهْرَءُ مِّنَ الشَّرِّ
 اَنْ يُّشَارَ لَيْهٖ بِالْاَصَابِعِ فِي دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا الْاَمَنُ عَصِمَهُ اللّٰهُ (یعنی: آدمی کے لئے یہی
 برائی کافی ہے کہ اس کی طرف دین کے بارے میں یا دنیا کے بارے میں انگلیاں اٹھے لگیں مگر جس کو حق تعالیٰ
 بچائے رکھے) اپنے فعلوں اور عیبوں کو تہمت دیتا رہے اگرچہ وہ صبح کی مانند روشن
 ہوں، اور اپنے وجد و حال کی کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہی ہوں صرف
 مذہب اور شریعت کے رائج کرنے میں مدد کرے اور سہارا دے، اور مخلوق خدا کو اللہ جل شانہ
 کی طرف بلانے کو ہی کافی نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ کبھی
 ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی امداد کا فرو فاسق و فاجر آدمی سے بھی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ رِيًّا مِّنْكَ
 اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مردِ فاجر سے کر دیتا ہے۔ اور جو مردیکہ طلبِ مولیٰ کے لئے آئے اور
 اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونے کا ارادہ کرے اس کو شیرِ سر کی صورت میں جاننا چاہئے
 (یعنی اُس کو اپنے لئے آزمائش سمجھنا چاہئے) اور ڈرنا چاہئے کہ کہیں اسی راستے سے اس کی
 خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کے ذریعے سے اس کا استدراج مضبوط ہو جائے
 اگر بالفرض مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی و مسرت سے اس کو سنبھالنے کو

کفر و شرک سمجھے اور اس کا تدارک کرے یعنی ندامت و استغفار سے اس قدر علاج کرے کہ اس خوشی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، بلکہ بجائے خوشی کے غم اور خوف دل میں بیٹھ جائے اور اس بارے میں بہت زیادہ تاکید اور کوشش کرے کہ مرید کے مال میں کوئی طمع اور اس سے دنیاوی منافع کی کوئی امید نہ پیدا ہونے پائے، کیونکہ یہ مرید کی ہدایت میں رکاوٹ اور مرید کی بے رغبتی کا سبب ہوتا ہے بلکہ مرید سے قرض بھی نہ لے مگر جس کے متعلق یہ بھروسہ ہو کہ اس کی ضرورت سے فاضل اس کے پاس ہے اور اس کی محبت و اخلاص کا بارہا تجربہ ہو چکا ہو۔ مریدوں کے ہدیے وغیرہ قبول کرنے میں بھی نہایت احتیاط سے کام اور ہر معاملہ جانبدار میں اخلاص و محبت کی بنیاد پر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص دین مطلوب ہے

اَلَا يَتَّبِعُ الدِّينَ الْخَالِصُ الْاَيُّ (یعنی: خبردار اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خالص دین ہے)۔ دنیا کی محبت کسی صورت سے بھی دل میں داخل نہ ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: حُبُّ اللّٰهِ نِيَارٌ اُسُّ كُلِّ خَطِيئَةٍ (یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے) حتی المقدور اپنے سلسلے کے بزرگوں کے طریقے پر ثابت قدم رہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اپنی طرف سے نہ کرے اور دوسرے سلاسل کے بزرگوں پر طعن نہ کرے۔

اعتقادات برائے کاملین

مسئلہ اگر کوئی کامل بزرگ کسی بزرگ کو اپنے سے بھی زیادہ کامل دیکھے تو اس کو اُس سے فیض اخذ کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اگر اپنے سے کمتر میں بھی کوئی خوبی دیکھے کہ جو اپنے اندر نہ پائے تو اس کو حاصل کرے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی۔ نیز ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَلِمَةٌ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةٌ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَرَّهْوَ اَحْسَنُ بِهَا (یعنی: دین کی بات مومن کی گھوٹی ہوئی چیز ہے پس جس جگہ پائے تو مومن ہی بہ نسبت دوسروں کے اس کے اختیار کرنے میں زیادہ حقدار ہے)۔

مسئلہ جو اولیاء کامل اپنے اندر لوگوں کو ہدایت کرنے اور ان کی تکمیل کی طاقت

کی طرح خدا کے راستے سے روکتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)۔

مسئلہ: اولیائے کرام کو یہ جائز ہے کہ جو انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا

کئے گئے ہیں ان کا لوگوں پر اظہار کریں چنانچہ قصائدِ غوث الثقلین، مکتوباتِ امام ربانیؒ اور

شیخ اکبر وغیرہم کی تصانیف اس سے بھری پڑی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (یعنی: اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں کو ظاہر کرو) اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا بھی یہی ارشاد ہے: إِنَّ الْحَمْدَ يَتَّبِعُ بِالنِّعْمَةِ شُكْرًا (یعنی: نعمت کا ظاہر کرنا شکر کا ادا کرنا ہے)

بیہقی نے اسی حدیث میں اتنا اور زیادہ کر دیا ہے وَتَذَكُّهُ كُفْرًا جس کا مطلب یہ ہوا کہ نعمت

کا ظاہر کرنا شکر کا ادا کرنا ہے اور ظاہر نہ کرنا نعمت کا انکار ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں

ابن بسرہ غفاریؒ سے روایت کی ہے کہ مسلمان (مراد صحابہؓ) یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا کی

نعمتوں کا اظہار اس کے شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ

لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (یعنی: اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم تمہیں اور زیادہ

نعمتیں دیں گے اور اگر بجائے شکر کے نعمت کا انکار کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے) دیکھو اللہ تعالیٰ

کی نعمتوں کے انکار کا بدلہ سخت عذاب ہے۔ فردوس میں دہلی سے اور صلیہ میں ابو نعیم سے

روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز منبر پر تشریف لے جا کر

فرمایا کہ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَيَّرَنِي لَيْسَ فَوْقِي أَحَدًا (یعنی: اس خدا نے بے نیاز کالاکھ

لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے سب سے بالاتر بنایا) یہ منبر سے اتر آئے۔ لوگوں نے اس کی وجہ

دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ صرف شکر ظاہر کرنے کے لئے ہی

کہے تھے۔ ابوہاتم نے مقیم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

بیٹے حسرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے مصافحہ کے بعد پوچھا کہ

کیوں جناب! وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی کیا تفسیر ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اچھا کام کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے

گھر والوں کو اس سے مطلع کرے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں اور صحابہ کرام کے

بیشمار قول ہیں اور سلف صالحین کے بے حد ارشادات ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے تو نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے کو منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اَلَا بِهٖ (یعنی اپنے نفس کو پاکی سے یاد نہ کرو) تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اگرچہ نفس کا پاکی سے بیان کرنا اور نعمت کا ظاہر کرنا بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر اصلیت میں ایک دوسرے میں بہت فرق ہے۔ اگر ان کمالات کی نسبت اپنے نفس سے کرے اور خدائے تعالیٰ کی طرف نہ کرے تو یہ نفس کا پاکی سے بیان کرنا ہے اور اس پر تکبر کرنا گناہ ہے اور ان کمالات کی نسبت اپنے نفس سے نہ کرے بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف کرے اور اپنے آپ کو بُرا اور نکما جانتے ہوئے خدائے تعالیٰ کے حضور میں شکر ادا کرے تو اس کا نام اظہارِ نعمت ہے اگرچہ ان دونوں باتوں میں عام نظروں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر خدائے تعالیٰ کے نزدیک بہت فرق ہے: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (یعنی: اللہ تعالیٰ فسادی کو صلح پسند سے الگ جانتا ہے)۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی جن کے دل تمام خرابیوں سے پاک ہیں اگر وہ ایسا کریں تو اس میں ذرہ برابر بھی تکبر نہیں پایا جاسکتا۔ پس اگر خدائے تعالیٰ کے بندے نعمت ظاہر کریں تو اس پر اعتراض ٹھیک نہیں کیونکہ ان پر اچھا گمان کرنا ضروری ہے لیکن مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی دھوکہ بازی سے بے فکر نہ رہے اور اپنے کمالات کا خیال تک بھی نہ لائے اور اپنے نفس کو ہمیشہ الزام دیتا رہے۔ جب کمال کے درجے تک پہنچ جائے اور بزرگوں کی گواہیوں اور الہاموں سے لگاتار بتایا جائے، اس وقت اپنے کمالات کو ظاہر کرے تاکہ لوگ اس کے مرتبے کو سمجھیں اور اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مسئلہ: جو لوگ کامل ہیں ان کو اپنے حاصل کردہ درجات پر قناعت نہ کر لینی چاہئے بلکہ ان کو اللہ پاک کی نزدیکی کے اور درجات حاصل کرنے میں کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ان کو یہ بھی چاہئے کہ وہ خدا کے دربار میں اس طرح دعا کریں جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (یعنی: اے رب میرے علم کو زیادہ کر)

مسئلہ: عام لوگوں کی نسبت اولیائے کرام کو ان کی عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اُحد کے برابر سونا خدا کے راستے میں دے تو وہ میرے صحابہ کے اس ایک سیرتو کے برابر نہ ہوگا جو

انہوں نے اللہ کے راستے میں دیئے ہیں۔ (صحیحین بروایت ابی سعید خدریؓ)

مسئلہ: جو اولیائے کرام کہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب ہوں گے ان کی عبادت کا ثواب ان دیگر اولیاء کی عبادت سے زیادہ ہوگا جو کہ مرتبے کے اعتبار سے ان سے بہت کم درجے میں ہیں اسکی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت حضرت عمرؓ و حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے بارے میں ہے جس کے آخری الفاظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

مسئلہ: کوئی ولی نہ تو نبی ہی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس سے شرعی تکالیف ہٹ سکتی ہیں۔ برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرعی تکالیف کی ادائیگی کے لئے عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔ پس مجذوب عقل نہ ہونے کی وجہ سے شرعی تکالیف سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن پیالک سے نہیں ہٹ سکتیں اور کیسے ہٹ سکتی ہیں جبکہ نبیوں تک سے نہیں ہٹ سکیں، بلکہ سالک جس قدر تکالیف شرعیہ کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ترقی کرتا جائے گا اس لئے سالک کو چاہئے کہ مراقبہ اور مکاشفہ میں ہرگز سستی نہ کرے بلکہ مرتے دم تک اُسے ترک نہ کرے اور اپنی زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہ گزارے کہ جس میں مجاہدے اور مکاشفہ سے غفلت کی ہو۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** (یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ موت آئے۔ احکام کی تبلیغ نبیوں پر واجب ہے اور تہجد کی نماز بھی ایک روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی، اسی طرح اور شرعی تکالیف بھی آپ پر واجب تھیں۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن رات عبادت میں مشغول رہتے یہاں تک کہ پیروں پر روم آجاتا صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

(یعنی: خدائے تعالیٰ نے تو آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو پھر آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں؟) آپ نے جواب دیا کہ **أَفَلَا كُونُ عَبْدًا شَكُورًا** (یعنی: کیا میں اللہ تعالیٰ کا ایک شکر گزار بندہ نہ بنوں) پس دوسروں کی تو کیا حقیقت ہے کہ ان سے شرعی تکالیف بلا عذر شرعی

ہٹالی جائیں۔ یہ جو بعض لوگ بزرگ صورت، شیطان سیرت شرع کے حکموں کے خلاف عمل کرتے اور ان پڑھ عام لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ وہ شرعی پابندیوں سے آزاد اور معاف کر دیئے گئے ہیں سراسر شیطان کے چیلے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے اور ٹھگتے ہیں پس ان کے فریب سے بچنا اور اپنے اعمال و عقائد کو اس گندے خیال سے بچانا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

مسئلہ: تقویٰ میں اس وقت تک کمال حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ نفس کے تمام رذائل یعنی حسد، کینہ، غرور، ریا اور غیبت وغیرہ کو اچھی طرح نہ مٹادے اور یہ تمام باتیں نفس کے فنا کر دینے ہی سے ہیں اور نفس اس وقت تک فنا حاصل نہیں کرتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام چیزوں کی محبت پر غالب ہو جائے بلکہ جب تک انسان کے دل میں غیر اللہ کی محبت کی ذرا سی بھی گنجائش ہوگی اس وقت تک ایمان اور تقویٰ میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: صوفیائے کرام کو فنا کے بعد رجوع نہیں ہے اور جس نے رجوع کیا فنا سے پہلے ہی کیا قولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ اٰيْمَانَ تَكْمِيْنَ اللّٰهِ بِالنَّاسِ لَرُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی: اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو ضائع نہیں کرتا بیشک وہ لوگوں پر مہربان ہے۔

اس راستے کی لغزشوں کی سات قسمیں ہیں (۱) اعراض یعنی

لغزشوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیر لینا اور وہ شدت محنت اور بلا کی وجہ سے ہوتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس ناپسندیدہ حریت کے بعد اس بندہ سے منہ پھیر لے گا۔ علاج اس کا استغفار و معذرت میں مشغول ہونا ہے۔ (۲) حجاب، پس دنیا کی مشغولی سے اعراض حجاب تک پہنچ جائے گا۔ معذرت میں کوشش اور توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ طبائع سفلی کی لذتوں میں مشغول ہونے سے حجاب تفاعیل (جدائی) تک پہنچ جاتا ہے۔

(۳) اگر پھر بھی باز نہ آیا تو سلب مزید (زائد انعامات کا چھین جانا) ہوتا ہے اس میں بوجہ

مشغولی غیر اللہ کا رکنا، قضا و قدر ذوق طاعات و عبادات چھین لیتے ہیں۔ (۵) سلب

قدیم یعنی اصل انعامات کا چھین جانا یعنی دل کی کستی کی وجہ سے عباداتِ اصلیہ و

طاعاتِ فرضیہ کا ذوق چھین جاتا ہے حتیٰ کہ عبادت چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اب بھی اگر توبہ و

استغفار میں کوشش نہیں کرتا تو (۶) تسلی ہو جاتی ہے یعنی یار کی جدائی پر اس کا دل آرام پا جاتا ہے اور یہ غفلت ہے جیسی کہ عوام کا لانعام کو ہوتی ہے۔ (۷) اب بھی اگر رجوع الی اللہ اور توبہ میں سستی باقی رہے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ دل کی صفت کو نفس کے تابع کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس اللہ جل جلالہ کے خلاف حکم کرتا ہے۔ پس لامحالہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دشمنی پیدا ہو جاوے اور جب معاملہ دشمنی تک پہنچ گیا تو علاج دشوار ہے، اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ هَذِهِ الْخَسَارَةِ

نماز کی فضیلت اور اس کے مدارج

اسلام کے پانچ ارکان میں نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور ایسا جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے اور تمام اعمال سے بزرگ ہو گئی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ (یعنی: سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے) نیز فرمایا: الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ (یعنی: نماز مومنوں کی معراج ہے)۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو مقصود کے چہرے سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا، نماز ہی غم کے مارے ہوؤں کی غم کھانے والی ہے اور نماز ہی بیمار یوں کو راحت آرام دینے والی ہے۔ اَرِحْنِي يَا بِلَالُ (راحت دے مجھ کو لے بلال!) اسی صفت کی رمز ہے اور قُرْآنٌ عَجَبِي فِي الصَّلَاةِ (یعنی: میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس معاملہ میں پوری احتیاط کو کام میں لانا اور دل کو غیر حق کے خیال سے روکنا سالک کے لئے واجبات سے ہے، جو سالک کہ نماز میں دل کی تسلی نہیں پاتا اور نماز کا تو اس کے دل پر نہیں چمکتا اہل طریقت کے نزدیک اس کا سلوک بالکل اتر ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو نماز غفلت اور دل کی پریشانی سے نہیں روکتی، اس کو اس نماز سے دوری اور ناامیدی کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہے۔ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات و

سنت و مستحبات جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی ان چاروں امور میں داخل ہے اور دل کا خشوع و خضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں، اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔ بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور ان مستحبات میں جو اعضا و جوارح سے تعلق رکھتے ہیں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے: لَا صَلَاةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ

(یعنی نماز حضور قلب کے بغیر کامل نہیں ہوتی) ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان چاروں امور کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ لیکن چاروں امور کی رعایت کرتے ہوئے بھی لوگوں کی نمازوں کے مدارجِ ثواب میں فرق ہے جیسا کہ اعمال کے ثواب کے مدارج کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے اب نماز کے تین درجوں کا بیان کیا جاتا ہے یعنی (۱) عام لوگوں کی نماز (۲) خاص لوگوں کی نماز۔ (۳) خاص الخاص کی نماز۔

عام لوگوں کی نماز وہ ہے جس طرح پر کہ ہم لوگ رسم و عادت کے طور پر غافل دل سے ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ

ظاہر حکم کی رو سے وہ نماز ادا ہو جاتی ہے مگر سچائی اور صفائی سے وہ خالی ہے، یہ نماز اس اخروٹ کی طرح ہے جس میں مغز نہ ہو، اور اس تصویر کی مانند ہے جس میں جان نہ ہو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو نماز سے سوائے دکھ اور تنکان کے کچھ بھی حاصل نہیں کرتے یعنی ظاہر میں تو وہ سجدہ کرتے ہیں لیکن ان کا دل پریشان ہے اور رکوع و سجود و قنوت و جلسہ میں احتیاط نہیں کرتے جیسا کہ رسم و عادت کے طریق پر نفس عادی ہو گیا ہے۔ غافلوں اور بے ادبوں کی طرح پڑھتے ہیں اگر نماز میں ان کا دل حاضر نہیں ہے اور اپنے پریشان دل کو جمع نہیں کر سکتے تو ظاہری رکنوں میں بھی کچھ

احتیاط نہیں کرتے۔ اب انصاف سے کام لینا اور خیال کرنا چاہئے کہ اس قسم کی نماز رب العزت کی بارگاہ کے قابل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مثنوی

میگذاری از نماز و غیر آں لیک یک ذرہ نداری ذوقِ جاں
ذوق باید تا دہد طاعات بر مغز باید تا دہد دانہ شجر
دانہ بے مغز کے گرد نہال صورتے بجاں نباش جز خیال
طاعتش نغراست و معنی نغرنہ جوڑہا بس یاد رو سے مغزنہ

(یعنی: تو نماز وغیرہ تو ادا کرتا ہے لیکن تجھے اس میں ذرہ بھر بھی ذوق نہیں، ذوق درکار ہے تاکہ بندگی کچھ پھل دے سکے

دانے میں اگر مغز ہو تب ہی اس سے پودا نکلتا ہے جس دانہ میں مغز نہ ہو بھلا وہ کہاں درخت بن سکتا ہے جس تصویر

میں جان نہ ہو وہ صرف خیالی چیز ہے ایسے آدمی کی عبادت کا ظاہر تو اچھا ہے اور معنی اچھے نہیں ہیں اس کا ایسا

ہی حال ہے کہ اخروٹ تو بہت سے ہوں مگر مغز ایک میں بھی نہ ہو) نماز دلہن کی طرح اس وقت اپنے

چہرے سے نقاب اتارتی ہے جب دل کے سامنے سوائے ذاتِ اقدس (خدائے تعالیٰ) کے

اور کچھ نہ ہو اور دل خیالاتِ غیر سے پاک ہو۔

(۲) سالکانِ خاص کی نماز یعنی نیک بختی کے راستے پر چلنے والوں کی نماز یہ ہے

کہ جب نماز کی طرف متوجہ ہو اور ظاہری طہارت

کرنے لگے تو دل کو توبہ و استغفار کے پانی سے خوب دھوئے اور ذوق و شوق کی پونجی

(جو جان کو شیرینی بخشنے والی ہے) تلاش کرے اور جب مسجد یا مصلے پر قدم رکھے تو اپنے

دل کو جو خداوند تعالیٰ کے نور اور بھیدوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے غیر اللہ کے خیالات

سے پاک کرے جس طرح اپنا منہ قبلہ کی طرف کرتا ہے دل کے منہ اور باطنی توجہ کو

حقیقی قبلہ (خدائے تعالیٰ) کی طرف لائے اور دل پر خیال کی نظر جائے۔ اور جب تکبیر کہے

تو دونوں جہان سے الگ ہو کر دنیا اور آخرت پر تکبیر کہے اور جب عبادت کے کچھوتے پر

کھڑا ہو تو خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر نہایت ادب و حضور سے اس بلند

درجوں پر پہچانے والے (خدائے تعالیٰ) کے کلام (قرآن مجید) کے پڑھنے میں لگ جائے

جب رکوع میں جائے تو عاجزی اور انکساری کے ساتھ سر جھکائے اور اپنے آپ کو نکمّا

اور کمزور سمجھے اور نفس کی انانیت (میں پن) کو سر سے دور کرے۔ جب سجدہ میں جائے تو اپنی عاجزی اور ذلت اور خداوند تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ جب نماز کے ارکان پورے کر کے نزدیکی کے کچھونے پر (قعدہ میں) بیٹھے، ماسوا کے خیال کے بغیر دل کی ہشیاری کے ساتھ دعا و ثنا کہنا شروع کرے۔ جب سلام کہے تو گویا اپنی خودی کو رخصت کرے۔ اور خدائے واحد کے جمال کے دیکھنے میں لگ جائے تاکہ نماز کے ذریعہ سے نمازی کی روح عالمِ قدس پر ترقی کر جائے اور نماز کی حقیقت اپنا چہرہ کھول کر سامنے آجائے۔ مثنوی

ایں نماز تلج شاہی می دہد بل ترا از خود رہائی می دہد

نقد ہستی محو کن تو در نماز تا بگوئی پیش حق راز و نیاز

(یعنی یہی نماز بادشاہی کا تلج تیرے سر پر رکھتی ہے بلکہ تجھ کو تجھ سے آزاد کر دیتی ہے۔ نماز میں اپنی ہستی کی نقدی کو مٹا دے تاکہ خدا کے سامنے تو اپنے راز و نیاز ظاہر کرے۔)

۳، خاص الخاص یعنی عارفین کی نماز وہ ہے کہ بدن عارف عبادت میں ہو، دل حضور میں ہو، جان محبت

اور قرب میں ہو، اور نفس فنا در فنا میں۔ جب عارف کامل نماز میں آتا ہے تو اللہ اکبر کہتے ہی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے اور حق کے سامنے حاضر۔ وہ نیستی کے سمندر میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کو نہ اپنی ذات کی خبر ہوتی ہے نہ بشر ہونے کی بوا اس میں کچھ اثر رکھتی ہے، کیونکہ نماز کے ہر رکن میں عالمِ قدس سے اتنا فیض اس کے دل پر پڑتا ہے کہ اس کو اپنے آپ سے گم کر کے بخود دی کے عالم میں خدا کے پاس حاضر کرتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے "ایک نماز جس میں تجھ کو ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے وہ ایسی ہزار نمازوں سے بہتر ہے کہ تو اپنے آپ میں ہو" اس لئے کہ نماز کی حقیقت اس شخص پر ظاہر کرتے ہیں جو اپنی ذات سے فانی ہو کر خدا کے ساتھ باقی رہے۔

شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا کہ عام لوگوں کی نماز ظاہری اعضا کی نگہبانی کرنا ہے اور خاص لوگوں کی نماز خدا کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لینا اور مشاہدہ الہی کے سمندر میں ڈوب جانا ہے اور خاص الخاص لوگوں کی نماز وہ ہے کہ عبادت

کرنے والے ہرگز اپنے آپ میں رہے ہی نہیں۔ بلکہ اپنی ہستی سے غائب ہو کر حق تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہو جائے۔ پس طریقت پر چلنے والے جو شریعت کے میدان کے شاہ سوار ہیں اس نماز کے ذریعے سے اتنی بڑی ترقی کر جاتے ہیں کہ بیان اور دلیل سے باہر ہے اور یہ مقدمہ بیانی نہیں ہے بلکہ وجدانی ہے۔ جس طرح بتدریج کو شروع میں ذکر و فکر سے ترقی حاصل ہوتی ہے اسی طرح ہستی کی ترقی نمازوں ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ کمال والے سالکوں کی عبادت کا انتہائی درجہ عاجزی کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔

نوافل کا بیان

بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے اور نفلوں کی نسبت ان کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں: تھیۃ الوضوء، اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوة التبیح۔

تھیۃ الوضوء تھیۃ الوضوء اس کو کہتے ہیں کہ جب بھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل تھیۃ الوضوء کی نیت سے پڑھ لیا کرے، حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی طرح جب مسجد میں داخل ہو اور وقت ہو تو دو رکعت تھیۃ المسجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے اس کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن یہ دونوں قسم کے نفل اس وقت نہ پڑھے جس وقت کہ نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر وضو یا مسجد میں داخل ہونے کے متصل ہی وقتی سنتوں یا فرضوں وغیرہ میں لگ جائے تو یہ تھیۃ الوضوء یا تھیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گا۔

اشراق اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو نماز سے نہ اٹھے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف، کلمہ شریف یا کوئی اور وظیفہ پڑھتا رہے

اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہے، دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے، جب سورج نکل آئے اور بقدر ایک نیزہ بلند ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت نفل اشراق کی نیت سے پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی

نماز کے بعد دنیا کے کسی دھندے میں لگ گیا پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت | پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ چار یا چھ یا آٹھ یا بارہ رکعت پڑھے اس کو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوابین | مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے اس کو اوابین کہتے ہیں۔

تہجد | آدھی رات کے بعد اٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب بہت ہی زیادہ ہے، اسی کو تہجد کہتے ہیں، یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ ثواب اس کا ملتا ہے۔ اس کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اگر وقت تنگ ہو تو دو رکعتیں ہی ہوں۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھ لے مگر اس کا ثواب رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے جیسا نہیں ہوگا۔

صلوۃ التسبیح | حدیث شریف میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا اس کے پڑھنے سے تمہارے گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جائیں گے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں پڑھ لیا کرو، ہر مہینہ میں بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور الحمد اور سورۃ جب پڑھ چکے تو رکوع میں جانے سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ پھر رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنے کے بعد دس دفعہ یہ تسبیح پڑھے اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ میں جائے

اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ کے بعد دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھے اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھے کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو، اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التجیات کے لئے بیٹھے تو پہلے دس دفعہ وہی تسبیح پڑھے پھر التجیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے اور اس طرح اس تسبیح کی تعداد تین سو پوری کرے۔

اس نماز کی دوسری ترکیب اس طرح پر بھی منقول ہے کہ تسبیح مذکورہ سبحانک اللہم کے بعد اور اِعُوذُ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ سے پہلے پندرہ دفعہ اور قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے دس دفعہ اور رکوع میں دس دفعہ رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس دفعہ پھر پہلے سجدہ میں دس دفعہ اور سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ اور دوسرے سجدہ میں دس دفعہ، اس طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہو جائے گی۔ گویا ہر رکعت کے قیام میں پندرہ دفعہ الحمد سے پہلے اور دس دفعہ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہوں اور جلسۂ استراحت اور اس میں تسبیح وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ (کذا فی العالمگیریہ) — مسئلہ: ان چاروں رکعات میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت مقرر نہیں ہے اور یہی حکم تمام نوافل کا ہے۔

(ف) دوپہر کو آفتاب کا سایہ ڈھلنے کے بعد چار رکعت فی زوال کی نیت سے پڑھنا بھی مستحب ہے اور بہت ثواب ہوتا ہے۔ رمضان میں عشا کی نماز کے بعد بیس رکعت سنت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے اس میں ایک قرآن شریف کا ختم کرنا سنت ہے۔ کسوف، خسوف، حاجت، خوف کی نماز بھی پڑھیں۔ ان سب کی تفصیل عمدة الفقه کتاب الصلوٰۃ یا دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سالک اپنے دن رات کس طرح گزارے

سالک کو چاہئے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لئے اٹھے پس جب خواب سے

بیدار ہوئے تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللهُ أَكْبَرُ دس مرتبہ کہے، اس کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز تہجد الوضوء ادا کرے، اس کے بعد تہجد کی نماز

کم سے کم چار رکعت یا زیادہ سے زیادہ بارہ تک حسب توفیق پڑھے اگر وقت بہت ہی تنگ ہو تو دو ہی رکعت ادا کر لے۔ سالک کے لئے یہ نماز از حد ضروری ہے۔ نمازت ذاریع ہو کر ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ پڑھیں۔ اس کے بعد دل کے ذکر میں یا جو ذکر و مراقبہ یا جو سبق شیخ نے بتایا ہو اسے اس میں مشغول ہو جائے اور پوری پوری توجہ کے ساتھ خطرات کو دور کرتے ہوئے ذکر و مراقبہ کرے اور صبح صادق تک اس میں مشغول رہے۔ پھر فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض جماعت کے ساتھ ادا کر کے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے اس کو تسبیح فاطمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ایک بار کہے اور اگر اس کلمہ کو منہ پھیرنے سے پہلے دس دس مرتبہ بعد نماز صبح و بعد نماز مغرب کہے تو بہتر ہے اور سات سات مرتبہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد یہ دعا بھی پڑھے: اللَّهُمَّ اجْرِنِي مِنَ النَّارِ اس کے بعد سورۃ یسین ایک مرتبہ تلاوت کرے اور ایک سو مرتبہ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ تَعَالَى رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ اور ایک سو مرتبہ درود شریف اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ مَعْلُومٍ لَكَ اور ایک سو مرتبہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حسب ہدایت شیخ پڑھیں اور آفتاب کے طالع ہونے سے پہلے مسبحاتِ عشرینے لکھی ہونی تفصیل کے ساتھ نتم کریں (یہ وہ دس چیزیں ہیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر شیخ ابراہیم تیمیہ کو تعلیم کیں، اس کے بیشتر فضائل ہیں۔ دیکھو اجار العلوم ص ۳۵)

(۱) سورۃ فاتحہ سات مرتبہ۔ (۲) سورۃ الناس سات مرتبہ (۳) سورۃ فلق سات مرتبہ (۴) سورۃ اخلاص سات مرتبہ (۵) سورۃ الکفرون سات مرتبہ (۶) آیتہ الکرسی تا عظیم سات مرتبہ (۷) کلمہ تجید سات مرتبہ پڑھ کر اس کے بعد عَدَدَمَا عَلِمَ اللَّهُ وَزِنَةَ مَا عَلِمَ اللَّهُ وَمِلَادَمَا عَلِمَ اللَّهُ تین مرتبہ۔ (۸) اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَحَبِيبِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَ

بَارِكْ وَسَلِّمْ سَاتِ مَرْتَبَةً (۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَا
 لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ
 الْاَمْوَاتِ اِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعْوَاتِ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
 الرَّاحِمِيْنَ سَاتِ مَرْتَبَةً (۱۰) اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّاجِلًا فِي
 الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهَا هَلٌ
 نَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ بَزْرٌ وَّوَفٌّ رَّحِيْمٌ سَاتِ مَرْتَبَةً پڑھے۔

اور جب سورج ایک یا دو تیزے کی قدر بند ہو جائے دو یا چار رکعت نماز اشراق پڑھیں
 اس کے بعد جو شخص کہ علم پڑھنے یا پڑھانے کا شغل رکھتا ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے
 اور اگر کوئی دستکار یا تاجر یا ملازم وغیرہ ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے اور اپنے کاروبار
 میں شرعی مسائل اور آداب کی رعایت رکھے اور اچھی نیت رکھنے اور قسم نہ کھانے اور
 حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونے کو لازم پکڑے تاکہ رِجَالٌ لَا تُلِيْهِمْ مَّجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ
 کا مصداق ہو جائے اور جب کبھی اپنے کاروبار میں فرصت پاتے تو سچے دل کے ساتھ استغفار
 پڑھے جب سورج خوب اونچا ہو جائے تو نماز چاشت کی چار یا زیادہ بارہ رکعت تک ادا کرے۔

(میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری قدس سرہ کا معمول
 یہ تھا کہ اشراق کے وقت دو رکعت نماز اشراق کی نیت سے اور چار رکعت نماز چاشت
 کی نیت سے ادا فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے حضرات کا یہی معمول رہا ہے کیونکہ
 چاشت کی نماز دنیاوی مشاغل کی وجہ سے فی زمانہ ناسارہ جاتی ہے۔ فقط واللہ اعلم)

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر فیلولہ کریں یعنی سو جایا کریں کیونکہ یہ بھی سنت
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس سے رات کو تہجد کے لئے اٹھنے میں مدد ملتی ہے،
 پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو چار رکعت نماز نفل زوال کی سنت کی نیت سے لمبے قیام
 کے ساتھ پڑھے۔ بعد ازاں چار رکعت سنت ظہر پڑھ کر فرض ظہر جماعت کے ساتھ پڑھے
 اور اس کے بعد کی سنتیں اور نفل ادا کرے اور سنن اور آداب کی پوری پوری رعایت کرے
 اس کے بعد کچھ قرآن شریف نہایت ادب سے ترتیل اور تدریجاً (غور) کے ساتھ

تلاوت کرے۔ پھر حسب اجازت شیخ دلائل الخیرات کا حزب اور حزب البحر وغیرہ پڑھ کر
 شجرہ شریف ایک مرتبہ پڑھ لے۔ اس کے بعد اپنے دنیاوی کاروبار میں شرعی رعایات کے ساتھ
 مشغول ہو جائے اور جو شخص اس سے فارغ ہو وہ خدائے تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔
 پھر جب عصر کا وقت ہو جائے تو عصر کی چار سنتیں غیر مؤکدہ پڑھ کر فریضہ عصر اول وقت میں
 جماعت کے ساتھ اس کی سنتوں اور آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے اور پھر اپنے
 دنیاوی کام کرے، ورنہ حدیث، فقہ و تصوف کی کتابوں میں خصوصاً مکتوباتِ قدسی آیات
 حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی و مکتوبات حضرت خواجہ
 محمد معصوم رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔ یا عصر کے بعد تبیل لسانی بارہ سو
 مرتبہ کا ورد کرے اور مسوعاتِ عشر مذکورۃ الصدر سورج غروب ہونے سے پہلے بھی ختم کرے
 اس کے بعد ذکر و شغل و مراقبہ میں مشغول رہے۔ نمازِ مغرب جماعت کے ساتھ اور سنتوں
 سے فارغ ہو کر نمازِ اوابین کی کم سے کم چھ رکعت یا زیادہ بین رکعت پڑھے اس کے بعد
 ایک مرتبہ سورۃ واقعہ کی تلاوت بھی کرے۔ پھر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر عشا کی نماز
 جماعت کے ساتھ ادا کرے ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار پڑھے پھر
 سورۃ ملک کی تلاوت کر کے قدرے مراقبہ کرنے کے بعد سو جائے اور پھر تہجد کے لئے نصف
 شب کے بعد حسب توفیق اٹھ کر بدستور انحال کا سلسلہ شروع کرے۔

سالک کو چاہئے کہ ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، معوذتین اور تسبیحِ فاطمہ کا
 معمول بھی رکھے۔ یعنی بعد کی سنتوں والی نماز میں سنتوں کے بعد اور بغیر سنتوں کی نماز
 میں فرضوں کے بعد فوراً پڑھا کرے۔ کھانے پینے ہونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے
 پھرنے، خرید و فروخت، لین دین، غرضیکہ ہر کام میں (یعنی عبادات، عادات، اخلاق
 وغیرہ میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع حاصل کر کے نورِ ایمان کو زیادہ کرے
 اگر ہو سکے تو ظہر کی نماز کے بعد سورۃ انا فتحنا اور عصر کے بعد سورۃ عمّیتسار لیل پڑھا
 کرے اور معشرات البسح بھی پڑھ لیا کرے اور وہ اس طرح ہے: (۱) اللہ اکبر دس بار۔
 (۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس بار۔ (۳) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ دس بار۔ (۴) سُبْحَانَ اللّٰہِ

الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ دس بار۔ (۵) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دس بار۔ (۶) اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ دس بار۔ (۷) اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنْ ضَيْقِ مَقَامِ الدُّنْيَا وَضَيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ دس بار۔ — صلوة التبیح کی بھی عادت
ڈالے اور جمعہ کے روز تو ضرور ہی اس کو پڑھ لیا کرے اور ہمیشہ الہ العالمین سے
شریعت پر استقامت طلب کرتا رہے۔ اعتکاف عشرہ آخر رمضان، قیام لیلۃ القدر
نصف شعبان، عید الفطر والاضحیٰ کے ثواب سے بھی محروم نہیں رہنا چاہئے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزے کے متعلق ارشاد ہے: لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ
الْجَسَدِ الصَّوْمُ (یعنی ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے) پس طالب کو چاہئے کہ ان نفلی
روزوں کا بھی اہتمام کرے مثلاً ایامِ بینین یعنی چاند کے ہر چہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ
کے روزے، چھ روزے شوال کے (بہتر ہے کہ متفرق تاریخوں میں مثلاً دو پہلے عشرہ میں
اور دوسرے عشرے میں اور دوسرے عشرے میں یا جس طرح سہولت ہو رکھے)۔
پیر و جمعرات کا روزہ، ماہ ذی الحجہ کی نویں تک کے نوروزے۔ یوم عاشورا اور پندرہویں
شعبان کا روزہ (بہتر ہے کہ ان دونوں کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد کا ملا لیا کرے)
آٹھ روزے اول ماہِ رجب اور شعبان کے رکھے۔ اگر کوئی زیادہ روزے رکھنا چاہے تو
چاہئے کہ ایک دن روزہ رکھے پھر دوسرے روزے نہ رکھے اور تیسرے روزے رکھے علیٰ ہذا القیاس
اور سب سے بہتر روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے کہ ایک روز رکھے اور ایک روز
نہ رکھے، یعنی ہر تیسرے روز روزہ رکھے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اتصال کے روزے
یعنی دو دو یا زیادہ دن تک دن رات کا روزہ رکھنا یعنی کسی وقت بھی افطار نہ کرنا مکروہ تحریمی
اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کے تینوں روز روزہ رکھنا حرام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفلی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا بہت قرب حاصل ہوتا
ہے مگر یہ یاد رہے کہ اگر قضا نمازیں یا ماہ رمضان کے فرض روزے اپنے ذمہ باقی ہوں
تو سالک کو چاہئے کہ اپنے فرائض کی قضا پہلے کرے بعد میں نوافل میں مشغول ہو، ورنہ
اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے ایک شخص کے ذمہ قرض ہے اور وہ ادا نہیں کرتا مگر دوسرے

خیرات و صدقات کرتا رہتا ہے تو اس کو اجر تو ملے گا مگر کس کام کا جب فرائض کے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا جواب دے گا۔ اس لئے فرائض کی قضا کو مقدم رکھنا چاہئے اور گزشتہ نمازوں کی قضا اول ظہر سے شروع کرے کیونکہ سب سے اول جو نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھانی تھی وہ یہی ظہر کی نماز تھی۔ اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو کہ کتنی نمازیں اس کی قضا ہوئی ہیں تو ان کا اندازہ کر کے قضا کرے اور اپنی دانست میں زیادہ ہی کر دے اس بات کی بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ اس کتاب کے حصہ اول کے اخیر میں جو موقوتہ دعائیں درج کی گئی ہیں ان کو ایک ایک کر کے حفظ کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ساتھ اپنے اپنے موقعوں پر ان دعاؤں کا معمول رکھے۔ ان معمولات میں اپنی اپنی فرست اور اپنے شیخ کی اجازت کے مطابق کمی بیشی اور رد و بدل کیا جاسکتا ہے، بلکہ اپنے شیخ کے فرمان اور اجازت ہی سے ان کو اختیار کرنا چاہئے۔

طریقہ بیعت

بیعت کا طریقہ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں مختلف ہے۔ ہمارے حضرات نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ مرید شیخ کے سامنے باادب دوڑا نو بیٹھ جائے اور اپنے دونوں ہاتھ شیخ کو مصافحہ کے طریقے پر دیدے، شیخ اول خطبہ منوٹہ پڑھے اور وہ یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَخْرًا وَتَسْتَعِيْذًا وَتَسْتَغْفِرًا وَتُزِيْمًا بِهٖ وَتَتَوَكَّلُ عَلَيِّهِ وَتَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَاوَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مِنْ يَّهْدِيْهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضِلِّهٗ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَتَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (کہیں بزرگ یہ خطبہ نہیں پڑھتے) پھر مرید کہے کہ سچے دل کے ساتھ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور جو کچھ میں پڑھتا جاؤں وہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتا جائے پھر شیخ صفت ایمان مجمل مفصل پڑھے اور وہ یہ ہیں: اِيْمَانٌ مَّفْصَلٌ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلِكَيْتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَ

اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشِرْكِهٖ مِنْ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِيْمَانٌ مَّجْمَلٌ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِيْلَتِ جَمِيْعِ اَحْكَامِهٖ (بعض وقت صرف

ایمان مفصل پر کفایت کرتے ہیں) اس کے بعد پڑھے: **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** پھر کہے **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَعَالَى رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ**۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور بیعت ہونے

والے اور حاضرین اور تمام مومن مرد و عورتوں کے لئے دعائے نیر فرمائے اور بیعت ہونے والا اور تمام حاضرین بھی ہاتھ اٹھا کر شامل دعا ہو جائیں۔ پھر سرید سے کہنے کہ میں نے تجھ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کیا ہے۔ بیعت لینے سے پہلے یہ تلقین کی جائے کہ امور شرع کی پابندی اور غیر شرع کاموں سے بچنا اور توبہ حاصل کرنا ہوگا۔ نیز پہلے سے میں جو مقوق طریقت الہی میں ان کی پابندی کرنی ہوگی۔ اگر بیعت ہونے والے آدمی زیادہ ہوں تو پیر اپنی پادریا عمامہ یا رومال وغیرہ دوڑ تک پھیلا دے اور ان سے کہے کہ سب پکڑ لو اور سب کو ایک ہی ساتھ تلقین توبہ و استغفار کرائے۔ اگر دو چار آدمی ہوں تو ایک ہی مصافحہ میں شامل کر لے۔

یہ تو مردوں کی بیعت کا طریقہ تھا جب عورت کو مرید کرے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ عورتوں کو دو پردے کے ساتھ بٹھا کر اپنے عمامہ یا چادر یا رومال وغیرہ کاپلہ اس کو ہاتھوں میں تھامنے کے لئے کہے یا ایسے ہی (بغیر کپڑا وغیرہ پکڑے) مردوں کی طرح تلقین و توبہ و استغفار وغیرہ کرائے، اور عورتوں کی تلقین میں عورتوں سے متعلق ضروری اور موقع کے مناسب مسائل مثلاً جھوٹ، نیت، چوری، زنا، قتل اولاد اور نافرمانی شوہر سے بچنے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔ مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے بلکہ مردوں کی جماعت کو علیحدہ بیعت کرے اور عورتوں کی جماعت کو علیحدہ تاکہ پردہ قائم رہے اور مناسب یہ ہے اور یہی بزرگوں کا معمول ہے کہ پیر اپنے اور بیعت ہونے والی عورتوں کے درمیان چارپائی کھڑی کر لے یا چادر وغیرہ کسی اور طریقے سے پردہ کر کے پھر بیعت کرے اور اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ تنہائی میں عورتوں کو بیعت نہ کرے بلکہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کر لے تاکہ فتنے سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد ذکر کا طریقہ مرید کو اس طرح تعلیم کرے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

طریقہ تعلیم و تشریح اسباق

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم و تشریح اسباق درج کرنے کا یہ مقصد ہے کہ لوگ تعلیم شیخ کے بغیر ان اسباق کی ترکیب و اثرات پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر کے اپنی رائے سے ان کی تکمیل بخوبی کرتے جائیں بلکہ طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مجاز سلسلہ شیخ کے ہاتھ سے بیعت کر کے طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دیتا ہے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے اور اپنے احوال اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے تاکہ شکر نفس و شکر شیطان سے محفوظ رہے۔ اسباق کی تشریح درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو وہ اس کی نیت و طریقہ وغیرہ اس سے سمجھ سکے اور صرف اپنے متعلقہ اسباق کے اثرات کو اس میں پڑھ کر اطمینان کر سکے کہ اس کے عمل کے اثرات صحیح انداز پر مرتب ہو رہے ہیں یا نہیں، اگر اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جس قسم کی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا تدارک کر سکے اور اپنے شیخ سے رجوع کر کے اس کی دعا و توجہات و تعلیمات سے مستفیض ہو سکے، اگر کوئی طالب اپنے نفس کے تابع ہو کر اپنی مرضی سے ان اسباق کو کر لیا تو بجائے فائدہ کے نقصان کا خطرہ ہے۔

واضح ہو کہ مثل کرام نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کئے ہیں: پہلا طریقہ ذکر ہے خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا لفظی اثبات کا، دوسرا طریقہ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، جس قدر ان امور میں کمی ہوگی اسی قدر راستہ کے طے کرنے میں دیر لگے گی۔ ان تینوں طریقوں کا بیان یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطافت میں اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سبق اول: لطیفہ قلب | انسان کے جسم میں دل کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر بائیں پہلو ہے، پیر کو چاہئے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت

کی انگلی کا سرا ان انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر (یا صرف اندازہ سے دو انگشت کے فاصلہ پر رکھ کر) بتائے کہ یہ قلب (دل) کا منہ ہے، پیر اس جگہ پر انگشت شہادت کا دباؤ دیکر اسم ذات "اللہ" تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے، پھر انگلی اٹھالے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو با وضو تنہائی میں قبلہ رو بیٹھ کر زبان نالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشانی خیالات و خطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں نیز خیال کرے کہ جس جگہ مشد نے انگلی رکھی ہے وہاں قلب کے منہ میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضان الہی کا نور آ رہا ہے اور دل کے رنگ و ظلمات و کدورات اس نور کی برکت سے زور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکر میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے۔ اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے کہیں افضل ہے ذکر کرتے وقت خواہ دو زانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکری بار کر بیٹھ جائے آنکھیں بند کر لے ناک سے سانس حسب معمول آتا جاتا رہے کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلا جائے اور دل پر اللہ اللہ کا خیال گزارا جائے، زبان یا حلق وغیرہ سے نہ کہے بلکہ زبان نالو سے لگی رہے آنکھیں بند رہیں، دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو، اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رویال وغیرہ ڈال لیں تاکہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ اس طرح کم از کم دس تسبیح یعنی ایک ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرے اور حسب قدر زیادہ ہو سکے یا حسب قدر شیخ ارشاد فرمائے ذکر کرے، پھر تسبیح رکھ کر اندازاً اتنی ہی دیر تک ذکر اور حصول فیض کے خیال میں بیٹھا رہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں فراغت کے بعد دعا مانگے۔ روزانہ ایک مخصوص وقت میں اس وظیفہ پر عمل کرتا رہے۔

نیز چلتے پھرتے، سوئے لیٹے، اٹھتے بیٹھتے غرض کہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تاکہ ہاتھ کار میں اور دل باریں "کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے، دل کے

ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹیک ٹیک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے، ہدایت الطالبین میں ہے کہ "حرکت ذکر ازل بسبع خیال برسد" مشائخ کرام اس حرکت پر اہم ذات کا تصور کرنے کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ حدیث قدسی "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي لَيْبِي" (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) کا مصداق ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ "مبارک اللہ" خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے محض لطیفہ کی حرکت مراد نہیں ہے۔ حافظ شیرازی کے اس شعر میں بھی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ بحر سے می آید

(یعنی کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے اتنا ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آ رہی ہے) اس ذکر پر اسقدر مداومت کرے کہ لطیفہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوی اللہ سے غفلت اور ذاتِ حق کے ساتھ محویت ہو جائے اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہو، جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ کشف ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا کیفیات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو غفلت دور ہو کر ہر کام کرتے وقت شریعت کی پابندی کا خیال رہتا، روز بروز عملی اصلاح، حالات میں تبدیلی، شریعت کی محبت میں ترقی وغیرہ امور حاصل ہو جاتے ہیں اور شہوت جو اس لطیفہ سے تعلق رکھتی ہے اور سالک کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کرتی ہے اس کی اصلاح ہو کر محبوب حقیقی کی محبت اور اس کی رضا جوئی کی طرف رغبت بڑھنے لگتی ہے حصول فیض کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے جیسا کہ حصہ اول میں "فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں" کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔ سالک کو ان واردات اور رنگوں وغیرہ میں مشغول نہیں ہونا چاہئے بلکہ تمام تر توجہ ذکر الہی کی طرف رکھنی چاہئے۔

نیز طالب کو چاہئے کہ دن رات میں کسی وقت حسبِ فرصت ایک سو دفعہ درود شریف

اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔

(تنبیہ) مرشد کو چاہئے کہ عورت کو ذکر اس کے دل کی جگہ پر انگلی رکھ کر بتائے بلکہ پردے کے

اندر زیبائی تقریر یا محرم یا ذکرہ عورت کے ذریعہ سے بتائے تاکہ شر سے محفوظ رہے۔

جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مرید طالب صادق کا لطیفہ قلب ذکر الہی سے جاری ہو گیا

ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبق دوم، لطیفہ روح | اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل

یہ پہلو ہے اس جگہ پر انگشت شہادت سے دباؤ دیکر اسم ذات اللہ

اللہ کی تلقین کرے جس طرح کہ لطیفہ قلب میں مذکور ہے، اس لطیفہ کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت

یہ ہے کہ یہ لطیفہ بھی لطیفہ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوتی

ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصہ و غضب جو پہلے سے طبیعت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ

شریعت کے تابع ہو جاتا ہے، اس کے حصول کے بعد لطیفہ سیر کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبق سوم، لطیفہ سیر | اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بوسط سینہ

ہے، اس میں بھی لطیفہ قلب و روح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول

کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں

مزید ترقی ہو جاتی ہے، یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے اور اس کے ذکر میں عجیب و غریب کیفیات ظہور

میں آتی ہیں، اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے

کی حرص پیدا ہو جاتی ہے، اس لطیفہ کے اظہار کے بعد لطیفہ خفی کا ذکر بتائے۔

سبق چہارم، لطیفہ خفی | اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بوسط

سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس ذکر میں یا لَطِيفُ

اَدْرِ كُنِّي بِلَطِيفًا اَخْفِي کا پڑھنا مفید ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر

جاری ہو جاتا ہے اور صفاتِ رذیلہ حسد و بخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفہ کے عجیب و غریب احوال

ظاہر ہونے لگتے ہیں، اس کے بعد لطیفہ اخفی کا ذکر بتائے۔

سبق پنجم، لطیفہ اخفی | اس کا مقام وسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین

کرے، اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایت محمدیہ خاصہ (علی صاحبہ الصلوٰۃ

والسلام) کا مقام ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔

اور تکبر و فخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہو کر قرب و حضور و جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہر لطیفہ کے ذکر میں قرب و حضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفہ اخفی کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے (طوبیٰ لمن لہ ہذا المقام ولم یراہ) اس کے بعد لطیفہ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبق ششم، لطیفہ نفس | اس کے مقام میں صوفیائے کرام نے اختلاف کیا ہے، بعض کے نزدیک نوات سے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر ہے لیکن حضرت

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے، اس میں بھی بطریق سابق ذکر تلقین کرے۔ اگرچہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی پھر بھی جذب و شوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہو جانا اور ذکر میں ذوق و شوق و محویت بڑھ جاتی ہے، بعد ازاں لطیفہ قابلیہ کا ذکر سکھائے۔

سبق سہم، لطیفہ قابلیہ | اس کو سلطان الازکار بھی کہتے ہیں اس کا مقام محل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے کبھی سلطان الازکار

کی جگہ وسط سر (بالائے دماغ) مقرر کرتے ہیں اور انگی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھرنے لگتا ہے کبھی بازو میں کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصہ میں اور کبھی کسی حصہ میں حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک ایک عجیب کیفیت و ذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سبق ہشتم، ذکر نفی اثبات | قبل ازیں لطائف سبوعہ کا بیان ہوا، ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات (لا الہ الا اللہ) کا ذکر جس دم

کے ساتھ (یعنی سانس روک کر) کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظ اللہ کو دائیں کندھے پر لے جائے اور لفظ الا اللہ کو عالم امر کے پانچوں لطائف میں سے گزار کر قوت خیال سے دل پر اس

شد و بد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے پھر سانس چھوڑتے وقت **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ** خیال کی زبان سے کہے، ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے کہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی مقصود نہیں ہے، اور کلام کے ادا کرتے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور **اَللّٰهُ** کہتے وقت ذاتِ حق سبحانہ کا اثبات کرے، ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتدا میں تین بار پھر پانچ بار علیٰ ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھانا جائے حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہو سکے تو مفید ہے شرط نہیں ہے۔ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرے **یا اَلّٰہِی** تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں اپنی محبت و معرفت مجھے عنایت فرما۔ اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہو تو پھر شروع سے یعنی تین بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لیجائے، بازگشت، نگہداشت و قوفِ قلبی، قوفِ عددی وغیرہ کی رعایت کرے جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

اثرات: اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارتِ قلب، ذوق و شوق، رقتِ قلب

نفی خواہ، زیادتیِ محبت حاصل ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے۔

چونکہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مرشد کو چاہئے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے۔

بلکہ سردیوں میں بھی سالک کی طبیعت کا اندازہ کر کے کمی بیشی کا حکم کرے حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے

اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہو کر کیا ہے۔ اگر سانس کا روکنا کسی کو تکلیف دے تو اس کو نیز گرمیوں میں

ہر شخص کو بغیر سانس روکے بلا رعایت و قوفِ عددی اس ذکر کو کرنا چاہئے۔ واضح ہو کہ یہ ذکر تمام

سلوک کا لکھن ہے اس لئے طالبِ صادق کو اس کے حصول میں پوری کوشش کرنی چاہئے۔

سبق نہم، ذکرِ تہلیلِ لسانی | اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر نفی اثبات کے ذکر میں

بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ شریف

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر شرائطِ مذکورہ بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے خیال سے نہیں، اس کی

ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے، اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے

متفرق وقتوں میں پورا کر لے، اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اس ذکر کو چلتے

لے فائدہ مقصود من لونی ورفائے تو محبت و معرفت خود بردہ۔

پھرتے، لیٹے بیٹھے، وضو سے ہو یا بے وضو ہر وقت کر سکتا ہے البتہ با وضو ہونا افضل اور معنی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ اثرات: اس کے اثرات بھی حسب سابق ہیں، ہر دو طریقہ کے ذکر نفی اثبات میں خطرات کی نفی، حضور قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا نزول ہونا ہے حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نیاتِ مراقبات

صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے، دل کو وساوس و خطرات سے خالی کر کے فیض خداوندی اور رحمت الہی کا انتظار کرنا اور اس فیض کا اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ کہلاتا ہے جس لطیفہ پر فیض الہی وارد ہوتا ہے اس لطیفہ کو موردِ فیض کہتے ہیں۔ اب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مراقبات کی نیات و کیفیات اور اثرات درج کئے جاتے ہیں۔

سبق دہم، مراقبہ احدیت

نیت: میرے لطیفہ قلب پر اس ذات والا صفات سے فیض آرہا ہے جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے اور اسم مبارک اللہ کا مسمیٰ ہے۔ زبان خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضان الہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبہ میں جمعیت اور حضور قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور تنزیہ و تقدیس ذاتِ حق سبحانہ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔

اثرات: خطراتِ قلبی کے بالکل زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں، قلب کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ مراقبہ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسوی سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے و وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس مراقبہ کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں (مراقبہ احدیت کے بعد مراقباتِ مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ۔ ان مراقبات کے ذریعہ سالک مقامِ فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لئے

ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالم امر کے ہر لطیفہ کی اصل عرش کے اوپر ہے چنانچہ لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعال الہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفات ثبوتیہ ہے، لطیفہ سیر کی اصل تجلی شیونات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی صفات سلبیہ ہے، لطیفہ اخفی کی اصل تجلی شان جامع ہے، جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبہ کا اثر سالک کے لطیفہ پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبہ کی تلقین نہ کی جائے ورنہ ماسوی کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقام فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم، مراقبہ لطیفہ قلب | نیت: سالک اپنے لطیفہ قلب کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب مبارک کے مقابل تصور

کر کے زبان خیال سے جناب الہی میں التجا کرے کہ "یا الہی! تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ قلب میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی القافر بارے"

اثرات: اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات و صفات کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات کا منظر دیکھتا ہے اور ماسوی کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا اور دنیا کے غم و خوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا، اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

سبق دوازدہم، مراقبہ لطیفہ روح | نیت: سالک اپنے لطیفہ روح کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح کے مقابل تصور کر کے

زبان خیال سے بارگاہ الہی میں التجا کرے کہ "یا الہی! تجلیات صفات ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ روح میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں بھی القافر بارے"

۱۔ فیض تجلیات افعالیہ کہ از لطیفہ قلب آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم در لطیفہ قلب حضرت آدم علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحر پیران کبار در لطیفہ قلب من القاکن۔ ۲۔ فیض تجلیات صفات ثبوتیہ کہ از لطیفہ روح آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم در لطیفہ روح حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بحر پیران کبار در لطیفہ روح من القاکن۔

صفات ثبوتیہ، حیوۃ، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ ہیں۔ اثرات: لطیف روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہو جائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توجید و جود کی کافال ہو جاتا ہے۔

سبق سیزدہم، مراقبہ لطیفہ سیر^{۱۳} نیت: سالک اپنے لطیفہ سیر کو آنسو و رِعام صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سیر کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ

الہی میں التجا کرے کہ "یا الہی! تجلیات شیون ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سیر سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ سیر میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سیر میں بھی القافر بارے"۔ شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شان ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے قولہ تعالیٰ کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ (یعنی ہر روز وہ (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے)۔ اثرات: فنائے سیر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات میں مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذات حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ جب سالک ذات و صفات الہی میں فنا ہو جاتا ہے تو طعن و بلامت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف و توصیف کا خواہشمند رہتا ہے، صرف ذات حق میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق چہار دہم، مراقبہ لطیفہ خفی^{۱۴} نیت: سالک اپنے لطیفہ خفی کو آنسو و رِعام صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی کے مقابل تصور کر کے زبان خیال

سے بارگاہ الہی میں التجا کرے کہ "یا الہی! تجلیات صفات سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ خفی میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی القافر بارے"۔ صفات سلبیہ کا مطلب یہ ہے

کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، وہ جسم و جسمانی، عرض و جوہر، مکانی و زمانی حال و محل، محدود و متناہی ہونے سے بھی پاک ہے، بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے۔

۱۳۔ الہی فیض تجلیات شیون ذاتیہ کہ از لطیفہ سیر مبارک ۱۲۷۔ آنسو و رِعام صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سیر میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سیر میں بھی القافر بارے۔

۱۴۔ الہی فیض تجلیات صفات سلبیہ کہ از لطیفہ خفی مبارک ۱۲۸۔ آنسو و رِعام صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی میں القافر پایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی القافر بارے۔

اس کی ضد و ندر، ہمسرو مثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب و مفقود ہے، ماں باپ، زن و اولاد سے پاک ہے، کیونکہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے، تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لئے ثابت ہیں اس لئے امکان و حدوث کی صفات جو سراسر نقص و شرارت ہیں اس کی جناب پاک سے سب مسلوب سمجھنی چاہئیں۔ اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز و منفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد و یگانہ دیکھتا ہے۔

سبق پانزدہم، مراقبہ لطیفہ اخفیٰ نیت: سالک اپنے لطیفہ اخفیٰ کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ کے مقابل تصور

کر کے زبان خیال سے بارگاہِ الہی میں التجا کرے کہ "یا الہی! تجلیاتِ شانِ جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ مبارک میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفیٰ میں القا فرمادے"۔ صفات و شیونات کی اصل کو شانِ جامع کہتے ہیں۔ اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاقِ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اور اخلاقِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق و اتصاف و آراستگی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کرنا مفید ہوتا ہے۔

(تنبیہ) ان پانچوں مراقباتِ مشارب میں ہر مراقبہ کی نیت کر کے جب اس لطیفہ کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفہ کو جس میں مراقبہ کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں فرض کر کے خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خاص فیض جناب باری تعالیٰ سے آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ میں آرہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے اس لطیفہ میں آرہا ہے تاکہ حدیثِ قدسیٰ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي نَبِيٍّ (یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) کے بموجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ و یا ذلک علی اللہ بعزیز۔ نیز جاننا چاہئے کہ عالمِ امر کے ان پانچوں لطائف کی فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہٴ امکان

لہ الہی فیض تجلیاتِ شانِ جامع کہ در لطیفہ اخفائے آن سرورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بحر منہ پیران کبار در لطیفہ اخفائے من القائل۔

کی سیر ختم ہو جاتی ہے اس سیر میں جمعیت، حضور جذب لطائف بسوئے اصول خود اور حالات و واردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں اور سالک ان کو برداشت کرنے سے عاجز نہ ہو جاتا ہے) کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

سبق شانزدہم، مراقبہ جمعیت | نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ
آیْمًا كُنْتُمْ (یعنی وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے) کے معنی کا

خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ زبان خیال سے یہ تصور کرے کہ "اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے جس کی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے، فیض کا نشا و مبدأ ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسما، و صفات مقدسہ الہی کا ظل ہے"۔ اثرات: اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل

ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہو کر تھی ہے، اس مقام میں تجلیات افعالیہ الہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، توحید و جودی و ذوق و شوق واہ و نالہ و استغراق و بخودی و دوام حضور و تیان

ماسواہ جس کو فنا قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہو جاتا ہے، اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشا ہے، اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب

لوح دل سے ماسوی کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت و استغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے

تو فنائے قلبی حاصل ہو جاتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔ (فائدہ) حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے

اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرام سالک کو طریقہ سکھانے کی

اجازت مرحمت فرمادیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے لہذا سیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر و تبدل جذب نام

اور کمال جمعیت و حضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ اس سے طریق عالیہ کی بنیادی ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا

و صفات مقدسہ الہیہ کا ظل ہے۔ اثرات: اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہو کر تھی ہے، اس مقام میں تجلیات افعالیہ الہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، توحید و جودی و ذوق و شوق واہ و نالہ و استغراق و بخودی و دوام حضور و تیان ماسواہ جس کو فنا قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہو جاتا ہے، اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشا ہے، اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب لوح دل سے ماسوی کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت و استغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہو جاتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔ (فائدہ) حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرام سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرمادیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے لہذا سیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر و تبدل جذب نام اور کمال جمعیت و حضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ اس سے طریق عالیہ کی بنیادی ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا

ہی اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے

ولایت کبریٰ

جاننا چاہئے کہ کمال فنا و ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتا ہے، ولایت کبریٰ سے مراد فنا کے نفس اور رذائل سے اس کا تزکیہ اور انانیت و سرکشی کا زائل ہو جانا ہے اور اس کو دائرہ اسما و صفات و شیونات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں تجلیات خمسہ (افعالیہ، ثبوتیہ، شیون ذاتیہ، سلبیہ، شان جامع) کے اصول میں سیر واقع ہوتی ہے۔ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس (نصف دائرہ) پر مشتمل ہے وہ یہ ہے:۔

سبق ہفتم، دائرہ اولیٰ | نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ **فَمَنْ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** (یعنی ہم بندہ کی رگ جان (شرگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں) کے مضمون کو دل میں

ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو میری رگ جان سے بھی زیادہ میرے قریب ہے اور اس قرب کی حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف پر فیض آرہا ہے فیض کا منشا و مبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ اولیٰ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور ولایت صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے۔ اس دائرہ اولیٰ کا نصف اسفل اسما و صفات زائدہ پر اور نصف عالی شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے، انسان کی جان صفات الہیہ کا ظل ہے اور ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لئے اصل ظل سے وجود مخلوق کے زیادہ قریب ہے اور اقربیت و معیت کا معاملہ عقل کی حدود سے باہر اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

سبق ہشتم، دائرہ ثانیہ | نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں) کے مضمون کو دل میں

ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ "اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشا و مبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ ثانیہ ہے جو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ اولیٰ کی اصل ہے۔"

سبق نوزدہم، دائرہ ثالثہ | نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ "اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی

ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشا و مبداء ولایت کبریٰ کا

دوست می دارد و من اور دوست می دارم منشا فیض دائرہ ثانیہ ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیاء عظام و اصل ائمه اولیٰ است مورد فیض لطیفہ کبریٰ

دائرہ ثالثہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثانیہ کی اصل ہے۔

سبق لستم قوس

نیت: سالک اس مراقبہ میں بھی آیہ کریمہ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست

رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا نشا و مبدأ ولایت کبریٰ کی قوس ہے جو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثالثہ کی اصل ہے۔ پس دوسرے دائرہ میں پہلے دائرہ کی اصل میں سیر واقع ہوگی اور تیسرے دائرہ میں اس اصل کی اصل میں اور قوس میں اصل اصل کی اصل میں سیر واقع ہوگی، یہ اصول ثلاثہ حضرت ذات میں اعتبارات ہیں جو کہ صفات و شیونات کے مبادی ہیں۔

ہر دو دائرہ اور قوس کے اثرات: نظر کشفی میں ان تینوں دائروں اور قوس کے حصول میں امتیاز و

فرق، ضعف و قوت میں کثرت و قلت اوار ہے اور نسبت فوق نیچے والی نسبت سے زیادہ بے رنگ ہوتی ہے

یعنی اس طرح پر کہ پہلے دائرہ اقریبیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور اتوار کی کثرت ہے دوسرے

دائرے میں اس سے کم اور ضعیف اور تیسرے میں دوسرے سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف،

بعض کشف والی طبیعتوں پر ہر دائرہ سورج کی ٹیکہ کی مانند منور ظاہر ہوتا ہے اور حسب قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے

اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے اور جننا دائرہ طے ہونے سے باقی رہتا ہے آفتاب کے کسوف (گرمی)

کی مانند نظر آتا ہے اور اس مقام میں نفس کو استہلاک و اضمحلال (ہلاک ہونا اور گھٹنا) ہوتا ہے ایسی حالت

پیدا ہو جاتی ہے جس طرح کہ دھوپ میں برف پگھلتا ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور عین اور اثر زائل

ہو جاتے ہیں اور وجود کا نام و نشان باقی نہیں رہتا یعنی سالک اپنے وجود کو حضرت حق جل مجدہ کے

وجود کا پرتو اور اپنے وجود کے توابع کو حق جل مجدہ کے وجود کے پرتو کے توابع جانتا ہے (اور یہ محو و اضمحلال

نظری ہے یعنی سالک کا وجود و تعین اس کی نظر سے جاتا رہتا ہے حقیقت اور نفس الامر میں محو نہیں ہوتا) نفس

کی انانیت اور سرکشی ٹوٹ جاتی ہے اور صفاتِ رذیلیہ حسد، بخل، حرص، کینہ، تکبر، بڑائی، حُب جاہ وغیرہ سے اس کا

تزکیہ (صفائی) ہو جاتا ہے، شرح صدر، صبر و شکر، رضا بر حکم قضا، ورع، تقویٰ و زہد وغیرہ صفات حمیدہ پیدا

ہو جاتی ہیں، فیض باطن کا معاملہ جو پہلے دماغ سے تعلق رکھتا تھا اب سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اس وقت

شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور حسیا استعداد سینہ میں استفادہ وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے

اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت قلب بہت ہوتی ہے لیکن وہ فقط قلب تک ہی محدود ہوتی ہے اور وسعت صدر

تمام سینے میں خصوصاً لطیفہ اخفی میں ہوتی ہے، احکام الہی کے ادا کرنے میں بلا چون و چرا مشغول ہو جاتا ہے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلالی علم بیدہی ہو جاتا ہے، مواجہہ الہی پر کامل یقین ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے، توحید شہودی جلوہ گر ہو کر حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے یعنی حضرت

حق سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سالک کے سامنے جلوہ گر ہو کر باطن پر ہیبت الہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی برضائے الہی رہتا ہے اور اپنی نیتوں کو قصور وار دیکھتا ہے اور اپنے عملوں کو ناقص جانتا ہے۔ ان دائروں اور قوس کے مراقبات کے زمانے میں ذکر تہلیل لسانی معنی و دیگر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا ترقی بخشتا ہے۔ اسماء و صفات کے ظلال (جو کہ انبیاء و ملائکہ کرام علیہم السلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات ہیں) کی سیر کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس میں توحید و جود و ذوق و شوق و دوام حضور و نسیان ماسوا وغیرہ کی صورت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے قلب کہتے ہیں، ولایت کبریٰ میں اسماء و صفات و شیونات الہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادی تعینات ہیں اور اس میں فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم الظاہر میں ہوتی اسی لئے اس کو اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ مراقبہ اسم الظاہر پر ختم ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے۔

نیت: "اس ذات سے جو اسم الظاہر کا اسمی ہے میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں پر فیض آرہا ہے۔"

یہ نیت کر کے بدستور فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں زیادہ فیض لطیفہ نفس پر وارد ہوتا ہے اور اس میں انوار سفید بابل بہ سبزی معلوم ہوتے ہیں، ایک قسم کی خنکی و آرام اور استغراق کامل کے ساتھ اسرار و مظاہر ہو پیدا ہوتے ہیں، ولایت کبریٰ کی نسبت باطن میں فراخی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح ہر اوپر کے دائرے میں نیچے والے کی نسبت تقویت اور تکمیل ہوتی رہتی ہے۔

ولایت کبریٰ کے محاذات و مقابل میں دائرہ سیف قاطع ہے، جب سالک اس دائرہ میں قدم

رکھتا ہے تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند کاٹ ڈالتا ہے اور اس کا نام و نشان نہیں چھوڑتا۔ یہ دائرہ داخل سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں۔ ولایت کبریٰ کے دائروں اور مراقبہ اسم الظاہر میں تہلیل لسانی معنی کا خیال رکھتے ہوئے بطریق مذکور کرنا بہت فائدہ دیتا ہے۔

لذہ فیضی آید از ذاتیک سی اسنت بسم الظاہر موردر فیض لطیفہ نفس و لطائف خمسہ عالم امر من اسنت۔

ولایت کبریٰ کی تکمیل یعنی مراقبہ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادی تعینات میں سیر واقع ہوتی ہے جو ولایت علیا کہلاتی ہے اور اس سیر کو اسم الباطن کی سیر کہتے ہیں اس کے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست دوم، مراقبہ اسم الباطن نیت: اس ذات سے جو اسم الباطن کا مسمیٰ ہے میرے

عناصر ثلاثہ (علاوہ عنصر خاک) یعنی آگ، پانی، ہوا پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشا دائرہ ولایت علیا ہے جو ملائکہ عظام کی ولایت ہے۔ یہ نیت کر کے

عناصر ثلاثہ پر فیض حاصل کرنے کا خیال کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں عناصر ثلاثہ کو توجہ و حضور

و عروج و نزول حاصل ہوتا ہے، باطن کے اندر عجیب وسعت اور مدارِ اعلیٰ (فرشتوں کی دنیا) کے ساتھ

مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرشتے ظاہر ہونے لگیں۔ اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی اور نفل

طویل قرات کے ساتھ بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے

ترقی ہوتی ہے کیونکہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھینچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے

فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے جس قدر فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت بڑھے گی

اسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی، کبھی یہ دائرہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسماء و صفات حق سبحانہ و تعالیٰ

اس دائرہ کو سورج کی شعاعوں کی مانند احاطہ کر لیتی ہیں اور کبھی شعاعوں کے خطوط کے بغیر بھی یہ دائرہ

ظاہر ہوتا ہے اور کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اسماء و صفات الہی اپنے مسمیٰ کے ساتھ ظاہر ہونے

ہیں۔ اسم الظاہر و اسم الباطن کی سیر میں فرق یہ ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کے ملاحظہ کے بغیر محض

تجلیات صفاتی ظاہر ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں اگرچہ اسماء و صفات کی تجلیات بھی وارد ہوتی

ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالیٰ و تقدس بھی مشہود ہو جاتی ہے اس کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں

جب اسم الظاہر و باطن کے دو پر سالک کو حاصل ہو گئے تو اب بات آسان ہو گئی۔ اس مقام تک

سالک کی سیر ظلال یا صفات میں تھی اس کے بعد سالک کا معاملہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ شروع

ہوگا اور اس کی سیر تجلی ذاتی دائمی میں واقع ہوگی، تجلی ذاتی دائمی کے تین درجے نابت کئے گئے ہیں، مرتبہ اول کو

کمالاتِ نبوت، مرتبہ دوم کو کمالاتِ رسالت، مرتبہ سوم کو کمالاتِ اولوالعزم کہتے ہیں۔ تفصیل آگے درج ہے۔

سبق بست سوم، مراقبہ کمالاتِ نبوت نیت: اس ذات محض سے جو منشا کمالاتِ نبوت ہے

میرے لطیفہ عنصر خاک پر فیض آرہا ہے۔ یہ نیت کر کے

فیض می آید از ذاتیکہ مسمیٰ است باسم الباطن منشا کمالاتِ نبوت است۔ منشا کمالاتِ نبوت است۔

تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسما و صفات حاصل کرے۔ اثرات: اس مقام پر پہلے والے

معارف سب مفقود ہو جاتے ہیں اور تمام سابقہ باطنی حالات بیکار اور بے معلوم ہونے لگتے ہیں، نسبت

باطن میں کمال وسعت و بے رنگی و بے کیفی اور یاس و حرمان حاصل ہوتے ہیں، اور ایمانیات و عقائدِ حقہ

میں یقین قوی ہو جاتا ہے اور استدلالی علم بیدہی ہو جاتا ہے کہ لا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ كَمَا لَا يَدْرِكُهُ الْبَصَرُ كَمَا لَا يَدْرِكُهُ الْبَصَرُ كَمَا لَا يَدْرِكُهُ الْبَصَرُ كَمَا لَا يَدْرِكُهُ الْبَصَرُ

ادراک یہاں پر نارسائی کی علامت ہے۔ اس مقام کے معارف و حقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں ہیں

اور اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسرارِ مقطعاتِ قرآنی حاصل ہوتے ہیں اور باطن میں اس قدر وسعت ہو جاتی ہے کہ ولات

صغریٰ و کبریٰ وغلیا اس کے سامنے بالکل لاشیٰ اور محض تنگ معلوم ہوتی ہیں، ان مذکورہ تینوں ولایتوں

میں البتہ ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ صورت و حقیقت کی مناسبت ہوتی ہے لیکن اس مقام میں نسبت

بھی مفقود ہے۔ سابقہ حالاتِ باطن کے مفقود ہو جانے، یاس و ناامیدی پیدا ہونے اور اپنے آپ کو قصور وار دیکھنے حتیٰ کہ اپنے آپ کے

کافر فرنگ سے بھی بدتر جاننے کے باوجود اس کو وصلِ عربانی کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے، اس سے پہلے جو وصل حاصل تھا

وہ دائرہٴ دہم و خیال میں داخل تھا، اس جگہ وصولِ حصول نہیں ہے اور اس مقام میں ویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے

اگرچہ ویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ صفائی وقت و حقیقتِ اطمینان اتباعِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو کر احوال

شرعیہ، اخبارِ غیب، وجودِ حق و صفاتِ حق سبحانہ معاملہٴ قبر و حشر و نشر و ما فیہا و بہشت و دوزخ وغیرہ

جن کی مخبرِ صادقؐ نے خبر دی ہے اس مقام میں بیدہی اور عینِ یقین کے درجہ پر حاصل ہو جاتے ہیں کسی

ریل کی ضرورت نہیں رہتی اور تَمَّ دَنِي فَتَدَلِّي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ کا بھیدا اس مقام میں

ظاہر ہوتا ہے اور اس معاملے کی ایسی حقیقت سالک پر ظاہر ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ یہ انبیاء

علیہم السلام کا مقام ہے اور تبعین کو انبیاء علیہم السلام کی متابعت و وراثت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے

اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوتِ آداب و ترتیل کے ساتھ اور نمازِ نوافل کی کثرتِ آداب، کی رعایت کے ساتھ

اور حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے کا شغل اور اتباعِ سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اذکار جو

احادیث سے ثابت ہیں بہت فائدہ اور ترقی بخشتے ہیں، بلکہ یہ چیزیں حقائقِ سبعہ میں بھی جو آگے آئیں گے

مفید اور موجبِ ترقی ہیں۔

لہ فیض می آید از ذات بخت کہ نشا بر مالائے نہ است نور فیض ہیبت و حرانی من است۔

نیت؟ اس ذاتِ بخت سے جو کمالاتِ خاص

سبقِ نسبتِ چہارم، مراقبہٴ کمالاتِ رسالت

رسالت کا منشا ہے میری ہیبت و حرانی مجموعہ

لطائف عالم امر و خلق پر فیض آ رہا ہے۔ یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض حاصل کرے۔
 اثرات: اس مراقبہ میں بھی وہی کیفیات مراقبہ نبوت یعنی بے رنگی و بے کیفی و لطافت وغیرہ مزید ترقی
 کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ سالک کو حصول فنا و تصفیہ و تزکیہ لطائف عشرہ کے بعد عالم امر و خلق کے
 دسوں لطیفوں میں جو اعتزال پیدا ہوتا ہے اس ہیئت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں اس مقام میں اور بعد کے
 تمام مراقبات میں عروج و نزول و انجذاب تمام بدن کا حصہ ہے یعنی یہاں سے آخری سبق تک مورد فیض سالک
 کی ہیئت وحدانی ہے، ان سب مقامات میں تلاوت قرآن مجید اور نماز بطول قنوت ترقی بخشتی ہے۔

سبق بست و پنجم مراقبہ کمالات اولو العزم
 نیت: اس ذات بخت سے جو کمالات اولو العزم
 کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔

اس نیت سے بطریق مذکور تجلیات ذاتی دائمی کا فیض ادا کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں
 ہر دو کمالات سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتب ہوتے ہیں پس ہر سہ کمالات میں تجلی ذاتی دائمی کا فیض
 بے پردہ اسما و صفات حاصل ہوتا ہے، نفس کے اندر کمال اضمحلال اور وسعت باطن و وصل عربا و حضور
 بے جہت و اتباع شریعت و معارف و حقائق کا فیضان ہوتا ہے اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت و
 بے رنگی پیدا ہو جاتی اور اسرار مقطعات قرآنی اور تشابہات فرقانی کا انکشاف ہوتا ہے جو کسی طرح
 بیان و تحریر میں نہیں آسکتے اور عاشق (محب) و معشوق (محبوب) کے رموز کہ جن کے کہنے اور سننے کی
 مجال نہیں ہے اس جگہ حاصل ہوتے ہیں، اس جگہ تلاوت قرآن مجید خاص کر نماز نوافل میں ترقی بخشتی ہے
 (تنبیہ) اس دائرہ سے دائرہ منصب قیومیت نکلتا ہے اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک
 نہیں۔ اس مرتبہ منصب قیومیت سے خاص انبیاء علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاء مشرف
 ہوئے ہیں، اس بندہ خاص پر اسم یا حییٰ یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام
 زمین و آسمان کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد ووراہتے ہیں، مرشد کمال کو اختیار ہے جس راستے سے چاہے
 آگے چلائے۔ ایک راستہ حقائق الہیہ کا ہے اور یہ تین دائرے ہیں (۱) حقیقت کعبہ ربانی (۲) حقیقت
 قرآن مجید (۳) حقیقت صلوة۔ اور دوسرا حقائق انبیاء کا ہے اور یہ چار دائرے ہیں (۱) حقیقت
 ابراہیمی (۲) حقیقت موسوی (۳) حقیقت محمدی (۴) حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان دونوں کو
 ملا کر حقائق سب سے کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:-

اس نیت سے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔

سبق لست و ششم، مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی | نیت: اس ذات واجب الوجود سے جس کو تمام ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقت کعبہ

ربانی کا نشا ہے میری ہیئت و حرانی پر فیض آ رہا ہے۔ یہ نیت کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی اور تمام ممکنات کا مسجودہ ہونے کا مراقبہ کرے۔ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی مشہود ہوتی ہے، سالک کے باطن پر ایک قسم کی ہیئت غالب ہو جاتی ہے وہ اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب جانتا ہے، جب اس مرتبہ پاک کی فنا و بقا حاصل ہو جائے تو مراقبہ حقیقت قرآن مجید تلقین کرے۔

سبق لست و ستم، مراقبہ حقیقت قرآن مجید | نیت: اس کمال و سعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو نشا حقیقت قرآن مجید ہے

میری ہیئت و حرانی پر فیض آ رہا ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام میں اس طرح دکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر آ گیا ہوں اور وہاں ایک زنیہ رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے میں اوپر چڑھ کر حقیقت قرآن مجید میں داخل ہوا ہوں۔ اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے، وسعت و بے چونی میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کلام الہی کے بطون و اسرار اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی کا ایک لے پایاں دریا نظر آتا ہے، پسند و نصائح و قصص و حکایات اور اوامر و نواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم حاصل کر لیتی ہے اور قاری کا تمام قالب (جسم) زبان بتجاتا ہے، قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل (بوجھ) کا وارد ہونا ہے بموجب آیہ کریمہ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَیْكَ قَوْلًا نَّفِيْلًا (یعنی بیشک عنقریب تم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالیں گے) نسبت حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اس سب عظمت و کبریا کی حقیقت قرآن مجید سے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرہ کے محاذات میں دائرہ حقیقت صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار و اسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں ہے۔

سبق لست و ششم، مراقبہ حقیقت صلوة | نیت: اس کمال و سعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو حقیقت صلوة کا نشا ہے میری ہیئت و حرانی پر

فیض آ رہا ہے۔ اثرات: اس مقام میں حضرت ذات بچوں کی کمال درجہ کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے (نماز کے مدارج پہلے بیان ہو چکے ہیں) یہ مقام نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔

سہ فیض می براد ذات کنت کہ مجور الیہ جمیع ممکنات نشا حقیقت کعبہ ربانی است نور فیض ہیئت حرانی من۔ سہ فیض می براد زنیہ رکھا ہوا ہے و وسعت چون حضرت ذات کنت نشا حقیقت قرآن مجید نور فیض ہیئت حرانی من۔ سہ فیض می براد کلام الہی کے بطون و اسرار اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی کا ایک لے پایاں دریا نظر آتا ہے، پسند و نصائح و قصص و حکایات اور اوامر و نواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم حاصل کر لیتی ہے اور قاری کا تمام قالب (جسم) زبان بتجاتا ہے، قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل (بوجھ) کا وارد ہونا ہے بموجب آیہ کریمہ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَیْكَ قَوْلًا نَّفِيْلًا (یعنی بیشک عنقریب تم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالیں گے) نسبت حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اس سب عظمت و کبریا کی حقیقت قرآن مجید سے نیچے دکھائی دیتی ہے۔ (تنبیہ) اس دائرہ کے محاذات میں دائرہ حقیقت صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار و اسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں ہے۔

الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ (ترجمہ: نماز مومنوں کے لئے معراج ہے) اقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ

(ترجمہ: بندہ نماز میں رب کے زیادہ نزدیک ہے) کا راز ظاہر ہوتا ہے، اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے حقیقت قرآن مجید

اس کا ایک جزو اور حقیقت کعبہ اس کا دوسرا جزو ہے، سالک جب اس حقیقت مقدسہ سے بہرہ ور ہوتا ہے تو

نماز ادا کرتے وقت اس دارِ فانی سے باہر ہو کر دارِ آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور حدیث اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنْتَ

تَرَاهُ بطریق کمال جلوہ گر ہو جاتی ہے، سالک کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی میں تمام سنن و آداب کی کما بینگی رعایت

کرنے تاکہ حقیقتِ صلوة جلوہ گر ہو جائے، لوگ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کا

ایک حجمِ غفیر اپنے اضطراب اور قبض کی تسکین و علاج راگ و نغموں کے پردے میں دیکھتے ہیں اور اپنے مطلوب کو

سمع و وجد و تواجد میں تلاش کرتے ہیں اسی لئے وہ رقص و رقاصی کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں، اگر نماز کے کمالات کا

ایک شتمہ بھی ان پر ظاہر ہوتا تو کبھی سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ان ہر سہ حقائق الہیہ

میں سالک کے تمام وجود میں اضمحلال سرایت کر جاتا ہے اور وسعتِ باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

سبق بست و نم، مراقبہ معبودیتِ صرف

انیت: اُس ذاتِ محض سے جو معبودیتِ صرفہ کا نشانہ ہے میری ہیئت و وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔ اسی کو لائعین بھی

کہتے ہیں۔ اثرات: اس دائرے میں سیرِ قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں پہنچ سکتا

بلکہ سیرِ نظری ہے نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے کیونکہ نظر ہر جگہ پہنچ سکتی ہے، قدم صرف مقاماتِ عابدیت میں

پہنچتا ہے اور یہ مقام معبودیتِ صرفہ ہے، اس جگہ عابدیت اور معبودیت میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس بات کا

یقین کامل بھی اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے کہ معبودِ حقیقی یعنی احدیتِ مجردہ کے سوا کوئی اور کسی قسم کی عبادت

کا مستحق نہیں اگرچہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں، گو یا کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی اصل حقیقت اس جگہ

منکشف ہوتی ہے کہ شہیوں کیلئے اس کلمہ کے معنی لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ اور عابد معبود سے کما بینگی جدا ہو جاتا

ہے اور شرک یہاں جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس مقام مقدسہ میں نماز کی عبادت پر ترقی منحصر ہے۔

(فائدہ) حقائقِ الہیہ کی سیر میں تک تھی، اب حقائقِ انبیاء کا بیان ہوتا اور یہ حقائقِ انبیاء

جو کہ تعینِ حسی میں واقع ہیں اصل میں ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں، چونکہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لئے

سیر و سلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائقِ الہیہ میں ترقی اللہ تبارک و تعالیٰ

کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء میں ترقی سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف

سہ فیض حسی آید اثرات کے نشانہ معبودیت صرفہ است مور فیض ہیئت وحدانی میں

جائیں، جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے، پس محبت کی دو قسمیں ہوں گی (۱) محبت ذاتی (۲) محبوبیت۔ محبت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوا، اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں محبوبیت ذاتی اور محبوبیت صفاتی و اسمائی۔ محبوبیت صفاتی و اسمائی کا ظہور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام میں متحقق ہوا، اور محبوبیت ذاتی کا ظہور حقیقت محمدی و احمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہوا۔ پس اول کمالات صفاتی و حقیقت ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقت موسوی میں پھر حقیقت محمدی و احمدی میں سیر واقع ہوگی۔ حقائق انبیاء میں مراقبات کی تفصیل یہ ہے:-

سبق سی ام مراقبہ حقیقت ابراہیمی

نیت: "اَسْ ذَات سے جو حقیقت ابراہیمی

کا نشا ہے میری ہیئت و حرانی پر فیض آ رہا ہے۔"

اثرات: اس بلند مقام میں سالک کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ خاص نسبت اور محبوبیت ظاہر ہو کر کمالات صفاتی و محبوبیت اسماء کا ظہور ہوتا ہے مقام خلقت اسی سے کنایہ ہے اور اس دائرہ کو دائرہ خلقت بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت عجیب و کثیر البرکات مقام ہے، انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت خلیل علیہ السلام کے تابع ہیں اور سید ابراہیم صیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم اتباع ملت ابراہیم صیب سے مامور فرمایا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود سے تشبیہ فرمائی جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں، پس اس مقام میں درود ابراہیمی (نماز والا درود) پڑھنا بہت تیر و برکت کا باعث ہے اور سالک کو ذات حق سبحانہ کے ساتھ خاص انس و خلقت و بخودی پیدا ہو جاتی ہے اور محبوبیت صفاتی جو کہ عالم مجاز میں خط و خال اور قد و عارض وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے بطور عکس جلوہ گر ہوتی ہے اسی لئے سالک سوائے ذات کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ اسماء و صفات ہوں یا ظلال اور مزارات مشائخ کرام ہوں یا ارواح طیبہ و ملائکہ کرام، اس کو غیر اللہ سے درد مانگنا اچھا نہیں لگتا، رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَا لِی مِنَ سُوْا لِیْ دَرَجَہِ میرا رب میرے حال کو میرے سوال سے زیادہ جانتا ہے، اس پر وارد رہتا ہے، لیکن اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں ہے جتنی کہ محبوبیت ذاتی میں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت معلوم ہوتی ہے لیکن چاہئے کہ سوائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی خصوصیت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا طفیل سمجھے۔

لہ فیض می آید از ذاتے کہ نشا حقیقت ابراہیمی است مورد فیض ہیئت و حرانی من۔

سبق سی و یکم، نیت مراقبہ حقیقت موسوی

نیت: اس ذات سے جو خود اپنا محبوب اور حقیقت
موسوی کا منشا ہے میری ہیئت و حرانی پر فیض

آ رہا ہے۔ — اثرات: اس مقام کو دائرہ محبت ذاتیہ صرف بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو کمالات
محبت یعنی محبت ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے حالانکہ یہ اجتماع ضدین
ہے اور بعض طبیعتوں سے بعض وقت بے ساختہ رَبِّ اَرْنِي اَنْظُرُ اِلَيْكَ (ترجمہ: اے میرے رب تو مجھے اپنی
ذات کا جلوہ دکھاتا کہ میں تیری طرف دیکھوں) نکلنے لگتا ہے، بعض متحمل ہوتے ہیں اور برداشت کر لیتے ہیں اور
اس عالی مقام میں ایسے کلمات کا ظہور کم ہی ہوتا ہے اور کم ہوتا ہی مناسب ہے، اس مقام میں درود شریف
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ خُصُوصًا عَلَىٰ
كَلِمَاتِكَ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ بكثر پڑھنا ترقی بخشا ہے۔

سبق سی و دوم، مراقبہ حقیقت محمدی

نیت: اس ذات سے جو خود اپنا ہی محبوب اور اپنا
ہی محبوب ہے اور حقیقت محمدی کا منشا ہے میری

ہیئت و حرانی پر فیض آ رہا ہے۔ — اثرات اس مقام میں محبوبیت ذاتیہ کا محبت ذاتیہ کے ساتھ
مل کر ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ ممتزج کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق اور تعین دل
بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے انبیاء و رسل کے حقائق کی اصل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے لئے ظل
کی مانند ہیں، اس مقدس مقام میں خاص طرز پر فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اور سرور دین و دنیا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتحاد میسر ہو جاتا ہے اور رفع توسط جس کے اکابر اولیاء قائل ہوئے ہیں
کے معنی اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور تزلع (سالک) متبرع (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ میں ایسی
مشابہت پیدا کر لیتا ہے گویا کہ ہر دو ایک ہی چٹھے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی محبوب کے ہم آغوش و ہم کنار
و ہم بستر ہیں اور دونوں شکر و شکر کی مانند ہیں۔ اور ان سب امور کے باوجود اس کو آن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس قول کے معنی ظاہر ہوتے ہیں
کہ میں خدائے عزوجل کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ یہ مقام حقائق انبیاء
اور آسمانی کتابوں کے اسرار کا جامع ہے، سالک اس مقام میں تمام جزوی و کلی دینی و دنیوی امور میں حبیب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت و مشابہت ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے، اس مقام کے اسرار

بعض می آید از ذائقہ محبت خود و منشا حقیقت محمدی است مورد فیض ہیئت و حرانی من۔

بے حد ہیں جو نہ زبان پر لائے جاسکتے ہیں اور نہ ظاہری علم والوں کے لئے ان میں سے کوئی حصہ ہے، اس مقام میں علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کئی حاصل ہوتی ہے، اس مقام میں درود شریف
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ أَفْضَلُ صَلَواتِكَ
 عَدَدَ مَعْلُومَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بكَثْرَتِ طُرُقِهَا تَرْتِي نَجْتَابِہِ۔

سبق سی و سوم، مراقبہ حقیقت احمدی | نیت: اس ذات سے جو اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقت احمدی کا منشا ہے میری ہیئتِ حدانی

پرفیض آ رہا ہے۔ اثرات: یہ مقام محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ صرف بھی کہتے ہیں، اسی لئے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے اور اس مراقبہ میں نسبت سابقہ غلبہ اتوار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور عجیب غریب کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ بیان و تحریر میں نہیں آسکتی بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمن (اللہ تعالیٰ کے سامنے) دیکھتے ہیں اور اسی خاصہ محبوبیت کی وجہ سے حقیقت کعبہ یعنی حقیقت احمدی ہے کیونکہ محبوبیت و مسجودیت دونوں حق تعالیٰ کے شیونات میں سے ہیں اور اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے یعنی سالک ذات حق سبحانہ کو بلا لحاظ صفات دوست رکھتا ہے کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی ہے جو اس کے تمام نقش و نگار کی موجب ہے۔ سبحان اللہ! احمد عجب اسمِ سامی ہے جو کلمہ مقدسہ احد سے حلقہ ممیم کے ساتھ مرکب ہے جو کہ خدائے تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں میں سے ہے پس احد لا شریک لہ ہے اور حلقہ ممیم عبودیت کا طوق ہے جو کہ بندہ کو مولیٰ سے متمیز کرتا ہے پس بندہ وہی حلقہ ممیم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے چونام این است نام آورچہ باشد مکرّم تر بود از ہرچہ باشد جب ایسا نام ہے تو صاحب نام ترجمہ مکرّم اور معزز سب سے ہوگا

اس جگہ بھی درود شریف مذکورہ حقیقتِ محمدی کا ورد مفید ہے۔ غرض حقائق انبیاء میں الفت و نسبت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور خصوصاً سردارِ دو جہاں فخرانس جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ جانتا چاہئے کہ وہ فنا و بقا جس پر ولایت موقوف ہے شہوی فنا و بقا ہے جو کہ نظر کے اعتبار سے ہے صفات بشری اس فنا و بقا میں صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں ال و فنا نہیں

لہ فیض آ رہا ہے کہ محبوب خود و منشا حقیقت احمدی است اور فیض ہیئت و حدانی من۔

ہوتی لیکن فنائے تعین محمدی میں صفات بشری کیلئے زوالِ جوی متحقق ہوا اور جسدِ نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور بقا کی جانب میں بھی اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ تر پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دُور تر ہو کر احکامِ بشری اس سے مسلوب ہو جاتے ہیں۔

سبق سی و چہارم، مراقبہ حُبِّ صرف
نیت: "اس ذات سے جو حُبِّ صرف کا نشاہ
میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آرہا ہے۔" اس جگہ

حُبِّ صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کرے۔ — اثرات: اس مقام میں نسبتِ باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرت ذاتِ مطلق و لا تعین کے بہت قریب ہے اس لئے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حُبِّ ہے جو نشاہِ ظہور و مبداءِ خلق ہے اصل میں حقیقتِ محمدی یہی ہے اور جو پہلے بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے، — یہ مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس مقام میں ثابت نہیں ہوتے اور اس میں سیر قدمی نہیں ہے بلکہ سیر نظری ہے اور نظر بھی عاجز و دربانہ و سرگرداں ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار
گلِ چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد
ترجمہ: ہماری نگاہ کا دامن تنگ ہے اور آپ کے حُسن کے پھول بے شمار ہیں، آپ کے حُسن کی بہار کے پھول چھنے والے کو دامن کی تنگی کی شکایت ہے) اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ حقیقتِ محمدی کا ورد ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی و پنجم، مراقبہ لا تعین
نیت: "اس ذات بخت سے جو دائرہ لا تعین کے
فیض کا نشاہ ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آرہا ہے"

— اثرات: اس مقام میں حضرت ذاتِ کا اطلاق ہے اور تعینِ اول یعنی حُجی سے پہلے ہے اسی لئے لا تعین کہتے ہیں اس مقام میں اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے جو تعینات سے پاک و مبرا ہے، یہ مقام بھی حضرت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں بھی سیر نظری بعجز و دربانہ کی ہے۔

۱۔ فیضِ محمدی آید از ذاتِ بخت کہ نشاہِ بردارہ لا تعین است نور فیضِ ہیئتِ وحدانی من۔

الْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الذَّاتِ اِدْرَاكًا وَالْقَوْلُ بِدَرْكِ الذَّاتِ اِشْرَاكًا

(یعنی: ذاتِ حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور ادراک ذاتِ حق کا دعویٰ شرک ہے۔)

خلاصہ اسباقِ نقشبندیہ مجربہ

یہ بیان مقاماتِ طریقہ نقشبندیہ مجربہ کا اختصار و ایجاز کے طور پر ہے، اور اس تمام کا فلاسفہ یہ ہے کہ اول استغراق

جائزاتِ بقیات میں داخل ہوتے ہیں اس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اس کے بعد استہلاکِ اضمحلالِ نفس میں پیدا ہونا اور توحید و جودِ حاصل ہوتی ہے اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں، پھر توحیدِ شہودی اور کمالِ استہلاک و اضمحلال اور فنائے انانیت حاصل ہوتی ہے اس کو کمالاتِ انبیا کہتے ہیں اس کے بعد تمام وجود میں اضمحلال حاصل ہوتا ہے اور تدریج

وسعتِ باطن و کمالِ وسعتِ حاصل ہوتا ہے اس کو خالقِ الہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیا علیہم السلام کے ساتھ انس و محبت و الفت خصوصاً سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے تابعین کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور ایمانیات و عقائدِ حقہ میں بھی قوت حاصل ہو جاتی ہے اس کو متعلقِ انبیاء کہتے ہیں۔ جو شخص ان مقاماتِ عالیہ کے مراقبات

میں کثرت کرتا ہے وہی ان مقامات کی ترقی و بساطت اور پیرنگی میں فرق کر سکتا ہے۔ وَصَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَاصْحَابِهِمْ وَالرِّهْمِ اَجْمَعِينَ ؕ

جانتا پاتا ہے کہ اس طریق کا ہر شخص ان تمام مقامات کو نہیں پہنچتا بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے قرب کے اس درجے تک امتیاز حاصل کرتا ہے، نیز جانتا پاتا ہے

کہ ان مقاماتِ قرب کا ہر دائرہ بے نہایت ہے اور دائرہ کا پورا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ سالک کا جو کچھ حصہ اس وقت اس دائرہ میں مقدر تھا پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ

قرب کے مقامات کے دائرہ کا پورا ہونا جو کہ بے نہایت ہے کوئی معنی نہیں رکھتا اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنی سیر کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے وجدان سے اپنے احوال

میں تبدیلی کے ذریعے دیکھتا ہے اور اس وجدان کو بنظر کشف جہل کہتے ہیں اور ان مقامات کا رسولِ مرشد کی توجہ سے سہل ہوتا ہے۔

گر ملک باشد سبب مستش ورق

بے عنایاتِ حق و خاسانِ حق

یعنی خدا و خواصانِ خدا کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال بیاہ ہے۔

تصفیہ باطن کا تیسرا طریقہ رابطہ شیعہ ہے، اگر مرشدِ کامل شہود ذاتی کا واسل ہو تو قوی التوجہ ہو اور یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو تو اس کی توجہ سے تھوڑے زمانے میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو ساہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس طالب جب اپنے مرشد کی صحبت میں رہے تو اپنی ذات کو مرشد کی محبت کے سوا ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر دے، اس کی طرف سے فیض کا منتظر ہے، دل کی جمعیت کے اس فیض کی حفاظت کرے، آدابِ صحبتِ شیخ کی پوری پوری رعایت کرے، شیخ کی رضا جوئی کا طالب رہے شیخِ کامل کی صحبت میں اس کی توجہ اور اخلاص کی برکت سے دل کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور اس کی محبت کے اثرات سے مشاہدہ الہی کے انوار سے دل روشن ہو جاتا ہے، اور جب شیخ کی صحبت سے دور ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کر کے استفادہ کیا کرے اس کو رابطہ شیخ یا تصور شیخ کہتے ہیں، اس سے دل کے وساوس و خطرات و خیالات دور ہو جاتے ہیں لیکن اس میں افراط سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ صورت پرستی تک نوبت پہنچے اور شریعت کی مخالفت ہو جائے صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ خیال کرے کہ جس طرح ذکر سیکھتے وقت شیخ کی صحبت میں بیٹھا تھا اب بھی تصور میں گویا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو فیضانِ الہی شیخ کے قلب میں آرہا ہے اس کے قلب سے میرے قلب میں آرہا ہے۔ عدم صحبتِ زمانہ میں بھی آداب کی رعایت اور خطا و کتابت جاری رکھے۔

مرشد کو چاہئے کہ ہر سبق کے لئے توجہ خاص کے ذریعے مرید کے موردِ فیض پر فیض القا کرے اور توجہ کا طریقہ جو مشائخ میں معمول ہے یہ ہے:-

طریق توجہ | شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیالوں سے خالی کر کے اپنے نفسِ ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجہ ہو، اور دل کی توجہ صرف مرید کے حال پر کرے اور اپنی پوری اور قوی ہمت کے ساتھ تصور کرے کہ مجھ میں سے کیفیت و جذب و انوار و فیوض مرید میں سرایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوار و برکات

لہ شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب پر سمجھے یا جس لطیفہ یا مقام کی توجہ دے اپنے اس لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر غیر کے خطرہ کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل کو اپنی طرف کھینچے تاکہ توجہ کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش آئے اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور قوت پکڑے۔ اسی طرح ایک ساعت یا کم زیادہ متوجہ رہے اور اس سلسلہ کے بزرگوں کی ارواحِ متبرکہ کو اپنے شامل حال سمجھ کر اس نصرت کو ان کی امداد سمجھے۔

نسبت و قبض و بسط کا طریق بھی اسی طرح ہے لیکن تصورِ سلبِ نسبت و قبض و بسط میں ہر سانس سے جو کہ باہر آتا ہے روئے زمین پر ڈالنا لازمی نہیں ہے کیونکہ اس سے خود سلب کرنے والے کو ایذا نہیں ہوگی۔

طریق دفعِ بلا | بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورتِ مثالیہ کے ساتھ خیال کر کے ہمت اور قوت سے اس کے دفع کرنے کی طرف توجہ کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت بلایا اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جائے تو انشا اللہ عنقریب وہ بلا دفع ہو جائے گی۔

طریق تصرفِ قلوب | بطریق مذکورہ قوت اور ہمت کے ساتھ طالب کے نفس سے بھڑ جائے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا جس قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے اس کی صورت کو خیال کر کے اپنے دل کی جمیعت سے اس کی طرف متوجہ ہو تو اس میں اثر ہوگا اور محبت ظاہر ہو جائیگی یا وہ واقعہ اس کے ذہن میں جم جائیگا

در بیانِ نسبتِ اہل اللہ | اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر زندہ ہے اس کے سامنے اپنے نفس کو ہر نسبت سے خالی کر کے درگاہِ علام الغیوب میں التجا کرے کہ یا علیم یا خیر یا مبین مجھ کو خبر دے اور اس شخص کی کیفیتِ باطن سے آگاہ کر۔ اور اپنی روح کو اس کی روح سے ملا دے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پائے وہی اس کی نسبت ہے۔ اور خطرہ معلوم کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

طریق کشفِ حالاتِ آئندہ | بطریق معبود اپنے دل کو تمام خطروں سے پاک کر کے اور دعائے مذکورہ کر کے اس واقعہ کے کشف کا انتظار اس درجہ پر کرے جیسے پیاسا پانی طلب کرتا ہے جب اس کے دل سے ہر خطرہ دور ہو جائے تو اپنی روح کو ملایا اعلیٰ یا اسفل (ملائکہ مقربین یا ان سے نیچے درجے) کی طرف حسب استعداد نہایت ہمت سے متوجہ کرے پس وہ واقعہ آوازِ ہائے سر یا خود دیکھنے سے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

نزول سلوک

جب سالک سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا

نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے دوسروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے۔ پھر وہی سبق جو قلب میں تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ذکر سے خواہ اسم ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیل لسانی یا درود شریف، تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ (گردان) بھی کرتا رہے۔ یعنی مغرب کے بعد یا جس وقت فرصت ہو تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا رہے خصوصاً ولایتِ صغریٰ سے جہانک ہو سکے روزمرہ بلا ناغہ کیا کرے اور جو مقام رہ جائیں پھر دوسرے وقت کچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔

نسبت یا ولایت

نسبت یا ولایت، مقبولیت و قرب اور حضور مع اللہ کو کہتے ہیں۔ تمام سلسلوں میں نسبت ایک ہی ہے لیکن اس کے

الوان و اوصاف مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت ہوتی ہے کسی کو محبت، کسی کو حضور مع اللہ اور اس کا ظہور سالک کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ نام طور پر خاندانِ چشتیہ میں حرارت و شوق، قادریہ میں صفا و لمعان اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بخود ی و اطمینان کا ادراک ہوتا ہے اور احمدیہ مجددیہ میں تمام لطائف میں اللہ پاک کے لئے دوامی توجہ اور حضور پیدا ہوتا ہے۔ سلوک کے ہر مقام کی کیفیت کو بھی اس مقام کی نسبت کہتے ہیں۔ اسل نسبت جو حضور مع اللہ سے عبارت ہے کسی کے سلب کرنے سے سلب نہیں ہو سکتی، ہاں گناہ سے سلب ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے، البتہ کیفیات و الوان کی نسبت سلب ہو سکتی ہے، جو لوگ اس کی مشق کرتے ہیں وہ سلب کر سکتے ہیں جس طرح خوشی کے وقت اگر طبیعت میں کوئی غم پیدا ہو جائے تو خوشی کی کیفیت جاتی رہتی ہے اسی طرح تصرفِ سلب سے وہ کیفیت شوق جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی افسردگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر ذکر کی برکت سے وہ عود کر آتی ہے۔

عام مومنین میں بھی بعض تصفیہ قلب و تزکیہ نفس میں مشغول نہ ہونے کے باوجود صاحبِ نسبت ہوتے ہیں بلکہ بعض ان مجاہدین سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سالہا سال

ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور کچھ بھی ناقص رہتے ہیں لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اہل ریاضت کو اس نسبت کا علم و حضور ہو جاتا ہے اور دوسرے کو اپنے صاحب نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا حالانکہ وہ بھی مثیل بندہ ہوتا ہے۔ نیز عبادت اللہ اسی طریق جاری ہے کہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے تعلق پیدا کیے، اس نسبت کا حاصل کرنا آسان و آہل ہے۔

اقسام اولیاء اللہ | اس میں بزرگوں کی مختلف عبارات ہیں، انوار العارفین

میں اس باب میں جو تشریحات اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے بارہ گروہ ہیں: اقطاب، شوٹ، امامین، اولاد، ابوال، اختیار، ابرار، نقباء، بجا، عمد، مکتوبان، مفردان۔ جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمدی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ۱ ص ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ نسبت قطب مدار سے الگ ہے بلکہ شوٹ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے درجہ اتنا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں ہی اس کا ذمہ ہے اور قطب و اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار کتب قطب ہیں۔ رفتومات تکہ کے چودھویں باب میں شیخ محی الدین عیاض فرماتے ہیں کہ قطب یکتا جس سے نوع انسان کی تخلیق کے وقت سے لے کر قیام قیامت تک تمام انبیاء اور اسل اور اقطاب سلسل فیض حاصل کرتے ہیں وہ آفات دوزیہاں باعث تخلیق کون و مکان مسور سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی روح یہ ہے۔

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب، قطب الماربی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے، اس کے دو وزیر ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیرین (دراستہ) کا نام عبدالملک ہے، یہ قطب کے نائب ہوتے ہیں اور اس کی نظر نگاہت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے، یہی ہے جو قطب کی خلافت بنی اللہ ہے (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام قطب الماربی اور وزیر یا ربانیں، کا نام عبدالرب ہوتا ہے جو قطب کے نائبین ہوتے ہیں۔)

اس کی نظر ملک میں رہتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد، پرہیزگاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق، اخلاص، حیا اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ فرماتے ہیں۔ اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ زمین میں، ان کو قطب ولایت کہتے ہیں، یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر قریہ اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں غوث ایک ہوتا ہے۔ غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لیکر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرمادیتے ہیں جیسا کہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ صحیح یہی ہے کہ وہ قطب مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجید الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے بعض نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے لیکن اس قول میں بھی اختلاف ہے۔

آٹھ چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں: کثرتِ صیام، قیامِ لیل، کثرتِ ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار، اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکل، تفویض (سپردگی بخدا) ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ ان میں سے بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔ ابدال چالیس ہوتے ہیں بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط و تفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وسوس و خطرات سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعدادیں سات ہوتے ہیں اور ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء علیہم السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواح طیبہ آسمانوں پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے

ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔ علاوہ بریں انھیں سیارگان سے متعلقہ امور و اسرار نیز ان کی حرکات اور مختلف منازل میں داخلہ کا علم رہتا ہے۔ ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہمشکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے امتیاز ممکن نہیں رہتا انھیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہی یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت، اور باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توجید ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ ان کا قطب کہلاتا ہے۔

اخیر پانچ سو بیاسات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بلکہ وہ سیاح ہوتے ہیں اور ان کا نام حسین ہوتا ہے۔ ابراہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نقباتین سو ہوتے ہیں جو ملک مغرب میں رہتے ہیں سب کا نام علی ہوتا ہے، یہ حقائق اشیاء اور اسرار نفوس کو آشکارا کرتے ہیں ان سے دس کام وابستہ ہیں چار ظاہر سے متعلق ہیں یعنی کثرتِ عبادت، تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترک ارادہ) مع قوت مجاہدہ، اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضت، ان تین سو کا انہی میں سے ایک امام ہے یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہے۔

تجربا باختلاف اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں ان سب کا نام حسن ہوتا ہے، یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے وہ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں چار ظاہری یعنی ہوا، ممت، متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں، چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیا۔ اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ غم چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں ان سب کا نام محمد ہوتا ہے۔ اور غرت ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطبِ وحدت ہو جاتا ہے اور یکتوم تو یکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔

(ف) قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اویانہ لڑائیوں کی خصوصیات یکجا جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقات کے تحت اوپر ہو چکا۔ اور یہ منصب وہی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے ناطق فرماتے ہیں: **اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ**۔ (مزید تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)

نقشہ کوائف حضراتِ اہلِ نقشبندیہ مجددیہ اویسہ رحمہم اللہ تعالیٰ

| نمبر شمار | اسمائے گرامی حضرات سلسلہ عالیہ | ولادت یا عمر | وفات | جائے مزار مبارک |
|-----------|--|--------------|---------------------------|---------------------------------------|
| ۱ | رحمۃ للعالمین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم | ۶۳ سال | دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ | مدینہ منورہ حجرہ عائشہ صدیقہ |
| ۲ | سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | ۶۳ سال | دوشنبہ ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ | شہر مدائن |
| ۳ | سلمان فارسی | | ۱۰ رجب ۳۳ | درمیان مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ |
| ۴ | فاسم بن محمد بن ابی بکر | | ۲۴ جمادی الاولی ۱۰۸ | جنت البقیع قبہ اہل بیت مقبرہ امام حسن |
| ۵ | امام جعفر صادق | ۸ رمضان ۸۰ | دو شنبہ ۱۵ رجب ۱۴۸ | شہر بسطام ملک فارس |
| ۶ | حضرت شیخ یازید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ | ۷۳ سال | ۱۴ شعبان ۲۶۱ | خرقان مضاف بسطام |
| ۷ | خواجہ ابوالحسن خرقانی | ۷۳ سال | ۱۵ رمضان ۲۲۵ | طوس عرف مشہد |
| ۸ | ابوعلی قاری | ۲۲ | ۲۴ ربیع الاول ۵۱۱ | موضع مرو ملک فارس |
| ۹ | یوسف ہمدانی | ۲۲۰ | ۲۰ رجب ۵۳۵ | قصبہ نجد وان بسہیل از بخارا |
| ۱۰ | عبد الخالق نجدوانی | | ۱۲ ربیع الاول ۵۴۵ | موضع ریوگت سجدہ بسہیل از بخارا |
| ۱۱ | عارف ریوگری | | یکم شوال ۶۱۶ | موضع انجہ فغزہ بسہیل از بخارا |
| ۱۲ | محمود انجیر فغزی | | ۱۴ ربیع الاول ۶۱۷ | شہر خوارزم از ملک فارس |
| ۱۳ | عزیزان نالی رامیتنی | ۶۵۸ | ۲۰ رمضان ۶۱۵ | موضع سہاسر بسہیل از بخارا |
| ۱۴ | محمد بابا ستامی | | ۱۰ جمادی الاخری ۶۵۵ | سوخاریہ اندرا میتن |
| ۱۵ | سید ابیر کلان | | ۱۵ جمادی الاخری ۶۴۲ | قصر عارفار بسہیل از بخارا |
| ۱۶ | بہاؤ الدین نقشبند بخاری | ۶۱۸ یا ۶۰۸ | ۳ ربیع الاول ۶۹۱ | |

| جائے مزار مبارک | وفات | ولادت یا عمر | اسماء گرامی حضرات سلسلہ عالیہ | نمبر شمار |
|---|---|---------------------|---|-----------|
| موضع جفانیان از ماوراء النہر | ۲۰ رجب ۸۰۲ھ | . | حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ | ۱۷ |
| موضع ہلغون مہاراز ماوراء النہر | ۵ صفر ۸۵۱ھ | . | ” یعقوب چرمی ” | ۱۸ |
| شہر سمرقند | ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ | رمضان ۸۰۶ھ | ” عبید اللہ الاحرار ” | ۱۹ |
| موضع خوش از ملک حصار | یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ | . | ” محمد زاہد ” | ۲۰ |
| موضع اسفہ منسل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر | ۱۹ محرم ۹۴۰ھ | . | ” درویش محمد ” | ۲۱ |
| قصبہ امکنہ بسہ میل از بخارا | ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ | ۹۱۸ھ | ” محمد مکنگی ” | ۲۲ |
| قطب رود نزد قدم شریف دہلی | ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ | ۲ یا ۴ ۹۷۱ھ | ” محمد باقی باللہ ” | ۲۳ |
| سرہند (پنجاب) | ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ | ۹۷۱ھ | ” مجد الفیثانی شیخ احمد فاروقی ” | ۲۴ |
| ایضاً | ۹ ربیع الاول ۱۰۰۹ھ | ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۴ھ | ” محمد معصوم ” | ۲۵ |
| ایضاً | ۱۹ جمادی الاولی ۱۰۹۶ھ | ۱۰۲۹ھ | ” سیف الدین مجددی ” | ۲۶ |
| بیرون کوٹلہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلی | ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ | . | ” سید نور محمد بدایونی ” | ۲۷ |
| شہر دہلی خانقاہ شاہ غلام علی | ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ | ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ | ” مظہر جان جاناں ” | ۲۸ |
| ایضاً (خانقاہ خود) | ۲۲ صفر ۱۲۲۰ھ | ۱۱۵۸ھ | ” شاہ غلام علی ” | ۲۹ |
| ایضاً | غره شوال ۱۲۵۰ھ | ۱۱۹۶ھ | ” شاہ ابوسعید ” | ۳۰ |
| مدینہ منورہ | ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ | . | ” شاہ احمد سعید ” | ۳۱ |
| موسی زئی دامن کوه کسغیر نواح ڈیرہ اسمعیل خاں | شب ۲۲ شوال ۱۲۸۲ھ | ۱۲۱۶ھ | ” حاجی دوست محمد قندہاری ” | ۳۲ |
| ایضاً | شعبہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۲ھ | ۱۲۲۲ھ | ” محمد عثمان ” | ۳۳ |
| ایضاً | جمعہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ | ۱۲۹۶ھ | ” سراج الدین ” | ۳۴ |
| مسکن پور تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ | غره رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء | ۸۴ سال | ” محمد فضل علی شاہ ” | ۳۵ |
| پانی پت منقل مزار قاری عبدالرحمن | جمعہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ ۱۴ اپریل ۱۹۴۲ء | ۱۳۱۷ھ | ” محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری ” | ۳۶ |

(فعل) یہ نقشہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا ہے یعنی اس طریق میں

بعض بزرگوں کو بعض کی ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا اور اجازت ہوئی ہے۔ اور

شیخ عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اویسی وہ ہے جس کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت

نہ ہو، کیونکہ اس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے میں بغیر کسی واسطے کے

پرورش کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنیؓ کو کیا اور یہ بہت بڑا مقام ہے؛ ذالک

فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ اور اس کے لئے ارواح مقدسہ بزرگان وصول فیض ربانی

وتجلیات رحمانی کا وسیلہ ہوتی ہیں اور طریق جذبہ میں کوئی واسطہ اس کے درمیان

نہیں ہوتا۔ بعض کم فہم اور ناواقف لوگ حضرات اکابر سلسلہ عالیہ پر طعن کر دیتے ہیں اور

کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت کی صحت من وعن عالم شہادت میں

ثابت نہیں ہے اور ان بزرگوں کا اتصال بطریق صحبت جسمانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تک نہیں پہنچتا اس لئے غیر مستند ہے۔

ناصرے گرگند اس طائفہ را طعن و قصور حاشا للہ کہ برآرم برباں این گلہ را

یعنی: اگر کوئی کم عقل اس گروہ کے بزرگوں پر طعن کرے اور نقص نکالے تو میں ہرگز اس کی شکایت

زبان پر نہیں لاؤں گا (کیونکہ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے معذور ہے)۔

چونکہ نسبت اویسیہ میں واسطے کم ہوتے ہیں اور نسبت کے قوی اور صحیح ہونے

میں کوئی شک و شبہ نہیں اس لئے مشائخ کرام رحمہمونا اسی نسبت اویسیت کی سند کو

بیان کرتے ہیں اور اسی کا عام رواج ہو گیا ہے (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

نے قول الجھیل میں نسبت اویسیت کو صحیح اور قوی کہا ہے اور سلسلہ اویسیہ اور اس کی

صحت کو حضرت خواجہ محمد پارسی نے رسالہ قدسیہ میں اور دوسرے مشائخ نے بھی

اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے) لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان حضرات کی صحبت

جسمانی کا سلسلہ منقطع ہے، چنانچہ تمام بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو علی فارسیؒ

کو باوجود بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہنے کے (مثل ابوالقاسم قشیریؒ و ابوالقاسم

گورگانیؒ) حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے روحی فیض حاصل ہے اور ان کو حضرت

بایزید بسطامی کی روحانیت سے۔ شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ بایزید کی وفات کے مدت بعد ہوئی ہے۔ اسی طرح شیخ بایزید کو حضرت امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت سلوک حاصل ہے حالانکہ صحیح نقل سے ثابت ہے کہ حضرت بایزید کی ولادت حضرت امام جعفر صادق کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہے۔

خواجہ مولانا بن روزبھان اصفہانی نے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ کے وصیت نامہ کی شرح میں حضرت خواجہ ابوالحسن کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی سے اس طرح بھی ملایا، خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ابن مظفر مولانا ترک طوسی اور وہ مرید خواجہ اعرابی بایزید عشقی اور وہ مرید خواجہ محمد مغربی اور وہ مرید سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)

اب اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی عالم شہادت میں جو ملاقاتیں سند صحیح و متواتر ثابت ہو وہ بھی درج کی جاتی ہے: — جانتا چاہئے کہ خواجہ ابوعلی فارسی کو خواجہ ابوالقاسم قشیری سے ان کو خواجہ ابوعلی دقان سے ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی اور ابوالحسین حضرمی سے ان دونوں کو خواجہ ابوبکر شبلی سے ان کو سید الطائف جنید بغدادی سے ان کو شیخ سری سقطی سے ان کو شیخ معروف کرخی سے ان کو شیخ داؤد طائی سے ان کو خواجہ حبیب عجمی سے ان کو امام الاولیا حسن بصری سے ان کو امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

بیز ابوعلی فارسی کو ابوالقاسم گورگانی سے ان کو ابوعثمان مغربی سے ان کو ابوعلی کاتب سے ان کو ابوعلی روباری سے ان کو حضرت جنید بغدادی سے اجازت حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوعلی فارسی کے درمیان شیخ ابوالقاسم گورگانی کا بھی ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ شیخ ابوعلی فارسی کو شیخ ابوالقاسم گورگانی سے اجازت حاصل ہے اور ان کو شیخ ابوالحسن سے فیض حاصل ہے۔ حضرت علی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی اجازت حاصل ہے جس کا فیض دوسرے سلسلوں میں جاری ہے اور حضرت ابوبکر صدیق سے بھی بیعت اور اجازت ہے اس نسبت کا فیض سلسلہ نقشبندیہ میں جاری ہے جیسا کہ الہ آباد میں دریائے گنگا و جمنائے کے سنگم پر دوڑنگ وٹوں پانی الگ ممتاز معلوم ہوتے ہیں اور ایک کنارے کے لوگ گنگا کا اور دوسرے جمنائے کا پانی پیتے ہیں۔

لہ بعض کے قول کی بنا پر یہ شیخ ابوالحسن خرقانی کی صحبت میں رہے ہیں اور ہمارے مشائخ نے ان کا نام اپنے شجرہ میں شامل نہیں کیا، شاید ان کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے بیعت و ارادت حاصل نہیں ہوئی۔ پس جس نے ان کا نام شامل کیا ان کی صحبت حاصل ہونے کی وجہ سے کیا اور جس نے شامل نہیں کیا اس نے عدم بیعت و ارادت کی وجہ سے نہیں کیا۔ (ازرشحات عربی ص ۱۵)

(فعلی) حضرت امام جعفر صادقؑ کو اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے اُن کو اپنے والد حضرت امام زین العابدینؑ سے اُن کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اُن کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور اس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ وہی ہے جو نقشہ میں مذکور ہوا یعنی اپنے نانا حضرت محمد قاسمؑ سے۔

(فعلی) بعض شجروں میں حضرت خواجہ نور محمد بدایونی اور خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان خواجہ میر محمد محسن دہلوی رح کا اسم شریف بھی درج ہے کیونکہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ باوجود بیت حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے اور ان سے اجازت نامہ ہونے کے حضرت میر محمد محسن دہلویؒ سے جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ ہیں بہت فیض حاصل کیا ہے۔ پس طریقوں کا متعدد اور کثیر ہونا راجح اور صحیح بلکہ مستند اور قوی ہے۔ فافہم

(نکتہ) جبکہ ان بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا جاتا ہے اور وہ روح کی اصلاح زندگی میں بھی اپنی روحانی برکات سے کرتے ہیں تو بعد وصال ان کی ارواح سے فیض حاصل کرنا اور ان کی ارواح سے اپنے سلسلہ کا انتساب کیونکر صحیح، قوی اور مستند نہ ہوگا۔ (امقر مؤلف)

کوائف بزرگان سلسلہ عالیہ جن کا سلسلہ صحبت جسمانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

| نمبر شمار | اسمائے گرامی | وفات | جائے مزار مبارک |
|-----------|--------------------------------------|---------------------------------|-----------------|
| ۱ | حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ | شب دو شنبہ یا جمعہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ | نجف اشرف |
| ۲ | سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ | جمعہ ۱۰ رجب ۶۱ھ | کربلا |
| ۳ | امام زین العابدین | ۱۸ محرم ۹۵ یا ۹۲ھ | جنت البقیع |
| ۴ | امام محمد باقر | دو شنبہ ۷ رذی الحجہ ۱۲۵ یا ۱۲۴ھ | ایضاً |
| ۵ | امام جعفر صادقؑ | دو شنبہ ۱۵ رجب یا ۱۶ شوال ۱۲۸ھ | ایضاً |
| ۶ | امام موسیٰ کاظم | جمعہ ۵ یا ۱۵ یا ۲۵ رجب ۱۸۳ھ | بغداد |

| نمبر شمار | اسمائے گرامی | وفات | جائے مزار مبارک |
|-----------|---|---|-----------------|
| ۷ | حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ | جمود ۳۱ رمضان یا ۹ صفر ۲۰۳ھ | مشہد مقدس |
| ۸ | شیخ معروف کرخی | جمود ۲ یا ۱۰ یا ۲۰ محرم ۲۰۰ھ | بغداد |
| ۹ | سری سقطی | بامداد شنبہ ۳ رمضان ۲۵۳ھ یا ۱۶ رجب ۲۵۸ھ | " |
| ۱۰ | جنید بغدادی | شنبه ۶ رجب ۲۹۷ھ یا ۲۰۲ھ | " |
| ۱۱ | ابوبکر شبلی | ۱۶ ذی الحجہ ۳۳۲ھ یا ۳۳۲ھ | " |
| ۱۲ | خواجه ابوالقاسم نصیر آبادی | ۱۱ شوال یا ۶ محرم ۳۶۷ھ یا ۳۷۲ھ | مکہ معظمہ |
| ۱۳ | ابوعلی دقاق | ۵ ذیقعدہ یا ۲۰ شوال ۳۷۵ھ | نیشاپور |
| ۱۴ | ابوالقاسم قشیری | ۱۶ ربیع الثانی ۴۶۵ھ | " |
| ۱۵ | ابوعلی فارسی | ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ یا ۵۱۱ھ | طوس |
| ۱۶ | شیخ جنید بغدادی | شنبه ۶ رجب ۲۹۷ھ یا ۳۰۲ھ | بغداد |
| ۱۷ | ابوعلی رودباری | ۲ شوال ۳۲۲ھ | مصر |
| ۱۸ | ابوعلی کاتب | ۲ شعبان ۳۵۶ھ | " |
| ۱۹ | ابوعثمان مغربی | ۹ شوال یا ۱۱ رجب یا ۲۳ صفر ۳۷۳ھ | نیشاپور |
| ۲۰ | ابوالقاسم گورگانی | ۱۵ جمادی الاول یا ۱۰ رجب ۴۵۰ھ | " |
| ۲۱ | ابوعلی فارسی | ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ یا ۵۱۱ھ | طوس |
| ۲۲ | حافظ میر محمد محسن دہلوی | ۱۳۱۹ھ | کشمیر |

۱۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر سے بھی اجازت حاصل ہے، ان کو حضرت سلمان فارسی سے ان کو میر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریہ اتصال صحبت جسمانی سلسلہ ہذا براد راست حضرت صدیقؓ سے اور دوسرا بواسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتصال ہے۔ ۲۔ حضرت شیخ معروف کرخیؒ کا انتقال دو طرف سے ہے (۱) امام علی بن موسیٰ رضاؑ سے ان کو امام موسیٰ کاظمؑ سے ان کو امام جعفر صادقؑ سے (۲) شیخ معروف کرخیؒ کو شیخ داؤد طائیؒ سے ان کو خواجه صیب عجمیؒ سے ان کو امام الاولیاء حضرت حسن بصریؒ سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ بعض محدثین حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات کو صحیح نہیں کہتے لیکن یہ قول غیر مقبول ہے کیونکہ قوت القلوب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب متحققین میں ذکر ہے کہ حضرت خواجه حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنائت ختم ہونے کے دو سال قبل پیدا ہوئے اور انھوں نے حضرت عثمان و حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور شیخ ابی موسیٰ سے۔ ۳۔ حضرت ابوعلی فارسی کو دو طرف سے انتساب ہے (۱) ابوالقاسم تیسرے سے (۲) ابوالقاسم گورگانی سے۔ ۴۔ حافظ میر محمد محسن خواجه محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ ۵۔ سید نور محمد بدایونی نے ان کی صحبت سے بہت فیض پایا۔

مختصر حالات حضراتِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) شافع المذنبین رحمۃ اللعالمین محبوب رب العالمین
 احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
 کنیت ابو القاسم نام نامی
 مجدد اور احمد علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 والد ماجد عبداللہ بن

عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف، اور والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب، ولادت باسعادت
 مکہ معظمہ میں دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اسی سال واقعہ فیل پیش آیا، اور اس وقت
 فارس کے بادشاہ نوشیروان کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔ چالیس برس کی عمر میں نبوت
 ملی، اس کے تیرہ سال بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور دس سال بعد دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول
 ۱۱ھ کو عمر ترسیٹھ سال رفیقِ اعلیٰ سے واسل ہوئے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم،
 تمام جہانوں کے لئے رحمت، تمام انسانوں اور انسانیت کے لئے کافی ودافی صرف آپ
 ہیں، صرف آپ ہی صائب لولاک ہیں اور صرف آپ کی متابعت پر خدائے تعالیٰ کی محبت
 کا دار و مدار ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حمد و نعت میں ایک بے مثل فقرہ
 ارشاد فرمایا ہے کہ "حق سبحانہ و تعالیٰ را بواسطہ آن دوست می دارم کہ رب محمد است (مبدأ معاد)
 شاید ہی ایسی جامع حمد و نعت کسی زبان میں موجود ہو۔"

(۲) امیر المؤمنین امام المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کنیت ابو بکر،
 نام نامی عبداللہ

تغیب مدین اور خنیق، والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ، والدہ کا نام سلمیٰ، ساتویں پشت
 میں کنائب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ واقعہ فیل سے دو سال چار ماہ بعد
 پیدا ہوئے، سب سے پہلے ایمان لائے، خود بھی صحابی، والدین بھی صحابی، اور اولاد بھی صحابی۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ مولانا روم نے ایک مصرع میں کیا خوب کہا ہے:
 ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

یہ اس کے لئے آپ نے سب مال دیدیا اور فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے اللہ اور رسول

کافی ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ کثیرہ میں آپ کے فضائل موجود ہیں۔ مرضِ وفات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی جگہ امامِ نماز بنایا۔ دو برس تین مہینے نو دن کی خلافت کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو وصال ہوا۔ آپ گنبدِ نضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | کنیت ابو عبد اللہ، وطن فارس، پہلے آتش پرست تھے پھر عیسائی ہوئے اور

اس مذہب کے عالم ہوئے، یکے بعد دیگرے کئی عیسائی عالموں کی خدمت میں رہے، آخر ایک عالم نے ان کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ بعثت اور مقامِ ہجرت کی خبر دی۔ چنانچہ یہ عرب کے ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے تو اس قافلے نے انھیں غلام بنا کر مدینہ کے ایک یہودی کو بیچ دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہاں موجود تھے اور وہیں مسلمان ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلمان منّا اهل البیت (یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے) آپ اصحابِ سقہ میں سے ہیں، ۱۰ رجب ۳۳ھ کو شہر مدائن میں وفات پائی وہیں مزارِ مبارک ہے۔ عمر ڈھائی سو سال سے کم نہیں تھی۔

(۴) حضرت قائم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت امام

زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے، زہد و تقویٰ میں سربِ المثل اور مدینہ طیبہ کے سات مشہور فقہائے تابعین میں سے تھے، ابن سعد نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ”معتبر شخص ہیں عالی مرتبہ ہیں، عالم ہیں، متقی ہیں“۔ بڑے بڑے فقہاء اور سلیما مثلاً امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (جو آپ کے نواسے بھی تھے) آپ سے مستفیض ہوئے۔ شش سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۶ھ کو وفات پائی۔

(۵) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ | حضرت امام محمد باقر بن زین العابدین رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے

تابع تابعین میں سے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ جیسے اکابر نے آپ سے حدیثِ روایت

کی ہے۔ آپ کی والدہ اُمّ فروہ حسرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی بھی تھیں اور
نواسی بھی، اسی لئے آپ فرماتے تھے کہ ”مجھے حسرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دوسری اولاد
ہونے کا شرف حاصل ہے“ ولادت مدینہ طیبہ میں ۸ رمضان المبارک ۱۰ھ کو اور
وفات میں ۱۱ رجب (یا ثوال) ۱۲ھ کو ہوئی۔

۱۱۔ حضرت سلیمان العارفين بايزيد بسطامي رحمه الله عليه | کنیت ابو زيد نامی
الجفور ابن یحییٰ ابن آدم

اور لقب سلطان العارفين تھا۔ آپ کے دادا آتش پرست تھے پھر سمان ہوئے۔ حسرت
امام بقرہ صادق رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے فیض پایا۔ حسرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے کہ ”راہ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزید کی اتنا ہے“ حسرت ابو سعید
ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”اٹھارہ ہزار عالم بایزید کے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اگر
بایزید ہم میں نہیں ہیں (یعنی وہ حق میں محو ہیں) بعمر ۳۷ سال بسطام میں ۱۵ شعبان ۱۲۰ھ
کو وفات پائی۔ حضرت بایزید بسطامی کی اقاہ سورق بعض کتب میں اس طرح ہے کہ عن
الکامام علی الرضا عن الامام موسیٰ اے الحد عن الامام جعفر الصادق۔ اس طرح وہ حسرت
معروف کرخی علیہ الرحمہ کے پیر بنی ہیں۔

۱۲۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمه الله عليه | آپ کا اسمی نام علی بن جعفر ہے
آپ کو بطریق اوسیت حسرت

بايزيد بسطامي رحمه الله عليه سے فیض ہوا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اس طرح واسطہ تھا کہ آپ نے
ابو ظفر مولیٰ ترک طوسی سے، انھوں نے خواجہ اعرابی زید عشقی سے، انھوں نے خواجہ
محمد غزنی سے اور انھوں نے حسرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ منقول ہے
کہ حسرت بایزید خرقان کی طرہ رخ کرتے تو فرماتے کہ یہاں سے دوست کی خوشبو آتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک فعل میں سنو اور
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے نہ کہ کاغذ یا ہاتھ کے جائیں۔ سلطان محمد غزنوی کو آپ نے
کمال عقیدت تھی۔ ابو علی ابن سینا باوجود الحاد کے اپنی کتاب شفا میں آپ کی کرامت اور

زرگی کا قائل ہے۔ خرقان میں ۱۵ رمضان ۱۲۵۵ھ کو رحلت فرمائی۔ (آپ کے بعد حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے اور بعض شجروں میں آپ کا نام مبارک نہیں بھی ہے کیونکہ حضرت شیخ ابوعلی فارسی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بیعت نہ ورہیں لیکن بطور اویسیت ان کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل ہوا ہے۔ حضرت ابوالقاسم علیہ الرحمہ کی وفات ۲۳ صفر ۱۲۵۵ھ کو ہوئی اور طوس میں دفن ہوئے۔)

(۸) حضرت شیخ ابوعلی فارسی رحمۃ اللہ علیہ | ولادت ۲۳۴ھ میں اور وفات ۴۱۱ھ کو طوس میں ۲ ربیع الاول ۴۱۱ھ

ہوئی وہیں مدفون ہیں۔ آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے لیکن بطور اویسیت کے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض تھے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی سے بیعت اور تربیت یافتہ تھے۔

(۹) حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ | کنیت ابو یعقوب، نام مبارک یوسف۔ علوم شرعیہ میں

خصوصاً علم حدیث میں کامل دستگاہ تھی، واعظ اور مفتی تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ شب القادر جیلانی قدس سرہ اکثر آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت نوابہ معین الدین چشتی قدس سرہ بھی آپ کے یہاں چھ ماہ رہے۔ آپ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ بغداد، اسفہان، سمرقند، بخارا وغیرہ کے لوگ بہت مستفید ہوئے۔ ولادت ۲۲۰ھ میں اور وفات رجب ۵۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مرو میں ہے۔

(۱۰) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ | لقب خواجہ بہ جان ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کی اولاد میں ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیر تعلیم ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پیر صحبت و خرقہ ہیں۔ کمال درجہ تتبع سنت تھے اور بدعت سے سخت متنفر، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے وصیت فرمائی ہے۔ وہ آٹھ کلمات جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں یعنی ہوش دردم۔ نظر بدم۔ سفر در وطن

ضوت درانجن۔ یاد کرد۔ بازگشت۔ نگاہ داشت اور یادداشت۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ
کو نجدوان (بکسر غین) میں وفات ہوئی، جو بخارا کے قریب

(۱۱) حضرت خواجہ محمد عارف یوگری رحمۃ اللہ علیہ | مولداور دفن قصبہ یوگر ہے
جو بخارا سے اٹھارہ میل ہے۔

متابعت سنت، علم و حلم اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تصوف میں عارف نامہ آپ کا ایک
رسالہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) میں موجود ہے۔ یکم شوال ۱۱۶۶ھ کو وفات ہوئی۔

(۱۲) حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ | انجیر فغنہ (جو شہر بخارا سے نو میل پر ہے)
وطن ہے، پیشہ گلکاری تھا، آپ کا

فیض عام تھا۔ کسی وقتی مصلحت سے آپ نے ذکر جہر کی تعلیم دی تھی چنانچہ اس سلسلہ میں ذکر
جہر کا رواج ہو گیا لیکن جب حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت
سید امیر کللال رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کللال
علیہ الرحمہ سے رجوع کرایا اور جب علمائے ذکر جہر کو بدعت قرار دیا تو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ
علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کللال قدس سرہ کی خدمت میں لائے تاکہ وہ ان کو ذکر جہر سے
منع کر دیں چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ سے عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے آپ ایسا
نہ کیا کریں، انھوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد سے بدستور قدیم
ذکر خفی کی تعلیم ہوتے لگی۔ ۷ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو وفات ہوئی۔ ایک روایت کے
مطابق سال وفات ۵۷۵ھ ہے۔

(۱۳) حضرت خواجہ عزیزان علی رامینی رحمۃ اللہ علیہ | بخارا سے دو میل پر قصبہ
رامین میں پیدا ہوئے لیکن

آخر عمر میں بخارا آگئے تھے۔ آپ اپنے نفس مبارک کو عزیزان کہا کرتے تھے اس لئے آپ کا

۱۷ حضرت امیر کللال قدس سرہ سے بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کللال
علیہ الرحمہ سے رجوع کرایا اور جب علمائے ذکر جہر کو بدعت قرار دیا تو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ
علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کللال قدس سرہ کی خدمت میں لائے تاکہ وہ ان کو ذکر جہر سے
منع کر دیں چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ سے عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے آپ ایسا
نہ کیا کریں، انھوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد سے بدستور قدیم
ذکر خفی کی تعلیم ہوتے لگی۔ ۷ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو وفات ہوئی۔ ایک روایت کے
مطابق سال وفات ۵۷۵ھ ہے۔

یہی لقب مشہور ہوا۔ آپ کی یہ ربانی مشہور ہے:

باہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت در تونہ رمید ز حمت آتے گالت
زہار ز صحبتش گریزاں می باش در نہ نکند روح عزیزاں بجلت

تو نہ پر آپ کا ایک رسالہ بھی ملتا ہے۔ سالک آپ کی صحبت سے ایک روز میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور سنو قلب لے کر واپس جاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کر کے آں کو نہ کیا ہوا خیال آنا چاہئے، اور خود کو سو روایا خیال کر کے از سر نو اپنا عمل شروع کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت خدائے تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے، ادھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکرِ قباہی کی بھی لذت آتی ہو مگر وہ سرف اسی پر قناعت کرے یعنی جب تک ذکر کرے لذت حاصل ہو اور جب چھوڑے تو دل بھری ذکر سے باز رہ جائے اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو یعنی ذکر کرے مگر خدا کے لئے نہ کرے۔ ایک سو تیس سال کی عمر میں ۲۱ ذیقعد ۱۰۵۱ھ کو وفات پائی۔ مرقہ خوارزم میں ہے۔

(۱۴) حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الماقہ رامین میں قریہ سماس

آپ کا مولد و مدفن ہے جو بخارے نویں پر ہے۔ جنرات اور واردات الہی کے غلبے سے اکثر اور فتگی طاری ہو جاتی تھی جب آپ کا گذر قصر بندواں پر ہوتا جو حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کا مولد تھا تو فرماتے کہ ”زود باشد کہ اس قصر بندواں قصر عارواں گردد“ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کو آپ نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا تھا اور ان کے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ ۱۰ جمادی الاخری ۱۰۵۵ھ کو وصال ہوا۔

(۱۵) حضرت سید شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

عالی نسب سید تھے، آپ کا

پیشہ زراعت تھا۔ مولد و مدفن آپ کا قریہ سوخارے جو بخارے سے چھ میل کے قریب ہے جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے اگر اتفاقاً کوئی مشتبہ لقمہ ان کے حلق سے اتر جاتا تو ان کو درد شکم ہو جاتا تھا۔ نوجوانی میں کشتی کا شوق تھا، ایک مرتبہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا گذران کے

اٹھارے سے ہوا آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس معرکہ میں یہ ایک مرد ہے جس سے
بنیگان خدا کو فیض پہنچے گا۔ میں اسی کے شکار کیلئے کھڑا ہوں۔ حضرت سید صاحب بہت متاثر ہوئے
اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں تیس سال رہے پختنبہ اجمادی الاخریٰ ۷۴۲ھ کو انتقال فرمایا۔

(۱۶) حضرت امام الشریعہ الطریقہ خواجہ خواجگان
سید بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ
آپ اس طریقے کے امام ہیں، آپ
ہی کی وجہ سے اس طریقے کو نقشبندیہ
کہتے ہیں۔ بخواب بانی کے پیشے کی

وجہ سے، یا اللہ کا نقش دلوں پر بٹھانے کی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہوئے۔ بظاہر حضرت
امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا لیکن بطریق اوسیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی
رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے کے مطابق نقشبندیہ طریقہ
جو سہل بھی ہے آپ پر فائز ہوا۔ مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے :-

سکہ کہ در شرب و بطحا ز رند نوبتِ آخر بہ بخارا ز رند
از خطِ آں سکہ نہ شد بہرہ مند جزدل بے نقش شہ نقشبند

آپ کے کلمات میں سے ہے کہ "ما مراد انیم، ما فضلیا نیم، ما نہایت را در بدایت مندرج سا ختم
در طریق ما محرومی نیست" تصوف کے مقصود اصلی کے متعلق فرمایا کہ "اجمالی تفصیلی گرد و استدلی
کشفی شود" بخارا سے تین میل کے قریب قصبہ قصر ہندوان میں آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ھ
میں ہوئی اور وہیں شبِ دو شنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت بابا ساسی علیہ الرحمہ
نے آپ کی ولادت کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ "یہ قصبہ قصر ہندوان عنقریب قصر عارفان
بن جائے گا" قصر عارفان کے اعداد سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔

(۱۷) حضرت خواجہ عطار الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ نقشبند کے اجل
خلفا میں سے ہیں اور آپ کے

خليفة اول اور داماد ہیں۔ لڑکپن سے حضرت خواجہ کی نظر عنایت اُن پر تھی اپنے سامنے ہی
طالبانِ حق کی تعلیم آپ کے متعلق کر دی تھی۔ علمِ شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباعِ سنت اور
عمل پر غزمت میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔ علامہ سید شریف جرجانی جو جامع علومِ عقلیہ

نقلیہ کے تھے جن کی تصانیف ہر علم و فن میں موجود ہیں اور لوگ ان سے مستفیض ہو رہے ہیں وہ فرماتے ہیں: وَاللّٰهِ مَا عَرَفْتُ أَحَقَّ بِمُحَمَّدٍ وَتَعَالَى كَمَا مَبْتَغَى قَالَ كَمَا أَصِلُ إِلَى خِدْمَةِ الْعَطَّارِ

البُخَارِيِّ (یعنی: اللہ کی قسم میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو جیسا چاہئے نہیں پہچانا تھا جب تک کہ میں حضرت علامہ الدین عطار بخاریؒ کی خدمت میں نہیں پہنچا) ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو یوم چہار شنبہ بوقت شب وفات ہوئی۔ مزار مبارک موضع جفائیاں از ماوراء النہر میں ہے ۵

جدا قوے کہ دید حق بود دیدارِ شان محو باشد در شہودِ ستر حق اسرارِ شان

(۱۸) حضرت خواجہ یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ | طریقہ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے

طریقے کی اشاعت بہت ہوئی۔ آپ کو بیعت و اجازت حضرت شاہ نقشبندؒ سے ہے مگر تکمیل آپ کی حضرت عطارؒ سے ہوئی۔ آپ سے فیوضِ باطنی کے علاوہ فیوضِ علمی بھی لوگوں کو حاصل ہوئے۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف ہیں ۵ صفر ۸۵۱ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ چرخ کے رہنے والے ہیں جو ولایتِ غزنی میں ایک گاؤں ہے۔ مزار مبارک ہانغون مضاف حصار از ماوراء النہر میں ہے۔

(۱۹) حضرت مولانا عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ | حضرت مولانا یعقوب چرخنیؒ کے اجل خلفا میں ہیں، دوسرے

مشائخ سے بھی فیضِ صحبت حاصل کیا۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہِ وقت آپ کا مرید تھا حضرت مولانا جامی جو آپ کے خلفا میں ہیں اسی مضمون کی طرف اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللہی آمد

مگر باوجود اس کے آپ نے ہمیشہ کاشتکاری کے پیشہ پر اپنی گذر بسر رکھی۔ آپ کے حالاتِ اوصاف حد سے زیادہ اور کرامات و خرقِ عاداتِ بی شمار ہیں۔ آپ طریقہ نقشبندیہ کے اماموں

میں سے ہیں، آپ کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے منتسبین اپنے کو احرار ہی کہتے تھے، فرمایا کرتے

تھے ”مرا برائے ترویجِ شریعت و توہینِ بدعتِ مامور ساختہ اند“ واقعی شریعت اور

طریقت کو آپ کے زمانے میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اکابر کی

صحت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ جدید ہوگا قدیم نہ ہوگا اور جو کچھ کہوں گا قبول ہوگا مردود نہ ہوگا۔ آپ کے پاس دنیاوی مال و اسباب بہت تھا چنانچہ گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے یا چاندی کی تھیں لیکن ان سے تعلق بال برابر بھی نہ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شبِ شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۰۹۵ھ کو ہوئی مزار مبارک سمرقند میں ہے آپ کے کئی فارسی رسالے مشہور ہیں۔

(۲۰) حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ | حضرت خواجہ احرارؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا سلوک دفعۃً ایک

ہی مجلس میں تمام ہو گیا۔ بہت بندگانِ خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔ آپ کی وفات غرہ ربیع الاول ۱۰۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع دُخس از بلک حصار میں ہے۔

(۲۱) حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ | حضرت مولانا محمد زاہد کے بھانجے یعنی ہمیشہ زادے ہیں اور ان کے

اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے زمانے میں ایک بزرگ حضرت خوارزمی تھے جو اس زمانے کے مشائخ میں تھے ان کی عادت تھی کہ جب کوئی درویش ان کے شہر میں آتا اس کی نسبت سلب کر لیتے۔ ایک مرتبہ وہ (حضرت خوارزمی) آپ کے شہر میں آئے آپ نے ان کی نسبت سلب فرمائی وہ نہایت عاجزی کرنے لگے تو آپ نے واپس آردی۔ آپ کی وفات ۱۹ محرم ۱۰۹۵ھ میں ہوئی مزار مبارک موضع اسفرہ متصل شہر سبز عیادہ ماوراء النہر میں ہے۔

(۲۲) حضرت خواجہ محمد الکنگ رحمۃ اللہ علیہ | حضرت مولانا درویش محمد کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ ہیں اصل طریقہ نقشبندیہ

کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور کچھ نئی باتیں جو اس وقت بعض نقشبندیوں میں پیدا ہو گئی تھیں مثل ذکر یا بچہ اور جماعت نماز تہجد، ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے حضرت شاہ نقشبندؒ کے بالکل قدم بقدم تھے۔ ولادت ۱۰۹۱ھ اور وفات ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک بموضع املکتہ بخارا سے تین میل پر واقع ہے۔

(۲۲) ہندوستان کی سرزمین کو سب سے زیادہ آپ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ باقی باللہ کو ہندوستان بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ان کو سرزمین ہند اور یہاں کے مسلمانوں کی طرف سے جزائے نیک عطا فرمائے۔ واللہ اعلم

(۲۳) حضرت خواجہ سیرنگ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کا اصل وطن سمرقند تھا اور ولادت آپ کی

کابل میں ہوئی۔ ہندوستان کی سرزمین طریقہ نقشبندیہ سے نا آشنا اور اس طریقہ مبارکہ کی برکات سے محروم تھی۔ آپ اس طریقہ کے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان تشریف لائے کچھ دنوں لاہور میں رہے اس کے بعد دہلی تشریف لے آئے اور وہیں قیام کیا، چالیس سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔ مزار مبارک دہلی میں زیارت گاہ عالم ہے۔ دو تین سال کے عرصہ ہی میں آپ کا طریقہ بلا واسطہ یا بالواسطہ سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ صاحب تصانیف ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو سلسلہ قادریہ میں ہیں اور علم شریعت و طریقت دونوں میں بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں، آپ سے مستفید ہوئے اور بالآخر انھوں نے اپنے رسالہ موصل المریدی المراد میں تصریح فرمائی کہ نسبت فتاویٰ حاصل کرنے کیلئے طریقہ نقشبندیہ سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور یہ کہ طریقہ نقشبندیہ اوفق بالسنۃ ہے۔ آپ کے کمالات کی زبردست شہادت اور آپ کی عظیم الشان منقبت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی آپ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ اخیر عمر میں جب کسی کے مرنے کی خبر سنئے تو فرماتے کہ قید خانے سے خوب رہائی پائی۔ اس جملہ سے موت کا اشتیاق کما حقہ ظاہر ہوتا ہے ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ کو وفات پائی۔

(۲۴) امام ربانی محرم اسرار سبع المثانی محبوب صمدانی آپ کا نسب شریف اٹھائیسویں اور بعض کے نزدیک تیسویں پشت میں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ولادت تشریف ۱۰۹۱ھ میں ہوئی اور ۲۸ صفر ۱۱۳۲ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں موافق عمر شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم دار البقا کا سفر اختیار کیا۔ مزار مبارک سمرند شریف میں زیارت گاہ عالم ہے۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں

قرآن شریف حفظ کر لیا اور علوم ظاہری کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دیگر علمائے سرمد شریف سے کی، پھر سیالکوٹ جا کر علم معقول کی چند کتابیں مولانا کمال کشمیری سے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ سلسلہ کبرویہ کی اجازت بھی آپ سے حاصل کی۔ کتب تصوف مثلاً عوارف و فصوص الحکم وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں اور اکثر سلاسل صوفیہ مثلاً چشتیہ قادریہ سہروردیہ و کبرویہ وغیرہ کی اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ نیز قاریہ سلسلہ کی نسبت اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر قدس سرہ کا خرقہ بواسطہ شاہ کمال کینٹھلی حضرت شاہ سکندر کینٹھلی سے حاصل کیا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے اور نقشبندیہ نسبت جس سے مراد دوام آگاہی و حضور و توجہ ہے بطریقِ اکمل حاصل کی اور اس درجہ پر فائز ہوئے کہ حضرت خواجہ موصوف قدس سرہ آپ کے متعلق فرماتے تھے ”شیخ احمد آفتابے است کہ مثل ماہزاراں ستارہ ہا در سایہ او گم اند“ (یعنی: گو یا شیخ احمد ایک آفتاب ہے کہ جس کے سایے میں ہمارے جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں) اور فرمایا ”مثل این دریں وقت زیر فلک نیست“ (یعنی: اس زمانے میں ان کی مانند آسمان کے نیچے کوئی دوسرا شخص نہیں ہے)۔

آپ کے خوارق و کرامات پیشمار ہیں۔ اتباع سنت اور بدعت سے پرہیز اور عزیمت پر عمل آپ کے طریقے کی بنیاد ہے، آپ کی ذات گرامی علم شریعت اور علم احسان دونوں کی جامع تھی اور آپ کی مجددیت بھی دونوں شعبوں پر حاوی ہے۔ احادیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر صدی کے آغاز میں میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی تجدید کریں گے“ یعنی جو بدعتیں رائج ہوں گی ان کو مٹائیں گے اور جو سنتیں متروک ہو جائیں گی ان کو پھر رائج کریں گے چنانچہ اس ارشاد کے مطابق ہر صدی میں مجدد ہوتے رہے۔ اسی سلسلے میں گیارہویں صدی کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ظاہر ہوئے علمائے وقت مثلاً مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ نے تسلیم کیا اور ہر زمانے کے علماء مثلاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر آج تک سب ہی آپ کو مجدد الف ثانی مانتے رہے ہیں۔

خود آپ کے بار نامے اس کی بہترین شہادت ہیں۔ ابتدائی سے آپ کا غیر معمولی دینی شغف اور فراست مشہور تھی۔ فیضی نے اپنی بے لفظ تفسیر سواطع الالہام میں آپ سے مدد لی تھی، ابو الفضل بھی آپ کا قائل تھا لیکن اکبری عہد میں کفر و کجاد اور رخص و غیرہ کا زور ہوا تو آپ نے اس کا مقابلہ کیا۔ جہانگیر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہا تھا وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سجدہ تعظیمی کرانا چاہتا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ اگرچہ اس وقت تک اکثر امرا مثلاً خان خاناں، سید صدر جہاں، خان اعظم، خان جہاں، ہبابت خاں، تربیت خاں، اسلام خاں، سکندر خاں، دریا خاں، مرثی خاں، وغیرہ آپ سے بیعت ہو چکے تھے وہ لوگ آپ کے قید ہونے پر جہانگیر سے بغاوت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے روک دیا۔ پھر جہانگیر کو خواب میں تنبیہ ہوئی تو اس نے آپ کو قید سے رہا کیا اور مرید بھی ہو گیا، اس کے بعد سجدہ تعظیمی موقوف ہوا، گاؤ کشی میں آزادی دی گئی، جو مسجدیں تباہ کر دی گئی تھیں دوبارہ بنوائی گئیں اور حسب قدر خلاف شرع قانون تھے وہ سب منسوخ کئے گئے۔ جہانگیر نے قریب تین سال تک سفر اور حضر میں آپ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔

آپ کے خلفاء بکثرت ہوئے ہیں جو آپ کی حیات ہی میں مختلف بلاد اسلامیہ میں پہنچ گئے تھے۔ آپ کے سب صاحبزادے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے ہیں۔

(۲۵) حضرت مجدد الدین ابوالکلام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ثالث ہیں،

آپ کے حالات عجیب و غریب ہیں، ایک ماہ میں حفظ قرآن مجید فرمایا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔ گیارہ سال کی عمر میں ذکر و مراقبہ کا طریقہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھ کر اس پر مواظبت شروع کی۔ اور طریقت میں وہ کمال حاصل کیا جو کم کسی کو ہوا ہوگا۔ حضرت امام ربانی فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کا حال تحصیل طریقت میں صاحب شرح وقایہ کے مثل ہے کہ جو کچھ ان کے دادا روزانہ تصنیف کرتے وہ ہر روز اس کو حفظ کر لیتے تھے۔ حضرت مجدد الدین ثانی ان سے فرماتے تھے

تو یک نقطہ زین لوح نڈاشتی ہر آنچہ نہادم تو برداشتی

اتباء سنت، عمل بعزیمت، تقویٰ وغیرہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے قدم بقدم تھے،

ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے حامل تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے اور دہلی کی سلطنت آپ ہی کے تصرف سے انھیں حاصل ہوئی طریقہ

کے ترویج آپ سے جس قدر ہوئی کسی سے نہیں ہوئی۔ نولاکھ کی تعداد آپ کے مریدوں کی بتائی جاتی ہے

جن میں سے تقریباً سات ہزار مرتبہ خلافت پر پہنچے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۱۹ھ میں اور وفات ۱۰۹۶ھ

ربیع الاول سنہ ۱۰۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک سرہند میں زیارت گاہ عالم ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶) حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور ان کے خلیفہ میں

تخصیص طریقہ اپنے والد ماجد سے کیا۔ نہایت قوی التوجہ اور صاحب تصرف تھے۔ اورنگ زیب

بادشاہ دہلی کے شاہزادے آپ کے مرید تھے آپ کا قیام دہلی میں رہتا تھا، امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر میں آپ کی خاص شان تھی۔ کوئی امر خلاف شریعت بادشاہ کے یہاں دیکھتے تو

ذرا رعایت نہ کرتے اور بہت سختی سے اُسے روکتے، اس بات سے حضرت خواجہ محمد معصوم

رحمۃ اللہ علیہ بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ سے دونوں وقت ہزار ڈیڑھ ہزار

آدمیوں کو کھانا ملتا تھا۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۲۹ھ میں اور وفات ۱۰۹۶ھ

میں ہوئی۔ مزار مبارک سرہند شریف میں ہے۔

حضرت خواجہ سیف الدین

(۲۷) حضرت مولانا سید نور محمد ریونی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفا میں سے ہیں۔

کچھ دنوں حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں بھی رہے تھے۔ آپ کا استغراق بہت بڑا ہوا تھا۔ پندرہ برس تک

یہ حال رہا کہ سوائے نماز کے اوقات کے آپ کو ہوش نہیں آتا تھا۔ اکل حلال میں بڑا

اہتمام فرماتے تھے اور دنیا داروں سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ آپ کی وفات

۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ

سے کچھ فاصلے پر ہے۔

(۲۸) حضرت فیروز زبانی قطبِ جہانی شمس الدین
حبیب اللہ مرزا منظر جانجاں شہیدِ رحمتہ اللہ علیہ
اور حضرت سید نور محمد بدایونی
ساداتِ علوی سے ہیں۔
کے اہلِ خلفا میں سے ہیں۔

ان کے بعد حضرت شیخ محمد عبد اور دوسرے مشائخ سے بھی کسبِ فیض کیا۔ اپنے زمانے میں
یتائے روزگار تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہاویؒ آپ کے بے نظیر کمالات کے معترف
تھے اور آپ کو نفسِ زکیہ، قیمِ طریقہ احمدیہ لکھا کرتے تھے بیہقی وقت حضرت قاسمی ثناء اللہ
پانی پتی کو انہی نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بڑے صاحبِ فیض و صاحبِ تصرف تھے۔
آپ کے حالات میں آپ کے خلفا کی لکھی ہوئی مستقل تصانیف ہیں۔ آپ کی ولادت بعد اورنگزیہ
۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور شبِ ناشورہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ایک رافضی نے آپ کو
شہید کیا "عاشِ حمیداً و ذاتِ شہیداً" مادۃ تاریخ ہے۔ یعنی ۱۱۹۵ھ

(۲۹) مجد زمانہ ثالث عشر حضرت مولانا عبد اللہ
المعروف بشاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ
آپ کی جائے ولادت بٹالہ ضلع
گورداسپور پنجاب ہے۔ اٹھارہ
رس کی عمر میں دہلی آئے اور حضرت

مرزا صاحب شہید کی خدمت میں پندرہ سال رہ کر کمالاتِ نادرہ حاصل کئے۔ آپ سے اس قدر
فیض ہوا کہ اس کی مثال متقدمین میں بھی کم ملتی ہے۔ مولانا خالد رومی جو اس وقت کے اعظم العلماء
تھے کردستان سے آپ کے پاس آئے اور نو مہینے آپ کی خدمت میں رہ کر امامِ طریقت بن کر
واپس گئے اور بلادِ اسلامیہ میں علماء و فضلاء کا آپ کی طرف اس قدر رجوع ہوا کہ آپ کے
نام سے طریقہِ خالدیہ مشہور ہو گیا۔ مولانا خالد نے عربی و فارسی میں متعدد تصانیف آپ کی
شان میں لکھے۔ ایک مدحیہ قصیدہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں ساری دنیا چھان
ڈالی مگر آپ کا مثل نہ پایا فرماتے ہیں:-

زاقصائے خطانا غایتِ مغرب زیں امروز
نہ شربا طولِ حجت زا ولیاے شرب و بطحا
نباشد هیچ کس مانند او از نوعِ انسانی
یسترا نچہ ازوے شدمرانا دیدہ ارزانی
مولانا خالد کے حالات میں علامہ شامی شارح در مختار نے ایک مستقل رسالہ

تالیف کیا جس کا نام سل الحام الہندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی ہے۔ سرسید نے بھی آپ کی بے حد تعریف لکھی ہے۔ ولادت شریف ۱۱۵۸ھ میں اور وفات ۲۲ صفر ۱۲۲۴ھ کو ہوئی اور خانقاہ مظہریہ میں اپنے مرشد حضرت شہید کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

۳۰) شیخ الطریقت والحقیقت مولانا
الشیخ ابو سعید زکی القدر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں اور حضرت خواجہ محمد معصوم رح کی نسل سے ہیں۔ آپ کی ولادت شہر رامپور

میں یکم ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو ہوئی جہذا قرآن مجید و مشق تجوید و تحصیل علوم سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی جو مشائخ مجددیہ زیر یہ میں سے تھے تکمیل نسبت کے بعد اجازت و خلافت سے ممتاز ہوئے اور مرجع خلائق بنے۔ اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف رجوع کیا اور حضرت ممدوح نے باصرار تمام آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ آپ نے سلوک پر ایک نفیس رسالہ "ہدایت الطالبین" نامی لکھا ہے جس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اپنے مرشد کی وفات کے دس سال بعد سفر حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ۱۲۵۸ھ ٹونک میں رحلت فرمائی۔ نعش مبارک دہلی لائی گئی اور اپنے پیرو مرشد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ مادہ تاریخ: ستون محکم دین نبی فتادہ زیا

۳۱) حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں، غدر کے وقت آپ کی

مقبولیت کی وجہ سے حکومت کو شبہات پیدا ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ و تسبیح خانہ وغیرہ کو حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر کے عازم حرمین شریفین ہو گئے۔ ماہ صفر ۱۲۴۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ وہاں قیام کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہاں سے تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے میں نے مدینہ منورہ کی اقامت اختیار کر لی ہے۔ آپ کے فیض سے حرمین شریفین کے لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور روزانہ تین مرتبہ حلقہ، مراقبہ، اور ختم شریف کا سلسلہ جاری کیا۔ ۲ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کو مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۳۲) حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ولادت ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے

آپ پر فقر کی محبت غالب تھی۔ ویسے تحصیل علوم ظاہری میں مشغول تھے۔ ایک بار شہر کابل میں آپ اچانک بیہوش ہو گئے اور تیرہ دن تک بیہوش رہے۔ پھر تیار اور روانہ ہوئے اور وہاں سے بغداد، کردستان، بصرہ وغیرہ شہر بہ شہر تلاشِ مرشد میں روانہ ہوئے اور قلات (بلوچستان) ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے اور وہاں شیخ الشیوخ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں، آپ یا تو یہیں ٹھہریں یا دہلی جا کر میرے فرزند احمد سعید سے توجہات حاصل کریں چنانچہ آپ دہلی روانہ ہو گئے اور حضرت شاہ احمد سعید کی خدمتِ اقدس میں تقریباً سو سال رہے اور اجازتِ طریقہ نقشبندیہ قادریہ و چشتیہ حاصل کی، اس کے بعد اپنے شیخ کے ایما سے خراسان روانہ ہو گئے حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر خاص عنایت فرمایا کرتے تھے چنانچہ متعدد خطوط انھوں نے آپ کی طرف ارسال کئے جو تحفہ زواریہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات شبِ شنبہ ۲۲ شوال ۱۲۸۳ھ کو ہوئی۔ مزار پر انوار موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) میں ہے۔

(۳۳) حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد عثمان ابانی رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۲۲۷ھ بمقام لوئی تحصیل

کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں) ہوئی۔ قبیلہ اچکزئی کے ابراہیم خیل سے تعلق ہے۔ صرف و نحو، فقہ اور اصول تفسیر وغیرہ سے فارغ ہوئے تو ایک دن اپنے ماموں مولانا نظام الدین کا سلام و پیام پہنچانے کے لئے حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے، وہاں پہنچتے ہی عجب کیفیت طاری ہو گئی آخر جمعہ ۸ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ کو بیعت ہوئے اور اپنے شیخ ہی سے صحیح ستہ اور علوم سیر و تصوف وغیرہ کی تحصیل کی، ان کی خدمت میں ہر وقت ساتھ رہتے اور رشد و ہدایت کے لئے ان کے حکم کے بموجب موسیٰ زئی سے ڈیرہ اسماعیل خاں (قریب چالیس میل) ہر روز کئی ماہ تک آتے جاتے رہے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ کو خلافت اور جانشینی حاصل ہوئی۔ ۱۲۸۴ھ میں حج کیا اور مدینہ منورہ میں معرہ کو خالی

رکھنے کے لئے خورد و نوش ترک کیا۔ مترشدین کی تربیت بنفس نفیس فرماتے اور تہجد کے لئے بیدار فرمادیتے۔ آخر عمر میں ضیق النفس، فالج، رعشہ وغیرہ امراض میں مبتلا رہے۔ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۲ھ کو وصال ہوا۔ مولانا محمود شیرازی نے تاریخ وصال کہی: ع
 ”مہر سپہر عالم دیں در محاق شد“ (۱۳۱۲ھ)

۱۲۹۷ھ

(۳۴) حضرت سراج الاولیاء زبیرہ الاصفیاء خواجہ سراج الدین ^{رحمۃ اللہ علیہ} دوشنبہ ۱۵ محرم ۱۲۹۷ھ کو موسیٰ زئی شریف

میں پیدا ہوئے۔ نثر و نظم، صرف و نحو، عقائد، علم تجوید و قرأت، مطول، شرح و قایہ، جلالین، مشکوٰۃ داہن ماجہ وغیرہ مولوی محمود شیرازی سے پڑھیں اور بقیہ کتابیں حاسمی سے آخر تک مولوی حسین علی سے پڑھیں۔ پھر کتب تصوف اپنے والد ماجد حضرت عثمان دامانی سے پڑھیں۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ کو حلقہ شریف کے لئے مامور ہوئے اور نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، قلندریہ، شطاریہ، ہداریہ اور کبریہ سلاسل میں مجاز ہوئے۔ والد ماجد کی ضعیفی کی وجہ سے خود ان کی حیات میں حلقہ کراتے تھے۔ خراسان، ہرات، بخارا، عرب و ہند کے بکثرت لوگ مستفیض ہوئے جمعہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو وصال ہوا۔

(۳۵) حضرت تاج الاولیاء غریب نواز اصلی وطن ضلع میانوالی ہے آبا و اجداد

خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ عباسی یلغار کے ساتھ عرب سے سندھ میں آئے اور وہاں سے ضلع میانوالی میں

آکر آباد ہو گئے اور داؤد پورے ہونے کی وجہ سے ان کی بستی کا نام داؤد خیل پڑ گیا۔ وہیں ۱۲۷۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۸۹۶ء کے قریب حضرت نے مع اہل و عیال حجاز مقدس کا ارادہ کیا چونکہ اس وقت ریل گاڑی نہ تھی اس لئے کشتی تیار کی اور دریائے سندھ کے راستے روانہ ہوئے جب موضع جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) پہنچے تو حسب معمول رات گزارنے کیلئے دریا کے کنارے قیام کیا اسی شب کو وہ کشتی چوری ہو گئی چنانچہ دریا کے قریب جھلاڑ مولوی غوث بخش میں قیام فرمایا جس نے بچوں کو پڑھانے اور کاشتکاری کرنے لگے۔ پھر جتوئی کے قریب ایک جگہ فقیر پور کے نام سے آباد کی لیکن وہاں تک پہنچنے میں لوگوں کو سخت دشواری ہوتی تھی اس لئے شہر سلطان سے

تقریباً چار میل کے فاصلے پر زمین خرید کر مسکین پورا آباد کیا اور وہیں کاشتکاری بھی فرمانے لگے
 داؤد خیل کے قیام کے زمانے میں حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت
 کے لئے حاضر ہوئے لیکن اس وقت حضرت بہت ضعیف تھے اسلئے آپ کے خلیفہ حضرت لعل شاہ
 دندوی علیہ الرحمہ سے بیعت کی اور بہت سے مدارج سلوک طے کئے اور جب حضرت شاہ صاحب کا
 وصال ہو گیا تو حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل سلوک کی۔

عربی و فارسی اور دینیات کی تعلیم کی تکمیل حاصل تھی دورہ حدیث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری
 سے پڑھا تھا، آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا کھیت میں مل چلاتے ہوئے اسم ذات کا ذکر بھی فرماتے جاتے تھے
 زہد و تقویٰ میں کمال حاصل تھا اور مشکوک غذا سے سخت پرہیز تھا، مروجہ نذرانے سے سخت نفرت تھی،
 آپ کے حرم اول زمین لڑکے اٹھ لڑکیاں اور حرم دوم سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

دہلی کے تبلیغی سفر میں آپ کو فاجح ہو گیا، اسی حالت میں مسکین پور واپس ہوئے اور
 بروز پنجشنبہ رمضان المبارک کی چاند رات کو ۸۴ سال کی عمر میں ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء
 کو وصال ہوا۔

آپ کے تفصیلی حالات مقامات فضلیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۶ حضرت قطب زیاں خواجہ خواجگاں
 ۱۳۱۶ھ میں بمقام احمد پور شرقیہ
 (ریاست بھادولپور) پیدا ہوئے سلسلہ
 نسب حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا
 الحاح خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ

ملتان قدس سرہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اور فارسی کی متداول کتابیں وطن میں پڑھیں والدین
 ماجدین کا سایہ نو عمری میں اٹھ جانے کی وجہ سے سلسلہ تعلیم ختم کرنا پڑا اور گھر کے کاروبار اور
 بھائی بہنوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ ہزار عین کی طرح سخت جفاکشی سے زراعت کرتے تھے۔
 شروع ہی سے اتباع سنت کا شغف تھا اور عجیب و غریب کیفیات طاری رہتی تھیں پناچہ

آپ حضرت غریب نواز محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے یکم فروری ۱۹۲۲ء (جمعہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ)
 کو بیعت ہوئے اور ۲۳ شوال ۱۳۴۲ھ کو بمقام فقیر پور (ضلع مظفر گڑھ) خلافت سے
 سرفراز ہوئے۔ نقشبندیہ مجددیہ طریقے کے علاوہ قادریہ، چشتیہ اور بنوریہ طریقے بھی حاصل کئے۔

مشغول رکھنا کہ کسی وقت بھی کسی اور کام میں نہ لگوں۔ بارِ خدایا! اہل معرفت عارفوں کی عزت کے واسطے جو اپنے دل کے شیشے کو ماسوائے کے گرد و غبار اور غفلت کی کدورت سے صاف و شفاف رکھتے ہیں، غفلت کے

نور پرے کو میری بسیرت کی آنکھ سے دور رکھ اور ہر ایک چیز کی حقیقت جس طرح پرکھ کر فی الواقع ہی مجھے دکھا۔ بارِ خدایا!

اپنے مغزِ البقربین کی عزت کے واسطے جن کا دل تجلیات کے انوار سے روشن ہے اپنی معرفت کے نور سے میرے

باطن کو نورِ دل اور میرے دل کے فانوس کو تجلیات کی شمع سے روشن فرما، تاکہ یہودہ خیالوں اور باطل فکروں سے

محفوظ رہ سکوں۔ بارِ خدایا! عاشقوں کی سرد آہ اور تیرے فراق میں جلے ہوؤں کے سینے کے نور کی عزت کے واسطے

بہرِصال کے ذوق و شوق کے غلبوں سے لذتیں لیتے اور خوش ہوتے ہیں غفلت کے سمندر میں ڈبے ہوؤں کو

اپنے کرم و عنایت کے شراب خانے سے محبت کا ایک گھونٹ پلا، تاکہ تیری مغفرت کے دریا سے تروتازہ اور

غفلت کی نیند سے بیدار ہوں۔ بارِ خدایا! نہ کوئی میرا عمل ایسا ہے کہ تیری بزرگ اور بزرگ درگاہ کے قابل ہو

نہ میری اور کوئی بات ایسی ہے کہ اس درگاہ میں قبولیت کا شرف پاسکے۔ بارِ خدایا! مجھے ایسا دل عطا کر

جس میں سوائے تیرے اور کچھ نہ سما سکے اور جو تیرا غیر ہے اس میں ایک جو کچھ بھی نہ ٹلے۔ بارِ خدایا! مجھے وہ

زبان عطا فرما کہ ہر دم تیرا ہی شکر اور حمد و ثنا کہے اور ایسا نفس عطا کر جو کلمہ طیبہ کے ساتھ تیری طرف بھاگے

اے خدا! تو وہی تو ہے جو اپنی رحمت اور کرم کے دریا سے اپنے بندوں کو تروتازہ کرتا رہتا ہے، تو وہی تو ہے جو

گنہگاروں کو اپنے کمال فضل و کرم سے منزل مقصود پر سلامتی کے ساتھ پہنچاتا ہے۔ اے خدا! ہماری بے نصیبی

اور محرومی ہماری اپنی ہی خودی کی بدولت ہے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس سے رہائی دے اور اپنے ساتھ آشنائی۔

بارِ خدایا! عنایت کی ایک نظر مجھ ناچیز کے حال پر فرما، کہ میں سخت دریا ندہ ہوں، اور اپنی طرف کا

راستہ دکھا کہ تیرے در پر کھڑا ہوں۔ بارِ خدایا! اپنے کرم و احسان کے دواخانہ سے مجھے شربتِ پلا کہ میں

غفلت کی بیماری سے لاپچار ہوں اور عشق کے شراب خانے سے شوق کا ایک پیالہ انعام فرما کہ ماسوائے گرفتار

ہو جانے کے ادبار میں پڑا ہوں۔ بارِ خدایا! ہماری زبان کو ان باتوں سے جن میں ہمارا نقصان ہے تو ہی

خاموش رکھ اور ہمارے دلوں کو ان خیالات سے جن میں ہماری خواری ہے تو ہی فراموش رکھ۔ بارِ خدایا!

ہمیں ایسا وقت عنایت کر کہ ہم اپنے گزشتہ دکھ درد دل سے لے جائیں اور ایسی حالت عطا کر کہ ناشدنی رنج

کو اپنی گردن پر نہ لے جائیں۔ بارِ خدایا! جو تجھے اور سو غائب تو نے ہمیں انعام کئے ہیں ہماری بے ادبیوں

کے باعث ہم سے واپس نہ لے۔ بارِ خدایا! تجھ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے پس ہماری بد اعمالیوں پر

تو ہی پردہ ڈال اور جبکہ تجھ پر کچھ بھی مسل ہیں بترہ مت۔ انہیوں کی رسوائی سے نجات دے۔

بارِ خدایا! ہم مفلس فلاش بیشک بہت بڑے عاسی اور ہنگامیں لیکن تیری رحمت کے امیدوار ہیں

اپنے کمال کرم سے ہم کو مقبولوں کی جماعت میں داخل کر۔ بارِ خدایا! ہماری برائیوں کو بخش دے اور ہماری

بدکرداریوں کی طرف نہ دیکھ۔ ایات

بے نیازا! پر نیاز ماہ بخش

پائے در گل ماندگاں را دستگیر

باطن سرگشتگان را رہ نما

بارِ خدایا! ایمانے زحموں کے آنگن کو پریشان تفکرات کی خس و خاشاک سے خالی کر اور ہماری ناقص

اور سست فہموں کو اپنے عشق و محبت کے ادراک سے بزرگی بخش۔ بارِ خدایا! اپنے بے نہایت کرم اور

بے غایت فضل کی عزت کے واسطے ہم کو اپنی درگاہ سے محروم نہ کر اور آخر دم میں کہ زندگی کی امید

منقطع ہے ہمارے کانوں کو لا تخافوا ولا تحزنوا کی آواز سے مشرف کر، اپنے حید پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی بکیت و عزت اور اس کی آل و اصحاب کے واسطے۔ اشعار

دستگیری کیجیو میرے خدا

دبدم ہوتا رہوں تجھ پر خدا

ہو زباں پر ذکر دل میں ہو حضور

بے حضور دل نہ لوں میں تیرا نام

ہر گھڑی ہر لحظہ ہو تیرا حضور

التجاکس سے کروں تیرے سوا

نور وحدت کر دے مجھ پر آشکار

یہ دعا عاجز کی ہے کیجو قبول

تاکوئی دم ہوں نہ میں تجھ سے جدا

آرزو تجھ سے ہی ہے اے خدا

ما سوا تیرے یہ دل ہو سب دور

جیکہ لوں میں ہو حضور دل تمام

بے جہت بے کیف مجھ کو کئے غفور

کون بر لائے گا میرا دعا

بس یہی ہے دعا پروردگار

از برائے آل و اصحاب رسول

اللَّهُمَّ احْرِقْ عَوَارِضَ قَلْبِي بِذَارِ عَشِقَتِكَ وَارْدُدْ شَوْقِي إِلَى جَمَالِكَ

وَحَبَّتِكَ وَنُورِ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ وَاقْطَعْ حِجَابًا مِّنْ بَيْنِي وَبَيْنِكَ

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - آمين -

تعویذات و عملیات

چند ایسے عملیات و تعویذات درج کئے جاتے ہیں جو بزرگوں کے معمول میں ہیں اور شرع شریف کے خلاف نہیں ہیں تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے نام کی برکت سے شفا بھی ہو اور دین بھی بچا رہے اور مال و آبرو کا نقصان بھی نہ ہو۔ لیکن سالک کو چاہئے کہ بلا اجازت شیخ اس کام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے ہاں کبھی کبھار کسی خاص ضرورت کے وقت کوئی تعویذ وغیرہ لکھ کر خود استعمال کرنا یا کسی کو دینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا ہے۔

تعویذ لکھتے وقت ان باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی آیت بے وضو نہ لکھیں، نہانے کی ضرورت میں بھی نہ پڑھیں اور جس کاغذ پر قرآن مجید کی آیت لکھ کر تعویذ بنائیں اس پر ایک اور سادہ کاغذ لپیٹ دیں تاکہ تعویذ لینے والا اگر بے وضو ہو تو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہو اور چینی کی تشری بھی آیت لکھ کر بے وضو کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ آپ خود پانی میں گھول دیں اور جب تعویذ کی ضرورت نہ رہے تو اس کو پانی میں گھول کر کسی ندی، نہر یا کنوئیں میں چھوڑ دیں۔

بعض لوگ خون سے تعویذ لکھتے ہیں سو شریعت میں بہنے والا خون مثل پیشاب کے ناپاک ہے اس سے تعویذ لکھنا ناجائز اور بہت بُری بات ہے اور ایسا تعویذ اگر بازو پر بندھا ہو یا جیب میں پڑا ہو تو نماز بھی درست نہ ہوگی، اسی طرح بعض تعویذات و عملیات میں تصویریں بنائی جاتی ہیں، بعض قرآن مجید لٹا پڑھتے ہیں، بعض قرآن مجید کے اندر اور عیارتیں اس طور سے داخل کر دیتے ہیں کہ قرآن پاک کی ترتیب و نظم میں خلل واقع ہو جاتا ہے یہ سب

حرام اور معصیت ہے۔ بعض تعویذوں کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ جس سے ان کی بے ادبی ہوتی ہے مثلاً کوئی تعویذ کسی کے آنے جانے کی جگہ دفن کیا جاتا ہے تاکہ اس کے اوپر کو آدورفت ہو، یا اور جس طریقے سے بھی بے حرمتی و بے تعظیمی ہوتی ہو سب ناجائز ہے۔

تعوید اور جھاڑ پھونک تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعوید اور افسوں
 کلام اللہ اور اس کے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو، یا اس زبان میں جس کے
 معنی معلوم ہوں۔ تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسوں بالذات مؤثر نہیں بلکہ بتقدیر الہی اثر کرتا ہے
 اور افسوں (منتر وغیرہ) تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جس کا مطلب اور معنی معلوم نہیں تو اس سے
 پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اس میں شرک ہو، دوسری یہ کہ بکلام الہی اور صفات ربانی ہو تو جائز ہے
 پھر اگر احادیث میں منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا
 جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور اگر شرع
 میں اس کی اجازت نہیں تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے مگر جبکہ متضمن تعظیم ہو جیسا کہ غیر اللہ کا حلف
 ثواب پرہیز کرنا لائق ہے (غایۃ الاوطار) جو تعوید جدا گانہ غلامیں ہو یعنی تعوید پر مڑھا ہوا نہ ہو تو
 اس کا پاخانہ میں لیجانا مکروہ تحریمی نہیں اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے (از غایۃ الاوطار)
 تعویذات و عملیات کو مؤثر حقیقی نہ سمجھے بلکہ اس کا اثر خدائے تعالیٰ کی طرف سے جانے اور
 اگر کسی کافر کو تعوید دینا ہو تو بہتر ہے کہ آیات قرآنی نہ لکھے بلکہ یا تو وہ حروف جادہ لکھدے
 یا ان حروف کے ہندسے لکھدے یا اور کچھ جائز عبارت لکھدے۔

(۱) برائے محافظت از جمیع آفات و بلیات ارضی و سماوی معمول: سورہ فاتحہ،
 آیت الکرسی، چہار قل پڑھ کر دم کرنا از حد مفید ہے۔
 (۲) برائے دفع سحر و جادو و برائے دفع زہر گزیدن مار (سانپ کے کاٹے کے لئے)
 مندرجہ بالا معمول نمک پر پڑھ کر کھلانا اور زخم پر لگانا نہایت مفید اور مجرب ہے۔ (دفع سحر و جادو
 کیلئے) روزانہ تین مرتبہ ہی معمول پڑھ کر تمام وجود پر دم کرے۔
 (۳) اگر کسی کو دیوانہ کتا کاٹ لے تو سورہ فاتحہ اور چہار قل پڑھ کر دم کرے از حد
 مجرب ہے۔

(۴) برائے جمیع امراض و اسقام و آلام و دفع جن و آسیب و بد نظر وغیرہ
 از حد مفید ہے۔ معمول یہ ہے: سورہ فاتحہ، چاروں قل، آیتہ دَانِ یَا کَاذِبِیْنَ کَفَرُوْا

لِيُزِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ مَا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ
 لِلْعَالَمِينَ. وَيَا لِحَقِّ أَنْزَلْنَا هُوَ وَيَا لِحَقِّ نَزَلِ. اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ
 مَا خَلَقَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّهُ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ الرَّبِّ الْمَجْرُمَةِ حَضْرَتِ حَاجِي دُوسْت
 مُحَمَّد هَارِي قَدْ سَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى بِسِرِّهِ الْأَقْدَسِ اللَّهُمَّ اشْفِ بِصَاحِبِ هَذَا الْمَرَضِ
 بِحَوْلِكَ وَقُدْرَتِكَ وَجَبْرُوتِكَ يَا رَحْمَنَ الرَّاحِمِينَ وَاسْ تَمَامِ مَجْمُوعَةِ كُوطِرِهِ كَرِيمِ أَوْرِيَلَايَسِ.

(۵) برائے سخت امراض: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ
 التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ
 مَا خَلَقَ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ
 نَهْمَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّهُ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي
 الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
 يَا شَافِي يَا شَافِي يَا شَافِي وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
 لکھ کر بازو یا کاویں باندھے اگر تمام وجود یا اعضا میں کسی جگہ درد ہو تو اس تعویذ کو کاغذ پر لکھ کر
 پانی میں حل کر کے اکثر اس پانی کو پیلائیں اور کسی قدر پانی بچا کر روغن تلخ میں ڈال کر
 اس جگہ کو اس روغن سے چرب کریں بفضلہ تعالیٰ خیر ہو جائے گی۔

(۶) تعویذ برائے حفظ طفل از جمیع آفات: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَامَةٍ تَحْصَنُ بِحِصْنِ
 أَلْفِ أَلْفِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔ اس تعویذ کو لکھ کر گلے میں ڈالے۔ یہ عمل جن و آسیب کیلئے بھی مفید ہے۔

(۷) برائے محافظت زراعت: کاغذ پر لکھ کر کورے سفالہ میں بند کر کے اس کو زراعت
 کے تختہ میں دفن کر دے۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا رِزَاقَ الْعِبَادِ يَا خَلَّاقَ
 الْخَلَائِقِ يَا فَاطِرَ السَّمَوَاتِ يَا مُنْبِتَ الرَّيْحِ فِي الْأَرْضِ وَالنَّبَاتِ وَيَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ

۱۔ بعض نسخوں میں یہ جملہ اس طرح ہے: مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ تَحْصَنُ بِحِصْنِ

اِدْفَعْ مِنْ هَذَا الرَّزَعِ شَرَّ الْهَوَامِّ وَالْوَحُوشِ وَشَرَّ الْفَارَةِ وَالْخَازِيِرِ الْمَفْسِدَةِ وَ
 اِرْزُقْنَا رِزْقًا حَسَنًا وَصَلِّ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

(۸) تعویذ اسماء اصحاب کہف برائے برکت و امان از غرق و حرق و سرق و
 غارت وغیرہ ذالک از امراض و حاجات۔ ان اسماء کو لکھ کر مکان، کشتی یا متاع میں یا اپنے
 پاس رکھے امان الہی میں رہے گا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الہی بجزمتی میلینا مکسلمینا
 میلستام نوش دبد نوش شاد نوش مرطونس اسم کلہم قطمیر۔ ۱۲

(۹) تعویذ برائے شفا ہر درد۔ اس آیت شریفہ کو تین روز متواتر کاغذ پر لکھ کر پانی
 میں حل کر کے اس پانی کو پلائیں اور دردی جگہ بالش کریں انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا۔
 لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ
 الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ يَا شَافِي يَا شَافِي يَا شَافِي۔

(۱۰) تعویذ برائے حاملہ ہونے عورت کے اور جننے فرزند زینبہ کے: اسم
 یا مبدیٰ کو نو ٹکڑے کاغذ پر لکھیں جس وقت عورت حیض سے فارغ ہو، اول مہینے
 میں تین رات جماعت کریں اور صبح کو ہر روز ایک ایک تعویذ لکھیں۔ اس ترکیب سے
 تین ماہ میں یہ نوبعد تعویذ نوش کریں۔ اور اس آیت شریفہ کو لکھ کر عورت کو دیں کہ وہ گلے میں
 اس طرح لٹکائے کہ وہ تعویذ آیت شریفہ کا دو انگشت زیر ناف آویزاں رہے۔ انشاء اللہ
 تعالیٰ عورت حاملہ ہو کر فرزند زینبہ جنے گی۔ وہ آیت شریفہ یہ ہے: اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ
 أَنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ عَالِمِ الْغَيْبِ وَ
 الشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ يَا زَكْرِيَّا إِنَّا بَشَرُنَا بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَسْحَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَكَ مِنْ
 قَبْلُ سَمِيًّا مُحَمَّدٌ مَرْيَمَ وَعِيسَى ابْنَا صَالِحًا طَوِيلَ الْعُرْسِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۱۳

(۱۱) تعویذ برائے حمل خشک شدہ جس عورت کا حمل خشک ہو گیا ہو اس کے لئے
 یہ تعویذ چینی کے برتن میں لکھے، چالیس روز بلا ناغہ اس کو یہ تعویذ پلائے بقصد اللہ تعالیٰ

۱۲ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی سے مروی ہے کہ اسمائے اصحاب کہف کتابوں میں چند طریقوں سے
 لکھے ہیں لیکن مجھے اپنے پیرومرشد سے اسی طریق پر سیکھے ہیں۔

حمل نو حاصل کر کے ظاہر ہوگا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ
الْاَنْزٰجَ كُلَّهَا مِمَّا نَبَتِ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ

(۱۲) تعویذ برائے دفع تپ ہر قسم: کَهِیْعَصْ ؕ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا ؕ
رَکْرِبًا ؕ اِذْ نَادٰی رَبُّهُ نِیْدًا خَفِیًّا ؕ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اَسْتَعَلَ الرَّاسُ
شَبَابًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِیًّا وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ لکھ کر گردن میں باندھیں اور تین تعویذ یا حی ط ط اللہ کا غذیر
لکھ کر تین روز ایک ایک کر کے پلائیں۔ انشاء اللہ تپ رفع ہوگی۔

(۱۳) تعویذ برائے تپ سوم: اول تپ کے شروع ہونے میں بروز نوبت اول و آخر
درود شریف اور ایک بار سورہ رعد پڑھ کر دم کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔
پس چاہئے کہ سہ نوبت کو دم تمام کرے اگرچہ اول یا دوسری نوبت پر آرام ہو جائے۔ اگر
تینوں نوبت پر دم نہ کریں گے تو چند روز بعد بخار پھر عود کر آئے گا۔

(۱۴) تعویذ برائے دفع بواسیر ہر قسم: یَا رَحِیْمُ کُلِّ صِرَیْجٍ وَّ مَکْرُوْبٍ
وَ غِیَاثَہُ وَّ مَعَاذَہُ یَا رَحِیْمُ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَّ
اَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ لکھ کر کمر میں باندھیں۔

(۱۵) ایضاً۔ اگر صبح و شام سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ہفت بار پڑھتا رہے تو بہتر ہے اور اگر یہ
نہ ہو سکے تو صرف بسم اللہ شریف صبح و شام پڑھ کر اپنے جسم پر ناف سے زانو تک آگے چھپے ہاتھ پھر کر دم کرے۔
(۱۶) برائے دفع درد باؤ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْبَاعِثُ وَاَنَا الْمُبْعُوْتُ وَاَنْتَ الْبَاعِثُ وَاَنَا الْمُبْعُوْتُ
اِلَّا الْبَاعِثُ یَا رَبِّ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ
لکھ کر درد کی جگہ باندھیں۔

(۱۷) تعویذ برائے زود فروشی مال: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ فَاسْتَبِشْرُوْا
بِیِّعِلْکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہِ وَ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ؕ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ لکھ کر مال و متاع میں رکھیں۔

(۲۹) تعویذ برائے درد سر

| | | | | | | |
|--------|--------|--------|--------|--------|--------|--------|
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح | یابدوح |

یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

(۳۰) تعویذ برائے دفع

در چشم

| | | |
|--------|--------|--------|
| یابدوح | یابدوح | یابدوح |
| یابدوح | یابدوح | یابدوح |

یاروح یاروح یاروح

یاروح یاروح یاروح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ط

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

(۳۱) تعویذ برائے بجا شدن ناف

الہی بجزمت حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الہی بجزمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ



الہی بجزمت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الہی بجزمت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۲) تعویذ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت قبلہ قلبی و روحی فداء حضرت

خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص اس طلسم کو اپنے پاس رکھے وہ سحر و بلا و امراض سے
 حفظِ خدائے تعالیٰ میں رہے گا۔ باعزت و آبرورہے گا۔ فتوحات غیبی و فیوضات لاریبی اس پر متوجہ ہونے

خمس ہاوات و خط فوق خط : وصلیب حولہ سبع نقط
 ثم ہمزات اذا اعدتہا : فی سبع لایری فیہا الغلط
 ثم داو ثم ہاء بعدہ : ثم صاد ثم میم فی الوسط
 وہا یدفع عن حاملہا : کل سحر و بلاء سخط
 یشقی الاسقام والداہلذی : عجزت عنہ الاطباء النمط

(۳۳) سر اور دانت کے درد اور ریلح کے لئے: ایک پاک تختی پر ریت بچھا کر ایک میخ سے
 اس پر یہ لکھو اجد ہوز حطی اور میخ کو زور سے الف پر دباؤ اور درد والا اپنی انگلی زور سے درد کی جگہ
 رکھے اور تم ایک دفعہ اجد پڑھو اور اس سے درد کا حال پوچھو، اگر اب بھی درد ہو تو اسی طرح ب کو دباؤ وغرض
 ایک ایک حرف پر اسی طرح عمل کرو انشاء اللہ حروف ختم نہ ہونے پائیں گے کہ درد جاتا رہے گا۔

(۳۴) ہر قسم کے درد کیلئے خواہ کہیں ہو۔ یہ آیت مع بسم اللہ تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں
 یا کسی تیل وغیرہ پر پڑھ کر مالش کریں یا با وضو لکھ کر باندھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَیَا حَقِّ
 اَنْزَلْنٰہُ وَیَا حَقِّ نَزَّلْ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِیْرًا
 (۳۵) دماغ کا کمزور ہو جانا۔ پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ مرتبہ
 یَا قَوِّی پڑھیں۔

(۳۶) نگاہ کی کمزوری کے لئے۔ پانچوں نمازوں کے بعد یا نوڈس گیارہ بار پڑھ کر
 دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(۳۷) زبان میں ہکلا پن یا ذہن کم ہونا۔ فجر کی نماز پڑھ کر ایک پاک کنکری منہ میں رکھ کر
 یہ آیت اکیس بار پڑھیں۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَبَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاَحْلِلْ عِقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوا
 قَوْلِيْ۔ اور روزانہ ایک بسکٹ پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لکھ کر چالیس روز کھلانے سے بھی ذہن بڑھتا ہے۔

۱۵ اس سے آگے کے تعویذات بہشتی زیور والقول الجلیل وغیرہ سے منقول ہیں۔

(۳۸) برائے ہول دلی۔ یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر گلے میں باندھیں ڈورا اتنا لمبا رہے کہ تعویذ دل پر پڑا رہے اور دل بائیں طرف ہوتا ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝

(۳۹) پیٹ کے درد کے لئے۔ یہ آیت پانی وغیرہ پر تین بار پڑھ کر پلائیں یا لکھ کر پیٹ پر باندھیں۔ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۝

(۴۰) ہیضہ اور ہر قسم کی وبا، طاعون وغیرہ کے لئے۔ ایسے دنوں میں جو چیزیں کھائیں ہیں ان پر پہلے تین بار سورہ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ نُورًا پڑھ کر دم کر لیا کریں انشاء اللہ حفاظت رہے گی اور جس کو ہو جائے اس کو بھی کسی چیز پر دم کر کے کھلائیں پلائیں انشاء اللہ شفا ہوگی۔

(۴۱) تلی بڑھ جانا۔ یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر تلی کی جگہ باندھیں: ذَالِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۝

(۴۲) ناف ٹل جانا۔ یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں ناف اپنی جگہ آجائے گی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔ اللَّهُ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا أَحَدٌ مِّن بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

(۴۳) برائے بخار۔ اگر بغیر جاڑے کے بخار ہو تو یہ آیت لکھ کر باندھیں اور اسی کو پڑھ کر دم کریں قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ اور اگر جاڑے سے ہو تو یہ آیت لکھ کر گلے میں یا بازو پر باندھیں: بِسْمِ اللَّهِ فُجِّرْهَا وَمُرْسُهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(۴۴) پھوڑا پھنسی یا ورم۔ پاک مٹی پنڈول وغیرہ چاہے ثابت ڈھیلا چاہے پی ہوئی مٹی لیکر اس پر یہ دعائیں بار پڑھ کر تھوک دے۔ بِسْمِ اللَّهِ تَرْتَبُّ أَرْضُنَا بِرَيْفَةٍ بَعْضُنَا لِيُشْفَىٰ سَقِيمُنَا يَا ذِئبِ رَبِّنَا۔ اور اس پر تھوڑا پانی چھڑک کر وہ مٹی کی جگہ یا اس کے آس پاس دن میں دو چار بار ملا کرے۔

(۴۵) سانپ بچھو اور بھڑوغیرہ کا کاٹ لینا۔ ذرا سے پانی میں نمک گھول کر اس جگہ ملتے جائیں اور قل یا پوری سورت پڑھ کر دم کرتے جائیں بہت دیر تک ایسا ہی کریں۔

(۴۶) سانپ کا گھر میں نکلنا یا آسیب ہونا۔ چار کیلیں لوہے کی لیکر ایک ایک پر

(۵۲) ہمیشہ لڑکی ہونا۔ اس عورت کا خاوند یا کوئی دوسری عورت اس کے پیٹ پر انگلی سے

کنڈل یعنی دائرہ ستر بار بنائے اور ہر دفعہ میں یا مَتَّيْنِ کہے انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

(۵۳) بچے کو نظر لگ جانا یا روٹیا یا سوتے میں ڈرنایا کیمڑہ وغیرہ۔ قل اعوذ برب الفلق

قل اعوذ برب الناس، تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کرے اور یہ دعا لکھ کر گلے میں ڈال دے: اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ
التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَّامِيَةٍ۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب آفتوں سے حفاظت رہے گی۔

(۵۴) چھپ۔ ایک نیلا گندہ سات نار کا لیکر اس پر سورۃ رحمن جو تائیسویں پارہ میں ہے پڑھے،

اور جب اس آیت قِبَايِ الْاَءِزِّ كَمَا تَكْدِبُ بِرَبِّهِ اس پر دم کر کے ایک گرہ لگائے۔ سورۃ کے ختم ہونے تک اکتالیس
گرہیں ہو جائیں گی پھر وہ گندہ بچے کے گلے میں ڈال دے۔ اگر چھپ سے پہلے ڈالیں تو انشاء اللہ تعالیٰ چھپ سے

حفاظت رہے گی اور چھپ نکلنے کے بعد ڈالیں تو زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔

(۵۵) ہر طرح کی بیماری کے لئے۔ چینی کی تھری پر سورۃ الحمد اور یہ آیتیں لکھ کر

روزانہ مریض کو پلایا کریں بہت ہی تاثیر کی چیز ہے۔ آیات شریفہ یہ ہیں: وَيَشْفِي صُدُورَ قَوْمٍ

مُؤْمِنِينَ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ، وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

لِّلْمُؤْمِنِينَ، وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ

الظَّالِمِينَ اِلْحْسَارًا، قُلْ هُوَ الَّذِي اٰمَنَّا وَهُدًى وَشِفَاءٌ۔

(۵۶) محتاج اور غریب ہونا۔ بعد نماز عشاء اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف

اور درمیان میں گیارہ تسبیح یا معر پڑھ کر دعا کیا کرے اور چاہے یہ دوسرا وظیفہ پڑھ لیا کرے، بعد نماز

عشاء اول و آخر سات سات مرتبہ درود شریف اور درمیان میں چورہ تسبیح اور چورہ دانے یا وَهَّابُ

پڑھ کر دعا کیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ فراغت اور برکت ہوگی۔

(۵۷) آسیب لپٹ جانا۔ ان آیتوں کو بیمار کے کان میں پڑھ کر دم کرے اور پانی پر پڑھ کر اس کو

پلائے۔ اَفْحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنْتُمْ اِلَيْنَا لَتَرْجَعُونَ، فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهِ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ

اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ الْكِفْرُ وَاَنْتُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ اور سورۃ والسماء والطارق

سات بار پڑھ کر کان میں دم کرنا اور دہنے کان میں اذان اور بایں میں تکبیر اقا کہنا بھی آسیب کو بھگا دیتا ہے۔

(۵۸) کسی طرح کا کام اٹکنا بارہ روز تک اس دعا کو بارہ سو دفعہ پڑھ کر ہر روز دعا کیا کرے

انشاء اللہ تعالیٰ کیسا ہی مشکل کام ہو پورا ہو جائیگا۔ **يَا بَدِيْعَ الْعَجَائِبِ يَا خَيْرَ يَا بَدِيْعَ**۔

(۵۹) دیو کا شبہ ہو جانا۔ **قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس۔** تین تین بار پانی پر

دم کر کے مریض کو پلائیں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس میں تھلائیں اور یہ دعا چالیس روز تک چینی کی تھری پر لکھ کر پلائیں: **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا تَاخُرُ فِي دَعْوَتِ مَوْلَانِي وَبِقَائِمِ يَاسُحِي** انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ اور یہ دعا ہر بیمار کے لئے مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دیدیا ہو۔

(۶۰) خاوند کا ناراض یا بے پروا رہنا۔ بعد نماز عشا کے گیارہ دانے سیاہ مرچ کے

بیکراول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ **تَسْبِيْحُ يَا لَطِيْفُ يَا وَدُوْدُ** کی پڑھیں اور

خاوند کے مہربان ہونے کا خیال رکھیں جب سب پڑھ چکیں تو ان مرچوں پر دم کر کے تیز آگ میں ڈالیں اور

انشاء اللہ تعالیٰ سے دعا کریں انشاء اللہ تعالیٰ خاوند مہربان ہوگا اور کم سے کم چالیس روز کریں۔

(۶۱) دودھ کم ہونا۔ یہ دونوں آیتیں نمک پر سات بار پڑھ کر ماش کی دال میں کھلائیں۔

پہلی آیت: **وَلَوْلَا دَاتُ يَرْضَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ**

الرِّضَاعَةَ: دوسری آیت: **وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِمْ مِنْ**

بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ۔ دوسری آیت اگر اٹے کے پڑے پر

پڑھ کر گائے بھینس کو کھلائیں تو خوب دودھ دیتی ہے۔

(۶۲) حفاظتِ حمل: اگر کسی عورت کا حمل اکثر گر جاتا ہو یا کسی صدمہ کی وجہ سے کسی

مرتبہ ایسا خطرہ ہو تو آیات ذیل لکھ کر حاملہ کے گلے میں اس طرح ڈالیں کہ وہ تعویذ پیٹ پر پڑا رہے

آیات یہ ہیں: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ**

وَلَا تَلْخُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ حَسْبُوْنَ ۝

فَاِنَّ اللّٰهَ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تُحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وَمَا تُغِیْضُ

اِلَّا اَرْحَامٌ وَمَا تَزِدُّا دُوْکُلُ شَیْءٍ عِنْدَکَ بِمِقْدَارِہٖ رَبِّ اِنِّیْ اَعِیْذُ بِہَا بِکَ وَ

دُرِّیْتِہَا مِنْ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۶۳) نظر بد۔ اگر نظر بد کا احتمال ہو تو آیات ذیل لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیَرْجِعُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ
لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ

(۶۴) ایضا کلمات ذیل بھی نظریہ کا اثر دور کرنے کے لئے خصوصیت سے گلے میں ڈالتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطٰنٍ وَهَامَّةٍ
وَعَيْنٍ لَّامِنَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(۶۵) برائے مرگی۔ اور جو شخص مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے اور اس میں

یکشنبہ (تواری) کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدو اور لے یَا قَهَّارُ اَنْتَ
الَّذِیْ لَا یُطٰقُ اِسْتَاْمَةُ: اور دوسری طرف یہ کھدو لے یَا مِذْلُ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ
یَقْهَرُ عَزِیْزٍ سُلْطٰنُ یَا مِذْلُ۔

(۶۶) برائے درد سر۔ درد سر خواہ آدھا سبسی کا ہو یا دوسری طرح کا، آیات ذیل لکھ کر

درد کے موقع پر باندھ دیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ (پوری
سورت) لَا یُصَدِّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ
تَعَارَوْ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

(۶۷) برائے دردِ زہ: کلمات و آیات ذیل کو گڑ پر پڑھ کر کھلا میں یا لکھ کر سفید کپڑے

میں باندھ کر حاملہ کی بائیں ران میں باندھ دیں اور بعد فراغت فوراً کھول دیں انشاء اللہ ولادت میں
بہت سہولت ہوگی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا السَّمٰوٰتُ اُنْشَقَّتْ وَاذِنتُ لِرَبِّهَا
حَقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ وَاذِنتُ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ هَا هِیَا
اِشْرٰهَیْآ اَللّٰهُمَّ سَهِّلْ عَلَیْهَا الْوِلٰدَةَ خَلَقْتَ فَقَدَّرْتَ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَةً۔

(۶۸) آسیب: اگر کسی پر آسیب کا شبہ ہو تو آیات ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں

اور پانی پر دم کر کے مریض پر چھڑک دیں اور اگر گھر میں اثر ہو تو ان کو پانی پر پڑھ کر گھر کے چاروں گوشوں

میں چھڑک دیں۔ آیات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱) سورہ فاتحہ پوری)۔ (۲)

الْمَتَا مَفْلُوْحُوْنَ۔ (۳) وَاللّٰهُمَّ كُنْ اِلٰهًا وَاَحَدًا الْخ (۴) آیتہ الکرسی پوری (۵) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَا آخِرُ سُورَةِ بَقَرَةٍ (۶) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة آل عمران ۲۴) إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي آتَاكُمْ مِنْهُ (سورة الاعراف ۷) فَتَعَالَى اللَّهُ تَأْتِمُ سُورَةُ
مُؤْمِنُونَ (۹) آيَاتِ شُرُوعِ صَافَاتِ تَا كَا زِب (۱۰) تِنِ آيَاتِ آخِرِ سُورَةِ حَشْرِ (۱۱) وَإِنَّ جَدْرَيْنَا لَخ
سُورَةُ جِن (۱۲) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱۳) سُورَةُ فُلُقِ پُورِي (۱۴) سُورَةُ النَّاسِ پُورِي -

(۶۹) ایضاً برائے آسیب - کلمات ذیل کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے اس عمل کا نام حرنہ

ابی رجا نہ ہے) نہایت مجرب ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ
رَّسُولِ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِلٰی مَنْ طَرَقَ الدَّارَیْمِنَ الْعُمَارِیِّ وَالزُّوَارِیِّ وَالسَّائِحِیْنَ اِلَّا
طَارِقًا یَطْرِقُ بِخَیْرِ یَا رَحْمٰنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا وَلكُمْ فِی الْحَقِّ سَعَةً فَاِنَّ نَكَّ عَاشِقًا
مَوْلِعًا اَوْ فَاجِرًا مُّقْتَحِمًا اَوْ رَاعِیًّا حَقًّا مُّبْطِلًا هٰذَا كِتَابٌ اللّٰهِ یَطْرُقُ عَلَیْنَا وَعَلَیْكُمْ
بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَسِیْخِمْ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اُتْرُكُوْا صَاحِبَ كِتَابِیْ هٰذَا اَوْ اَنْطَلِقُوْا اِلٰی عِبَادَةِ
الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَاِلٰی مَنْ یَزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ كَلِّ شَیْءٍ هَالِكٌ
اِلَّا وَجْهَهُ لَهٗ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تُقَلِّبُوْنَ حَمَلًا تُبْصِرُوْنَ حَمَقًا تَفَرَّقَ
اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَسَیَكْفِیْكُمْ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ه اس کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔

(۷۰) ایضاً۔ اگر آسیب کا اثر گھر میں معلوم ہو تو آیات ذیل پچیس بار کیلوں پر پڑھ کر گھر کے
چاروں کونوں میں گاڑ دیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّمَا یُكَيِّدُوْنَ كَيْدًا وَاَكْبِدُوْ
كَيْدًا فَمِهْلِكِ الْكٰفِرِیْنَ اَمْهَلْهُمْ رَوِیْدًا۔

(۷۱) ایضاً۔ اس نقش کو مع عبارت زیرین کے تین تعویذ لکھیں اور اس کو اس طرح
فتیلہ بنائیں کہ دو کا ہندسہ نیچے رہے اور آٹھ کا ہندسہ اوپر رہے پھر پاک روٹی میں لپیٹ کر
کورے چراغ میں گڑوا تیل ڈال کر مریض کے

| | | |
|---|---|---|
| ۶ | ۱ | ۸ |
| ۷ | ۵ | ۳ |
| ۲ | ۹ | ۴ |

پاس اوپر کی طرف سے یعنی ہندسہ (۸) کی
طرف سے روشن کریں اول روز ایک فتیلہ
جلا لیں پھر ایک دن تاغہ کر کے دوسرا پھر ایک دن
تاغہ کر کے تیسرا۔

فرعون فاروق ہامان شداد عمرو ابلیس علیہم اللعنة
وانتباع ایشاں اگر نگرزند سوختہ شوند۔

(۷۲) برائے دفعِ سحر: آیاتِ ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالیں اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلائیں۔ اگر نہ لانا نقصان نہ کرتا ہو تو ان ہی آیات کو پانی پر پڑھ کر اس سے مریض کو نہ لائیں۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَلَمَّا اتَّفَقُوا قَالَ مُوسٰی مَا جِئْتُمْ بِیَ السِّحْرِ اِنَّ اللّٰهَ سَبِّطٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصَلِّحُ عَمَلِ الْمُفْسِدِیْنَ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ط اور سورۃ فلق پوری اور سورۃ الناس پوری۔

(۷۳) برائے دفعِ مرگی: ان آیات کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ اِنِّیْ دَسَّیْتُ الشَّیْطٰنَ بِنُصْبٍ وَعَذَابِ رَبِّ اِنِّیْ دَسَّیْتُ الضُّرَّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطٰنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔

(۷۴) رَوْنَاب: اگر کسی کا لڑکایا اور کوئی لاپتہ کہیں چلا گیا ہو تو اس کے واپس آنے کے لئے

آیاتِ ذیل لکھ کر اس تعویذ کو کالے یا نیلے کپڑے میں لپیٹ کر گھر میں جو کوٹھڑی زیادہ تاریک ہو اس میں دو پتھروں کے درمیان اس طرح رکھ دیا جائے کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ پتھر نہ ہوں تو چکی کے کے دو پاٹوں میں دبا دیں اور لفظ فلاں بن فلانہ کی جگہ اس لاپتہ کا نام اور اس کی ماں کا نام لکھیں پہلے سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی لکھ کر اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ فَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ وَمَا عَلٰی عِبْدِكَ فُلٰنِ بْنِ فُلٰنَةَ اَصْبَحَ مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَوْلَاہُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پھر لکھ اَوْ كَظَمْتُ فِیْ بَجْرِیْ سَے فَمَا لَہُ مِنْ نُّوْرِكَ وَمِنْ وَّرَآئِہِمُ بَرَزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یَبْعَثُوْنَ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِیَ خَلْقًا وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِہِمُ حُجُبٌ بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مُّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ پھر کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ ہِذِہِ الْاٰیٰتِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَاَنْ تُرَدَّ الْعَبْدُ اِلٰی مَوْلَاہُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

دیگر برائے رَوْنَاب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوْ كَظَمْتُ فِیْ بَجْرِیْ

بَجْرِیْ یَعْنُہُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِہُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِہُ سَحَابٌ ظَلَمْتُ بَعْضُهَا نُوْرٌ بَعْضٌ اِذَا اَخْرَجَ یَدَہُ لَمْ یَکْدِ یَرَاہَا وَمَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَہُ نُوْرًا فَمَا لَہُ مِنْ نُّوْرِہِ اِنَّا رَاٰوْہُ اِلَیْكَ فَرَدَدْنَاہُ اِلٰی اُمَّہِ کِی تَقْرَعِ عَیْنُہَا وَلَا تَحْزَنَ وَ لَتَعْلَمَنَّ اَنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَّلٰی کُنَّ

أَلْتَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ يَا بَنِي آدَمَ إِنَّ تِلْكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنُ فِي ذُرِّيَّةٍ
أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِي بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ حَتَّىٰ إِذَا صَاقَتْ
عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَصَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا
إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اللَّهُمَّ يَا هَادِيَ
الضَّالِّ وَيَارَادَ الضَّالَّةِ أُرِدُّدُ عَلَىٰ ضَالَّتِي فَلَايِنَ - لفظِ فلان کی جگہ اس لاپتہ کا نام لکھیں۔

(۷۵) پیشاب رک جانا یا پتھری ہو جانا بکلمات ذیل کو لکھ کر ناف پر باندھ دیا جائے۔
رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحِمْتَنَا
فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ وَاعْفِرْ لَنَا حَوْبَنَا وَخَطَايَاَنَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ
فَأَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَاءِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلَىٰ هَذَا الْوَجَعِ -

(۷۶) برائے غنا یا وہاب بعد نماز عشا اس طرح پڑھے کہ اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف
پڑھے اور درمیان میں چودہ سو چودہ بار اسم مذکور اور بعد میں یہ دعا پڑھے یا وہابِ ہب لی من نعمۃ الدنیا
وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (اس عمل کا نام حضرت مولانا محمد یعقوبؒ "کیماۃ درویشان" فرمایا کرتے تھے)۔

(۷۷) انجلیح حاجت تمام مشکلات کے حل کے لئے اسم یا لطیف بعد نماز عشا گیارہ سو
گیارہ مرتبہ پڑھے اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھے اور پھر دعا کرے۔

(۷۸) برائے تب و لرزہ ہر قسم
اس نقش کو لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالیں
انشار اللہ ہر قسم کا تب و لرزہ دفع ہوگا۔
نقش یہ ہے:-

| | | | |
|--------|--------|--------|--------|
| سم | اللہ | الرحمن | الرحیم |
| اللہ | الرحمن | الرحیم | بسم |
| الرحمن | الرحیم | بسم | اللہ |
| الرحیم | بسم | اللہ | الرحمن |

(۷۹) ایام ماہواری کی کمی۔ اگر ایام ماہواری میں کمی ہو اور اس سے تکلیف ہو تو آیات
ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ جم پر پڑھے۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَجَعَلْنَا فِيهَا
جَنَّتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ
أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۚ أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا
رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ -

(۸۰) ایام ماہواری کی زیادتی کے لئے۔ اگر کسی کو ایام ماہواری زیادہ آتے ہوں اور

اس سے تکلیف ہو تو آیات ذیل لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ رحم پر پڑا رہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقِيلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاۗءُ اَقْبَلِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءِ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ

عَلَى الْجُوْدِيّ وَقِيلَ يُعَدُّ اللّفُوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ط

(۸۱) برائے امان و نیاہ از ہر آفت۔ یہ دعا صبح و شام پڑھا کرے: بِسْمِ اللّٰهِ

اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَشْهَدُ

اَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ

عَدَدًا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اِخْتِصَمْتَ بِهَا

اِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَاَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ وَاِنَّ وِلِيَّ اللّٰهِ الَّذِيْ نَزَلَ

الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ هَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

(۸۲) برائے افزائش شیر جانوراں۔ اگر کوئی گائے بھینس وغیرہ دودھ نہ دیتی ہو تو

آٹے کے ایک پیرے پر آیات ذیل پڑھ کر اس جانور کو کھلا دیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيْكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَاَنْتُمْ لَا تَبْصُرُوْنَ

خَالِصًا سِوَا غَالِبِ السّٰرِيْنَ وَاِنْ يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُرْفُوْنَكَ يَا بَصٰرُ هِمُّ لَمَّا

سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ وَّمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَاَنْعٰدِيْنَ اللّٰهِ

يَبْغُوْنَ وَاِلٰهَ اَسْلَمَ مِنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَاِلٰهٍ يَّرْجَعُوْنَ ه

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَاَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ه

(۸۳) برائے تھنیل۔ بعض اوقات عورتوں کے پستان میں بوجہ زیادتی دودھ وغیرہ درد اور دکھ

ہوتی ہے تو اس دعا کو چھنی ہوئی راگھ پر یا مٹی پر سات بار اس طرح پڑھیں کہ ہر بار پڑھ کر اس راگھ یا مٹی میں تھوک

دیں پھر پانی سے اس کو پتلا کر کے درد کی جگہ لپک کر دیں۔ اگر پھوٹے پھنسی پر لگایا جائے تب

بھی مفید ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِسْمِ اللّٰهِ تَرْبَةَ اَرْضِنَا بِرَبِّقَةٍ

بَعْضِنَا لِيُسْفِي سَقِيمَنَا يَا ذِن رَبِّنَا۔

(۸۴) برائے آسیب زدہ (از قطب عالم مولانا گنگوہی) اسماء اصحاب کہف عبارت

ذیل کاغذ پر لکھ کر جس مکان میں مریض یا مریضہ ہو اس کی دیواروں پر جگہ جگہ چسپاں کر دیئے جائیں اور

جس کا مندرجہ ذیل نقش ایک کاغذ پر لکھ کر مریض کو

دکھایا جائے۔ وہ دیکھنے سے گھبرائے اور انکار کرے گا

مگر بردستی اس کی نظر اس پر ڈلوائی جائے اور جبراً

نقش کو تعویذ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۸ | ۶ | ۴ | ۲ |
| ۲ | ۴ | ۶ | ۸ |
| ۶ | ۸ | ۲ | ۴ |
| ۴ | ۲ | ۸ | ۶ |

اسماء اصحاب کہف یہ ہیں: الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَكْسَلِمِیْنَا۔ كَشْفُوْطَط۔ طَبِیُوْنُس۔

كشافطیونس۔ آذرفطیونس۔ یوانس بووس وکلبهم قظیمیرہ وعلی اللہ

قصد السبیل و منها جائرو و لو شاء لهدا کما اجمعین و صلی اللہ تعالیٰ

علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

(۸۵) گنڈا برائے مسان۔ (از حضرت مولانا خلیل احمد نیلے تاگے کے اکتالیس تار عورت کے

قد کی برابر لمبے لیکر اس پر سورۃ الحمد مع بسم اللہ اکتالیس بار پڑھے اور ہر دفعہ اس تاگے پر دم کر کے ایک

گرہ لگانا ہے۔ حمل کے زمانے میں ماں کے پیٹ پر اس گنڈہ کو باندھ دے اور بعد پیدا ہونے کے بچہ کے

گلے میں ڈال دے اور اگر حمل کے وقت نہ باندھ سکے تو بچہ ہی کے گلے میں ڈالنے سے بھی انشاء اللہ وہی فائدہ ہوگا۔

(۸۶) گنڈا برائے آسیب زدہ۔ گیارہ تار نیلا یا سیاہ سوت کچا ڈیڑھ گز لمبا لیکر اکتالیس بار

آیت ذیل پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر اس کے اندر دم کر کے بند کر دیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَنْهَمْ یَکِیْدُوْنَ کِیْدًا وَاَکِیْدُکِیْدًا فَمِیْثَلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْهَلَسْهُمْ وَاوَدَّاه

(۸۷) گنڈا برائے سہولتِ دندان۔ سات تار کا بارہ گرہ لمبا کچا سوت نیلا یا سیاہ لے کر

سورۃ اِذَا زُلْزِلَتْ الْاَرْضُ پوری سات بار پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر حسب معمول دم کریں پھر

ہر گرہ پر جب دم ختم کر کے گرہ لگائی ہے اس کے اوپر سے اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وَحَفَّتْ

وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ایک بار دم کرتے چلے جائیں پھر ایک ایک بار

اس طرف سے جہاں اب ختم کیا ہے قل هو اللہ احد پوری سورت دم کرتے ہوئے چلے آئیں۔

(۸۸) گنڈا برائے حفاظتِ حمل۔ گیارہ تار نیلا یا سیاہ سموت ڈیڑھ گز لمبا لے کر

سورہ یس پوری پڑھیں اور ہر مبین پر ایک گرہ لگا کر دم کریں پھر اس کو حاملہ کے پیٹ پر

باندھ دیں (کل سات گرہ ہوں گی) حمل اسقاط سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(۸۹) جھاڑ برائے اورسا (جس کو میٹھا اور پسلی چلنا بھی کہتے ہیں) چاقو سے پاک

زمین پر سات لکیریں اس طرح کھینچ کر ا ا ا ا ا اور کچھ کا پیٹ اپنی طرف کر کے کپڑا اٹھا کر

دائیں ہاتھ میں چاقو لے کر کچھ کے پیٹ کی طرف سے اشارہ کر کے ان لکیروں پر لانا رہے اور سات بار

یہ آیت پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْ اَفْرَا فَاِنَّا مَدْرِمُوْنَ اور کچھ کے پیٹ

اور سینہ پر دم کرے اور کبھی کبھی چاقو کو آہستہ سے اس کی پسلی سے چھوٹا ہوا (جو چل رہی ہے) اور پیٹ

کو چھوٹا ہوا زمین تک لائے سات دفعہ دعا پڑھ کر ایک لکیر سے ان ساتوں لکیروں کو کاٹ دے۔ پھر

اسی طرح سات دفعہ پڑھے اور دوسری لکیر سے کاٹ دے اسی طرح ہر سات دفعہ پر ایک لکیر سے

کاٹتا رہے۔ جب سات لکیریں ہو جائیں بس دم کر کے کچھ کو اٹھا دیا جائے اور کچھ کو پیشاب کر دیوں

صبح و شام تین روز تک جھاڑ اجائے باذن اللہ مرض دفع ہو جائے گا۔

(۹۰) برائے دورہ کمیرہ۔ جب بچہ کو مسان کا دورہ پڑ رہا ہو تو سات بار الحمد پوری اور

سات بار اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ پوری اور سات بار درود شریف نماز والا پڑھ کر دم کرے اور پڑھتے

ہوئے داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت کو سینہ اور پیٹ پر پھیرتا رہے۔

(۹۱) برائے اختلاجِ قلب۔ آیات ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ قلب پر

پڑی رہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمِیْنُ قُلُوْبُهُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمِیْنُ الْقُلُوْبُ وَ رَبَّنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ذُرُّوْنَا اَنْ رَبَّنَا عَلٰی قَلْبِهَا

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لِرَبِّطْ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ

(۹۲) گنڈا برائے بواسیرِ خونی۔ کچا سموت سرخ رنگ ڈیڑھ گز لمبا اکیس تار لے کر سورہ

تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَهَبٍ پوری اکیس بار پڑھ کر گرہ لگانا اور دم کرتا رہے پھر الٹی طرف سے ہر گرہ پر

اَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ رَبِّ اِنِّیْ مَسْتَعِیْنُ الصّٰرِیْمِ اَنْتَ

اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ایک بار دم کر دے پھر سیدھی طرف سے ایک بار ہر گرہ پر وَقِیْلَ

يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكَ وَيَا سَمَاءُ اَقْبَلِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقِصِي الْاَهْرَ وَاسْتَوْتِ
عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بَعْدَ اللَّفْظِ الظَّالِمِينَ دم کرنا چلا آوے اور بواسیر والے کی
لمر پر بانڈھ دیا جائے۔ باذن اللہ بہت جلد آرام ہو جائے گا۔

(۹۳) حفاظت از بار و کتر دم وغیرہ موزی جانوروں کے لئے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ گیارہ بار صبح و شام،
اول و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھا جائے۔ اعتقاد کامل ہو۔

(۹۴) ایضاً۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی

السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تین بار صبح و شام

(۹۵) برائے عقیمہ۔ ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھے: وَلَوْ اَنَّ

قُرْاٰنَا سِپَرَتْ بِهٖ الْجِبَالُ اَوْ قُطِعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ اَوْ كَلِمَہٖ الْمَوْتٰی بَلْ لَیْلَہٗ
الْاٰهْرَ جَمِیْعًا۔ پھر اس تعویذ کو عورت کی گردن میں بانڈھے۔

(۹۶) ایضاً برائے حمل۔ اول الحمد شریف بعدہ اسمائے اصحاب کہف (جو صفحہ ۱۹۲ پر

درج ہیں) تین تین بار پڑھ کر چھ عدد چھوہاروں پر دم کریں اور دیدیں اور ہر آیت کریں کہ بعد
غسل حیض ایک عدد چھوہارہ روزانہ بیوی کھائے اور ایک عدد چھوہارہ راخاوند بھی کھائے اور
رات کو بمبستری کرے انشاء اللہ حمل ہو جائے گا۔

(۹۷) برائے خنازیر جس کی گردن میں کنٹھ والا موتو تانتاںت پر جو مریض کے قد کے برابر ہو

اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَعُوْذُ
بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَةِ اللّٰهِ وَقُوَّةِ اللّٰهِ وَعَظْمَةِ اللّٰهِ وَبُرْهَانِ اللّٰهِ وَسُلْطٰنِ اللّٰهِ
وَکَنْفِ اللّٰهِ وَجَوَارِ اللّٰهِ وَاَمَانِ اللّٰهِ وَحِرْزِ اللّٰهِ وَصُنْعِ اللّٰهِ وَکِبْرِیَاءِ اللّٰهِ
وَنَظْرِ اللّٰهِ وَجَهَاءِ اللّٰهِ وَجَلَالِ اللّٰهِ وَمَآلِ اللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ پھر مریض کے گلے میں ڈال دیں۔

(۹۸) ہر بیماری کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کا پڑھنا

ثابت ہے اور فرمایا کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جب یہ آیات پڑھی جائیں تو بیماری

خدا کے فضل سے دور ہو۔ وہ آیات یہ ہیں: **وَلَوْ أَنَّا قُرْءَانًا سِيرت سے جمیعاً تک اور یسئلوننا كَعَمِنَ الْجِبَالِ سے وَلَا أَمْتًا تک اور وَلَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْءَانَ سے خَشِيَةَ اللّٰهِ تک** اور ہر آیت کے بعد یہ کہتا جائے کہ **فَكَيْفَ أَنْتَ يَا آيَتُهَا الْعِلَّةُ**۔

(۹۹) جو بچہ کسی طرح نہ چلتا ہو۔

| | | | |
|-----|-----|----|-----|
| ال | م | ت | بن |
| ۲۰۱ | ۵۹ | ۳۲ | ۳۹ |
| ۵۸ | ۳۹۸ | ۴۲ | ۳۳ |
| ۴۱ | ۳۴ | ۵۷ | ۳۹۹ |

اگر یہ نقش لکھ کر اور کسی خوشبو کی دھونی دیکر اس بچہ کے گلے میں ڈالیں تو انشاء اللہ چلنے لگے گا۔ اسی طرح اگر سفر میں جائے تو اپنے بازو پر پاندھ لے انشاء اللہ تکان نہ ہوگا۔

(۱۰۰) جس حاملہ کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو تو یہ آیات اور دعا اور نقش سکوری پر لکھ کر

| | | |
|---|---|---|
| ب | ط | د |
| ز | ۵ | ج |
| و | ۱ | ۶ |

پانی سے دھو کر پلا میں انشاء اللہ پیدائش فوراً ہوگی وہ دعا اور آیات اور نقش یہ ہیں: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمٰوٰتِ**

وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ سے **الْعَظِیْمُ** تک۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ كَا فَهْمٍ یُّوْمٌ یَّرُوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَسُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارِهٖ

(۱۰۱) برائے غنائے دلی و کشائش ظاہری و باطنی۔ ہر روز گیارہ مرتبہ یا مغنی

اور سورہ منزل شریف چالیس بار پڑھنے پر ہمیشگی کرے اگر چالیس بار نہ ہو سکے تو گیارہ بار پڑھے۔ بعض

بزرگوں سے منزل شریف کا اکتالیس بار پڑھنا منقول ہے اور بعض سے عشا کی نماز کے بعد دو رکعتوں میں

اکتالیس بار اس طرح کہ پہلی رکعت میں اکیس بار اور دوسری میں بیس بار پڑھے اور ایک یہ کہ سنت فجر کے بعد ایک

بار اور پانچوں نمازوں کے بعد دو دو بار کہ شب و روز میں گیارہ بار ہو جائے۔ یہ سب طریقے مجرب ہیں۔

(۱۰۲) برائے فاقہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

(۱۰۳) ایضاً۔ فاقہ کے لئے ہر روز سو بار **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ**

الْعَظِیْمِ پڑھنا مفید ہے۔

(۱۰۴) رات کو جاگنے کے لئے جو شخص اپنے سوتے وقت سورہ کہف کی آخری

آیتیں پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کو جگادے جس وقت کا ارادہ کرے تو حق تعالیٰ

اس کو اسی وقت جگادے گا۔ وہ آیات یہ ہیں: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لَكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ آتِمَاتِ الرَّهْمَةِ لَهُ وَاحِدُهُ فَمَنْ كَانَ يُرْجُو الْفِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَادِقًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا**

(۱۰۵) **برائے خوف حاکم**۔ جو شخص کسی صاحب حکومت سے ڈرے اس کو چاہئے کہ یوں کہے کہ **كَهَيْعَصَ كُفَيْتُ حَمَّعَسَقُ حَمِيَّتُ** اور **كَهَيْعَصَ** کے کہتے وقت ہر حرف کے تلفظ پر داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے یعنی کاف کہتے وقت سب سے چھوٹی انگلی بند کرے ہا پر دوسری یا پرتیسری عین پر چوتھی اور ص پر انگوٹھا بند کرے اور **حَمَّعَسَقُ** کے ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو بند رکھے ہوئے اس حاکم کے سامنے جا کر بولے **اِنَّ الشَّامَةَ مَهْرَبَانَ** ہوگا۔

(۱۰۶) **گم شدہ چیز کے لئے**۔ جس کی کوئی چیز کھوئی جائے تو وہ **يَا حَفِيظُ** ایک سو اسی بار **بِغَيْرِ كِي زِيَادَتِي** کے پڑھے پھر یہ آیت **يَا بَتِي اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِنْ خَرَدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَحْرَةٍ اَوْ فِي السَّمَوَاتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَا تِي يَا تِي يَا تِي يَا تِي يَا تِي** ایک سو اسی بار پڑھے حق تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز کو اس کے پاس پھیر لائے گا۔

(۱۰۷) **ایضاً کسی کی چیز یا لڑکے وغیرہ کے گم ہونے پر** درود شریف لکھ کر دیا جائے کہ اونچی جگہ درخت یا کھوٹی وغیرہ پر لٹکائے۔

(۱۰۸) **برائے حاجت روائی**۔ حاجت روائی کے لئے سورہ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کی میم کو الحمد کے لام سے ملا دے۔ اتوار کے دن فجر کی سنت اور فرض کے درمیانی وقفہ میں شروع کرے۔ پہلے دن ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار اسی طرح ہر روز ستر بار کم کرتا جائے یہاں تک کہ ہفتہ کے دن دس بار پڑھے۔

(۱۰۹) **نماز حاجات**۔ شکل حاجتوں کے بر لانے کے لئے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَنْتَ سُبْحٰنُكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاَسْتَجِبْنَا لَكَ وَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُبْرِجُ الْمُؤْمِنِیْنَ** کو ستر بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

اِنِّیْ مَسْتَنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ سو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ کے
وَأَفْوِضْ اَمْرَیْ اِلٰی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ سو بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے
قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلٌ سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ
سو بار پڑھے اور اپنی حاجت کی دعا کرے انشاء اللہ العزیز قبول ہووے۔

(۱۱۰) برائے بخار۔ خصوصاً پرانے بخار کے لئے یہ افسوں ایک کاغذ پر لکھ کر بازو پر باندھ دے
انشاء اللہ جلد اچھا ہو جائے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِرَاۤءَةَ مِنْ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ
اِلٰی اُمِّ مِلْدَمِ بْنِ اَلِیِّ تَاْكُلُ اللَّحْمَ وَتَشْرَبُ الدَّمَّ وَتَهْتَمُّ الْعِظْمَ اَمَّا بَعْدُ یَا اُمَّ مِلْدَمِ
اِنْ كُنْتِ مُؤْمِنَةً فَمَحْنٌ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كُنْتِ يَهُودِيَّةً فَمَحْنٌ
مُوسٰی كَلِیْمِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنْ كُنْتِ نَصْرَانِيَّةً فَمَحْنٌ الْمَسِيْحِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَنْ لَا اَكْتَبِ لِفُلَانِ بْنِ فُلَانَةَ كَحْمًا وَلَا شَرِبْتِ لَهٗ دَمًا وَلَا هَشَمْتِ
لَهٗ عِظْمًا وَتَحْوِيْ عَنْهُ اِلٰی مَنْ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِلَّا اَلَهُ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ
وَاَلَا فَاَنْتِ بَرِيْعَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاللّٰهُ تَعَالٰی بَرِيٌّ مِّنْكَ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ
الْوَكِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ
اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ (فلاں بن فلاں کی جگہ مریض کا اور اس کی ماں کا نام لکھے)۔

(۱۱۱) ایضاً۔ بخار والے پر ہر روز عصر کی نماز کے بعد سورہ مجادلہ تین بار پڑھے۔

(۱۱۲) برائے سُرخِ بَادِرہ جس کے بدن پر سرخ بادہ ظاہر ہو اس دعا سے سات بار

جھاڑے اور پڑھنے وقت چھری سے اشارہ کرتا جائے۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الْحَكِیْمِ
الْكَرِیْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ وَسُلْطٰنِهِ
اٰیَّتِهَا الْحَمْرَةُ جَاءَتْكَ جُمُودٌ مِّنَ السَّمَاءِ وَقَالَ سَلِیْمَانُ اٰیَّتِهَا السَّرِیْمُ اَجِیْبِیْ
دَاعِیَ اللّٰهِ وَمَنْ لَّمْ یَجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَمَا لَهٗ مِنْ مَلْجَاٍ وَمَا لَهٗ مِنْ ظَهِیْرٍ
بِسْمِ اللّٰهِ وَبِالْتَّنَاءِ الطَّیِّبِ عَلٰی اللّٰهِ اَللّٰهُ یُكْفِیْكَ وَاللّٰهُ یَشْفِیْكَ مِنْ كُلِّ
دَاعٍ یُوْذِیْكَ وَمِنْ كُلِّ اَفٍّ تَعْتَرِیْكَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا
كَثِيرًا كَثِيرًا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

(۱۱۳) برائے اسقاط جنین: جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تا گا کسم کا رنگا ہوا

اس کے قد کے برابرے اور اس پر نوگرہیں لگائے اور ہر گرہ پر وَاَصْبِرْ وَمَا صَدْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ۔ اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے اور دم کرے۔

(۱۱۴) ذیل اور پھوڑے وغیرہ کے لئے: اَمُّ اَبْرَمُوَا اَقْرَا فَاِنَّا مَبْرِمُوْنَا

نوباء اول و آخر درود شریف پڑھ کر ملتانى مٹی پر دم کر کے لگائیں۔

(۱۱۵) جس کو پیشاب میں ریگ آتی ہو: اس کو یہ آیت لکھ کر پلائیں وَبَسَّتِ

الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًا وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا
دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ وَاِذْ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۝
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۝

(۱۱۶) فقیلہ برائے آسیب زدہ۔ یہ فقیلہ اسی حالت میں دیا جائے جبکہ جن یا

آسیب کسی طرح نہ جانا ہو۔ املیہ قملیہ قملیہ یا املیہ قملیہ قملیہ کاغذ پر لکھ کر
اس کاغذ کو لمبائی کی صورت میں تہ کر کے نیچے کالے کپڑے کا ٹکڑا رکھ کر قدرے حریل (کالا دانہ) اور
ہینگ رکھ کر اوپر ڈور لگایا جائے۔

(۱۱۷) برائے معمولی ذیل۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف درمیان میں

گیارہ مرتبہ سورۃ الم نشرح پڑھ کر دم کرے۔

(۱۱۸) خراب اور بڑے ذیل کے لئے۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف

درمیان میں اکتالیس مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر دم کریں اور لکھن وغیرہ پر دم کر کے لگائیں۔

(۱۱۹) تعویذ برائے عام امراض

لکھ کر گلے میں ڈالیں۔

ترجمہ مکتوب حضرت شیخ شرف الدین کبیری منیری قدس سرہ

جو بیشتر فوائد و رموز تصوف پر مشتمل ہے بغرض افادہ طالبانِ راہِ حق ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ سالکوں کو چاہئے کہ اس کے مطابق اپنے اعمال خالص اللہ کے لئے کریں۔

برادرِ شمس الدین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ واضح ہو کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو کہ بدنی بھی ہے اور مالی بھی۔ اس گروہ (یعنی صوفیوں) کو حج کے اندر کئی باتیں غور کرنی چاہئیں۔ فی الحقیقت کعبہ معظمہ کی زیارت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی کی زیارت کرنے والا ہوتا ہے یعنی مکان کی زیارت کے لیکن کی زیارت حاصل ہوتی ہے، اور زیارت کرنے والے کی بزرگی اس کا کرم عمیم ہے اور طاب اللبان صادق کا مقصود حج خانہ سے کعبہ کا مالک (خدائے تعالیٰ) ہے۔ ہاں بیچ میں خانہ کعبہ کو ایک بہانہ بنا لیا ہے ورنہ حقیقتاً کعبہ کی عمارت مقصود نہیں ہے بلکہ وہ خود مقصود ہے جس کا کہ کعبہ ہے۔

سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی دفعہ حرم محترم پہنچا اور کعبہ معظمہ کی زیارت کی تو میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے اس جیسے ہزاروں مکان دیکھے ہیں مجھے تو بالکل مکان درکار ہے۔ اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ دوسرے سال پھر گیا اور دل کی آنکھ کھلی تو میں نے مکان و لیکن دونوں کو دیکھا اور دل میں کہا کہ عالم الوہیت میں مشارکت نہ ہونی چاہئے اور عالم وحدانیت میں دوئی نہ ہونی چاہئے۔ محبوب، مکان اور میں تین تین ہوں خدا کی پناہ۔ جو شخص اس راہ میں دو بھی تصور کرے وہ کافر ہے، جب میں دو چھوڑ تین تین تصور کر رہا ہوں تو کیسے کافر نہ ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ تیسرے سال پھر گیا حرم محترم میں پہنچا تو محبوب کی مہربانی نے مجھ کو اپنی بغل میں لے لیا اور سارے حجابات میری دل کی آنکھ سے دور کر دیئے، معرفت کی شمع میرے دل میں روشن کی اور میری ہستی کو تجلی کے انوار سے روشن کیا اور میرے لطیفہ سیر میں اس طرح خطاب کیا کہ **أَنْتَ زَائِرِي حَقًّا فَحَقُّ عَلَيَّ الْمَرْوِدِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ** (یعنی تو میری زیارت کرنے والا ہے تو جس کی زیارت کی جائے اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے زائر کی عزت کرے) ہے

تا چشم بر کشادم نور رخ تو دیدم تا گوش بر کشودم آواز تو شنیدم

(یعنی جب میں نے آنکھ کھولی تو تیرے رخ کا نور دیکھا۔ جب کان کھولے تو تیری ہی آواز سنی)

جب سچی محبت کرنے والوں نے دیکھا کہ یہ مکان (بیت اللہ) محبوب بے نشان کا ایک نشان ہے اگر اس سے بھی اپنے کو تسلی نہ دیں تو کیا کریں جیسا کہ مقولہ ہے: مَنْ مَنَعَ عَنِ النَّظَرِ يَنْسَلِي بِالْأَشْرَارِ یعنی وہ شخص جو جمالِ دوست سے روک دیا گیا ہو دوست کے نشان ہی سے اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے۔ مجنوں کا حال سنا ہو گا کہ وہ دن رات یسلی کے مکان کے ارد گرد پھرتا اور درو دیوار کی خاک کو چومتا اور کہتا تھا ہے

أطوفُ على جدارِ ديارِ يسلي أقبل ذالجدار و ذالجدارا

(یعنی یسلی کے مکانوں کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو)

وما حُبُّ الدِّيارِ شغفَنَ قَلْبِي وَلا كَيْنَ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيارِ

(میرے دل میں ان گھروں کی محبت کا غلبہ نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں سرشار ہوں کہ جو ان گھروں میں رہتا ہے)

خانہ کعبہ کے زائرین اپنی جبین نیاز اس آستانہ کی خاک پر غایت محبت سے ملتے ہیں اور

درِ دل سے نالہ کرتے ہیں اور اس امید میں رہتے ہیں کہ شاید گھر (کعبہ معظمہ) دیکھتے دیکھتے

صاحب خانہ (حق سبحانہ و تعالیٰ) کی زیارت بھی ہو جائے اور نشان کو دیکھ کر مقصود حاصل

ہو جائے۔ اکابرین نے کہا ہے کہ جب محب کو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ اس در سے

اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور اس کا محبوب اس کی بغل میں آجائے گا تو پھر وہاں سے

ٹالے نہیں ٹٹا اگر دت العمر میں ایک لمحہ کے لئے بھی گھبرا کر وہاں سے اٹھ جائے تو نڈا آئے گی کہ

جس کے در پر چاہو جاؤ اور جس کی طرف چاہو دوڑو، مجھ سے الگ ہو کر اگر کلیم اللہ کے قدموں

پر سر رکھو گے تو وہ بھی قبول نہ کرے گا، اگر روح اللہ کے پاؤں پر گر پڑے تو وہ بھی ہاتھ

نہ پکڑے گا، لہذا جس شخص کو جان کی سلامتی منظور ہو وہ اسی کے در پر پڑا رہے اور جس کو

جہان کی ضرورت ہے وہ بھی اسی کے در کو لازم پکڑے۔ اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا یعنی حج مبرور ایک ایسی عبادت ہے کہ جو

دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے) کیوں نہ ہو حَوَالِيهِ مِنْ كُلِّ فِجٍّ عَمِيْقٍ

ختم جمیع خواجگان نقشبندیہ قدس سرہ

یہ ختم شریف قصائے حاجات کیلئے دوسرے سلاسل میں بھی معمول ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ شریف ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ یا اللہ اس ختم خواجگان کو قبول فرما لے اور جن بزرگوں کی طرف یہ ختم منسوب ہے ان کو اس کا ثواب پہنچا دے اس کے بعد سورہ فاتحہ مبارکہ مع بسم اللہ سہت بار۔ درود شریف یکصد بار۔ سورہ الم نشرح مع بسم اللہ ہفتاد و ست بار۔ سورہ اخلاص مع بسم اللہ یکتر بار۔ سورہ فاتحہ مبارکہ مع بسم اللہ سہت بار۔ درود شریف یکصد بار۔ یا قاضی الحاجات یکصد بار۔ یا کافی المہمات یکصد بار۔ یا دافع البلیات یکصد بار۔ یا شافی الافرأض یکصد بار۔ یا رافع الدرجات یکصد بار۔ یا مجیب الدعوات یکصد بار۔ یا ارحم الراحمین یکصد بار۔ ہر اسم شریف کے اول میں صرف ایک دفعہ اللہم بلائے اور یا ارحم الراحمین سے پہلے ایک مرتبہ برحمتک ملادے اور کہے یا اللہ اس ختم شریف کا ثواب اپنے فضل و کرم سے ان بزرگوں کو جن کی طرف یہ منسوب ہے اور ان کے پیران طریقت کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے خلفا و خدام کو خصوصاً جمیع حضرات نقشبندیہ کی ارواح مبارکہ کو پہنچائے۔

بعض بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے ختم شریف

(۱) ختم حضرت خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ: وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

پنجصد بار اول و آخر درود شریف یکصد بار۔ (۲) ختم حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ: ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ پنجصد بار

اول و آخر درود شریف یکصد بار۔ (۳) ختم حضرت خواجہ سراج الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پنجصد بار اول و آخر درود شریف یکصد بار۔ (۴) ختم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ پنجصد بار اول و آخر درود شریف یکصد بار۔

(۵) ختم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ: رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ پنجصد بار اول و آخر درود شریف یکصد بار۔ (۶) ختم حضرت خواجہ شاہ احمد سعید

رحمۃ اللہ علیہ: یَا رَحِیْمُ کُلِّ صَرِيحٍ وَمَكْرُوبٍ وَغِيَاثَهُ وَمَعَاذَهُ يَارَحِیْمُ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَ

آخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ — (۷) ختم حضرت شاہ عبداللہ غلام علی مجدد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یَا اللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلِّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ اَوْسَرِ سِنکَرُے کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ

مَنْ یُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ پڑھے — (۸) ختم حضرت مرزا منظر جان جاناں

رحمۃ اللہ علیہ: یَا حَسْبُ یَا قَبُوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَعِیْثُ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ اَوْسَرِ

سِنکَرُے کے بعد ایک مرتبہ اَصْلِحْ لِیْ شَاْئِیْ کُلَّهُ وَلَا تَکْلِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرَفَةً عِیْنِیْ پڑھے — (۹) ختم حضرت

خواجہ محمد معصوم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ اَوْسَرِ سِنکَرُے کے بعد ایک مرتبہ فَاسْتَجِبْنَا لَكَ وَنَجِّنَا مِنْ

الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُبْحِی الْمُوْمِنِیْنَ پڑھے — (۱۰) ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد

فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ

(۱۱) ختم حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ

یَکْصِدْبَارِ اَوْسَرِ سِنکَرُے کے بعد ایک مرتبہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَاِنْ وَیَبْقٰی وَجْهَ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ

وَ الْاِکْرَامِ پڑھے — (۱۲) ختم حضرت خواجہ شاہ بہار الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ یَا خَفِیَّ

اللطیف اَدْرِکْنِیْ بِلَطْفِکَ الْخَفِیِّ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ — (۱۳) ختم

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ بِخَصْدَبَارِ اَوَّلٍ

وَآخِرٍ وَدَشْرِیْفِ یَکْصِدْبَارِ اَوْسَرِ سِنکَرُے کے بعد ایک مرتبہ نِعْمَ الْمُوْدٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ پڑھے —

(۱۴) ختم حضرت خیر الخلق سید الاولین والآخرین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے صد و سیزہ بار۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ صَلَوةً

تُنَجِّیْنَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاَفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَ

وَتَطْهِّرْنَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعْنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلٰی الدَّرَجَاتِ وَ

تُبَلِّغْنَا بِهَا اَقْصٰی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ

اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(نوٹ) ان میں سے ہر ختم شریف کے پڑھنے وقت اول ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر کہے کہ یہ ختم شریف فلاں بزرگ کا ہے یا اللہ اس کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب ان بزرگ کو پہنچادے پھر ختم شریف پڑھے اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ اس ختم کا ثواب اپنے فضل و کرم سے فلاں بزرگ کو اور ان کے پیرانِ طریقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے خلفاء و خدام کو پہنچادے۔ اس کے بعد ان بزرگ کے وسیلے سے جو دعا چاہے مانگے۔

(ف) ان سب ختموں کے پڑھنے وقت تھوڑا سا پانی کسی ظرف میں رکھ لیا جائے اور بعد ختم کے تمام شرکاء ختم اس پر دم کریں۔ یہ پانی شفاءِ امراض کیلئے عجیب چیز ہے۔

اعتذار

کتاب عمدة السلوک حصہ اول و دوم میں اس عاجز نے تقریباً تمام مضامین نہایت معتبر اور مقبول مشائخ کی کتابوں سے لئے ہیں جن کا حوالہ بعض اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے دینے سے قاصر رہا ہوں اور زمانہ حاضرہ کے مطابق آسان اور عام فہم کرنے کی غرض سے اپنی سمجھ کے مطابق اکثر جگہ نصرت و تغیر و تبدل بھی کیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے ایڈیشن میں کافی اضافے کر کے مزید مفید بنانے کی کوشش کی۔ اب چونکہ ایڈیشن میں مزید نظر ثانی کر کے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے جس کی میں ان حضرات قدس اسرارہم کی ارواح سے معذرت و معافی چاہتا ہوں۔

نیز قارئین کرام سے اس بات کا طالب ہوں کہ اگر اس کتاب کو مفید پائیں تو اس کی اشاعت کی کوشش میں ہر قسم کی سعی بلیغ فرمائیں اور جہاں کہیں اس عاجز سے کوئی لغزش ہوئی ہو اس کو میری کمی پر محمول فرما کر اصلاح فرمائیں اور اعتراض کا نشانہ نہ بنا کر اس عاجز کیلئے دعائے حصول سعادت داریں فرماتے رہیں۔ ہر کہ خواند دعا طبع دارم زانکہ من بندہ گنہگارم

عاجز زوار حسین سعیدی مجددی مغرلہ

